آپریشن سیاچن

رفیق ڈوگر

آپریشن سیاچن

رفیق ڈوگر

جنگ پبلشرز

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ

ہر عمر اور ہر ذوق کے قارئین کے لئے

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

جنگ پبلشرز

جملہ حقوق

مصنف کی صاحبزادی شازیہ کے نام محفوظ ہیں۔

ناشر : میر شکیل الرحمٰن

اشاعت اول : جولائی 91ء

اشاعت دوئم : مئی 1992ء

تعداد : 1000 ہزار

قیمت : 175 روپے

زیر اہتمام و ادارت : مظفر محمد علی

پبلشر : جنگ پبلشرز

(جنگ انٹرپرائز لمیٹڈ کا ذیلی ادارہ)

پرنٹر : جنگ پبلشرز پریس

13- سر آغا خاں روڈ لاہور

پروڈکشن : احسان بزمی

کاپی چیسٹر : نوید احمد

کمپوزنگ : طارق مشتاق۔ ارشد خان۔ سجاد بٹ۔ عباس انور

ٹائٹل کی تصویر اور اندر جن تصاویر پر ع ش لکھا ہے وہ مشہور فوٹو گرافر عظمت شیخ نے کھینچی ہیں۔

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

فہرست

دیباچہ	7
آپریشن سیاچن	11
جنگ قائد پوسٹ	19
گرم محاذ کی سرد رات	31
سیاچن کے مجرم	41
بازدید	55
معرکۂ ژھتنگ	67
گدھا چشمۂ آب حیات پر	97
توپوں کا مشاعرہ	111
ملکہ کہسار کے دربار تک	123
بلتستان کا موہنجوداڑو	139
وہ پُراسرار بندے	155

فوجی گاڑیاں ' سول سواریاں 167
کرب مومن 195
فاکس لینڈ کی گھماتا 203
بلیولینڈ کے اگلے مورچوں میں 213
وردِ مومن 223

تاریخ بیانی 247
سکندر اعظم کا تعاقب 265

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

دیباچہ

بھارت کے جارحانہ قبضہ سے پہلے اندرون اور بیرون پاکستان بہت کم لوگ سیاچن گلیشیر کے بارے میں معلومات رکھتے تھے۔ بھارتی قبضہ کے بعد یہ گلیشیر دنیا کا بلند ترین میدان جنگ تو بنا لیکن اس پر قبضہ ' لڑائی اور میدانی صورت حال کے بارے میں محدود فوجی حلقوں کے علاوہ شاذوں کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکا اس کی سب سے بڑی وجہ تو اس وقت کے فوجی حکمرانوں کی پردہ پوشی کی پالیسی تھی لیکن اس گلیشیر کا جغرافیائی محل وقوع وہاں کے موسمی حالات اور ذرائع آمدورفت کی نایابی بھی ایک وجہ تھی الپائن کلب آف پاکستان اپنی سرگرمیوں اور فرائض کے حوالہ سے بھارت کے قبضہ سے پہلے بھی اس گلیشیر سے اچھی طرح آگاہ تھی اس قبضہ کے بعد کلب کے اجلاسوں میں اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث ہوتی رہی کلب کی ایگزیکٹو کا رکن ہونے کی وجہ سے بہت سی چیزیں میرے ذاتی علم میں تھیں اس وقت کے چیف آف آرمی سٹاف اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق کی سیاسی ' فوجی اور انتظامی پالیسیوں کے بارے میں تحقیق کے دوران سیاچن گلیشیر پر بھارت کے قبضہ اور پاکستان کی دفاعی پالیسیوں کی خامیوں اور ناکامیوں کے بارے میں بہت سی خفیہ اور ایسی معلومات سامنے آئیں جو چند متعلقہ لوگوں کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں تھیں جنوری ۱۹۸۸ء میں پاکستانی اخبار نویسوں کا پہلا گروپ سیاچن گلیشیر کے محاذ کے دورہ پر گیا مجھے بھی اس گروپ میں شمولیت کا موقعہ ملا اس دورہ میں ہم نے گلیشیر کے موسمی اور میدانی حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور شمالی علاقوں کو کمانڈر سے لے کر گلیشیر کے محاذ کے کمانڈر تک اور اگلی پوسٹوں پر متعین افسروں

تک سے جنگ اور مقاصد جنگ کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا مختلف نوعیت کی اطلاعاتی میٹنگوں میں شرکت کی اخبار نویسوں کے اسی پانچ رکنی گروپ کی رپورٹوں کی اشاعت کے بعد ملک کے سیاسی اور غیر سیاسی حلقوں کو سیاچن گلیشیر کے محاذ کی لڑائی اور موسمی حالات کا کچھ اندازہ ہوا تھا۔ جولائی 1990ء میں اس محاذ کا میں نے ایک اور دورہ کیا اور زمینی راستوں سے وہاں تک گیا جہاں تک جانا ممکن تھا اس لئے اگر میں یہ کہوں کہ سیاچن گلیشیر پر قبضہ' وہاں پر لڑائی' پسپائی اور کامیابیوں اور ان پس پردہ مصلحتوں اور خامیوں کے بارے میں اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ کہیں بھی ایک جگہ نہیں' کسی بھی ایک فرد کو معلوم نہیں تو اس کی تردید بہت مشکل ہو گی اس سفر اور تحقیق میں شاید اور کوئی وہاں تک نہ گیا ہو جہاں مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔

اس تحقیق اور سفر کے دوران میں نے بلتستان کی تاریخ' جغرافیہ' جنگ آزادی' ثقافت اور تہذیب کا بھی مطالعہ کیا اور اسی سفر میں سب کچھ بیان کر دینے کی کوشش کی ہے۔ گلیشیر کیا ہوتا ہے؟ سیاچن گلیشیر کی خاص اہمیت کیا ہے؟ پاکستان کے دفاع اور معیشت میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ بھارت کے قبضہ کے مقاصد اور اثرات کیا کیا ہیں؟ سیاچن گلیشیر گنوانے کے مجرم کون کون ہیں؟ کس مجرم کو کیا ترقی دی گئی؟ کس بے گناہ کو کیا سزا ملی؟ پاکستان میں جمہوریت پر سیاچن گلیشیر پر بھارت کے قبضہ کے کیا کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اس کتاب میں یہ سب کچھ موجود ہے۔

بے نظیر کے دور وزارت میں پاکستان کی مسلح افواج نے تاریخ کی سب سے بڑی جنگی مشق "ضرب مومن" کی۔ اس مشق کے بارے میں پاکستان کے سیاسی' صحافتی اور فوجی حلقوں میں بہت سے شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا بھارت نے "ضربِ مومن" کو پاکستان کے جنگی عزائم کی علامت قرار دیا تو پاکستان کے بعض حلقوں نے اسے بے نظیر کے خلاف فوجی قوت کا مظاہرہ قرار دیا اس جنگی مشق کا تعلق بہر حال ملک کے دفاع سے تھا اس کی اپنی فوجی اور سیاسی اہمیت تھی ضربِ مومن کے سفر میں ان تمام پہلوؤں کا ایک خاص انداز میں جائزہ ملے گا۔

آخر میں آزاد کشمیر کے ایک مطالعاتی سفر کا حال ہے اس سفر کے احوال میں بھی ہماری قدیم اور جدید تاریخ کا تجزیہ ہے۔ کشمیر کی آزادی کا ایک اہم باب شامل ہے اس لحاظ سے یہ تینوں حصے آپس میں مربوط اور متعلق ہیں۔

رفیق ڈوگر

بارہ اپریل 1991ء

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

انتساب

میجر جنرل (ریٹائرڈ) قمر علی مرزا کے نام
ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

آپریشن سیاچن

ہیلی کاپٹر کے باہر کا سارا منظر ویسا ہی تھا' وہی چاق و چوبند ہیلی پیڈ' ہوشیار محافظ' خبردار عملہ' سینہ چوڑا کر کے چلتے پھرتے جوان گردن اونچی کر کے سلیوٹ وصول کرنے والے افسر' سردی زدہ پھول اور پودے' جانی پہچانی سی وادی اور آشنا آشنا سی چوٹیاں' سول آنکھ کو سارے فوجی ایک جیسے ہی نظر آتے ہیں۔ میدانی لوگ پہاڑی لینڈ سکیپ کا فرق آسانی سے نہیں سمجھ سکتے مگر نئے چہرے پرانے چہروں میں کیوں کر بدل سکتے ہیں؟ گلگت میں خدا حافظ کہنے والے سکردو میں استقبال کیسے کر سکتے ہیں؟ ہیلی کاپٹر سے نکلتے ہی میں نئی صورتحال میں پھنس گیا' رہنما نے مشکل کا احساس کیا تو اطلاع دی کہ صرف وقت کٹا ہے' فاصلہ نہیں کٹ سکا' ہم نے سفر تو کیا ہے مگر مسافت کم نہیں ہوئی۔ ہم نے سکردو میں نہیں گلگت کے ہیلی پیڈ پر ہی لینڈ کیا ہے' ہماری پرواز کی اطلاع پا کر کسی تنگ دل وادی میں تند خو بر فیلی ہواؤں نے استقبالیہ انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ پائلٹ کو ہواؤں کی یہ ادا پسند نہیں آئی' وہ آگے جانے کی بجائے پیچھے لوٹ آیا ہے۔ اہتمام سفر والوں نے بتایا تھا کو ہساروں اور برف زاروں پر اڑنے والے ان کے پائلٹ ان فضاؤں اور ہواؤں کے بڑے مزاج شناس ہوتے ہیں' ان ہواؤں کا مزاج ناساز پا کر اس کیلئے اور کوئی چارہ نہیں تھا اور ہمارے لئے پائلٹ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا تھا مگر ان وادیوں میں چارہ گر ہوائیں کب چلیں گی؟ ہم کب تک ان ہواؤں کے مزاج کی سازگاری کا انتظار کر سکیں گے؟ میں اندیشوں اور وسوسوں کی وادی میں اترنے لگا۔

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

وادیِ گلگت کی پہریدار چوٹیوں پر سنہری دھوپ برس رہی تھی۔ شمالی خطۂ حسن کی وادیوں میں ساتھ چلتے چلتے یہ دھوپ اچانک غائب ہو جایا کرتی ہے۔ دھند اور کہر کو دیکھتے ہی روشنی راستہ بدل لیتی ہے' ان سنگین وادیوں میں نہ سورج کی آنکھ پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے نہ موسمی پیشین گوئی قابلِ اعتماد ہوتی ہے۔ چلے تھے تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا' نصف راستہ بھی نہ چل پائے تھے کہ سامنے سب کچھ خراب ہو چکا تھا۔ صرف واپسی کا راستہ کھلا تھا۔ چائے کی پیالی پر پائلٹ اور راہنما سکردو کی منزل کی وادیوں میں قیمہ زن دھند کی جلد روانگی کی خوشخبری سے حوصلہ بڑھانے میں مصروف ہو گئے۔ ہم گزری خوشخبریوں کی روشنی میں شگوک کی وادیوں میں اترنے لگے۔ گلگت سے سیاچن گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی پرواز کے فاصلہ پر ہے اور ہم کئی روز سے اس گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے انتظار میں گلگت کی گلیاں اور بازار ناپتے پھر رہے تھے' ان گلیوں اور بازاروں کی چاہت ختم ہوئی تو میزبان' گرد و نواح کے قابلِ سیاحت مقامات دکھانے چل پڑے' وہ ختم ہوئے تو ہنزہ اور نگر کے سفر پر روانہ کر دیا۔ ہم سیر و سیاحت میں مصروف رہے اور وہ موسم کا مزاج بدلنے کی دعائیں کرتے رہے۔ شمالی علاقوں کے کمانڈر جنرل ایاز موسم کی بداعمالیوں کی وجہ سے پنڈی میں پھنسے ہوئے تھے' ہم ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے صحافت کی بجائے سیاحت کی ڈیوٹی دے دے کر تھک چکے تھے۔

سیاچن کا برف زار عرصۂ جنگ بنا تو چار دانگ عالم میں مشہور ہوا' ایک وہ زمانہ کہ اہلِ فرائض نے اس قابل بھی نہ جانا کہ اس پر نشاناتِ ملکیت ہی سبط کر دیں اور ایک یہ وقت کہ یہ دو ممالک کی سیاست کا مرکزِ ثقل قرار پایا۔ دوستی اور دشمنی کی علامت بن گیا۔ پاکستان کے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور چیف آف آرمی سٹاف سیاچن کھو دینے کے مجرم قرار دیئے گئے۔ انہوں نے اپنے "جرم" کا وزن کم کرنے کے لئے سیاچن کا وزن کم کر دیا' "اس پر تو گھاس کی ایک پتی بھی نہیں ہوتی" کا مارشل لا آرڈیننس جاری فرما دیا۔ سیاسی بلے بازوں نے جنرل ضیاء الحق کے اس کمزور گیند پر وہ چوکے چھکے لگائے کہ چیف آف دی آرمی سٹاف کے چھکے چھوٹ گئے۔ فوجی مسئلہ کے علاوہ سیاچن ان کے لئے ایک سیاسی مسئلہ بھی بن گیا جو اہلِ سیاست ضیاء الحق کے شریکِ سیاست تھے' انہوں نے بھی سیاچن کھونے کے جرم میں شرکت سے معذرت کر دی۔ سیاچن کا تمام تر زیاں چیف آف آرمی سٹاف کے کھاتہ میں ڈال دیا گیا۔

جنوری کی ایک صبح ٹیلیفون کی گھنٹی سیاچن کا پیام لائی' شدید سردی اور سرد ترین سیاچن مگر شوق شدید تر نکلا' بتایا گیا یہ پیام سربستہ راز ہے۔ واپسی تک ہرگز فاش نہیں ہونا چاہئے۔ اخبار نویس کا بنیادی وصف راز اور اعتماد پر پورا اترنا ہے۔ سرتسلیم خم کر دیا۔ قابلِ اعتماد ساتھیوں کا انتخاب بھی ہم پر چھوڑ دیا گیا تھا مگر ہم نے یہ اعتماد واپس لوٹا دیا۔ تعارفی ملاقات راولپنڈی میں ہوئی' جنرل ایاز کسی کام سے آئے تھے' انہوں نے ایک بار پھر بتایا کہ ہمارا سیاچن پر حملہ کا مشن سب سے اوپر والوں سے بھی مخفی ہے۔ پتلے دبلے سادہ سے جرنیل اتنا بڑا راز اپنی گردن پر لئے جا رہے ہیں؟ چیف آف دی آرمی سٹاف ان کی حکومت اور

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

آرمی جس راز کو اتنے سال سے سینے سے لگائے پھر رہی ہے وہ ایک جرنیل ان سب سے چوری چھپے اخبار نویسوں پر فاش کر سکتا ہے؟ مختلف سوالات تھے مختلف حلقوں نے مختلف جوابات دیئے۔

"سیاچن کیلئے ان کا انتخاب خود ان کی جرأت کا ثبوت ہے"

"اس کا کوئی بگاڑ بھی کیا لے گا؟ وہ تو بازار سے سودا سلف خریدنے بھی پیدل جاتا ہے۔"

"یہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا"

"نئے زمانے میں پرانے وقتوں کا جرنیل ہے"

ساری ملاقات میں انہوں نے اپنا ذکر تک نہ کیا۔ ساری باتیں جوانوں اور افسروں کی جرأت اور بہادری کی ہوئیں یہ اور بھی خطرناک بات تھی۔

پنڈی سے گلگت کا سولہ گھنٹے کا سفر زندگی کا دوسرا طویل ترین سفر تھا۔ زندگی کا پہلا طویل ترین سفر اٹھارہ گھنٹے کا تھا پیرس سے مربیہ تک کا مسلسل سفر' وہ تاریخ کا سفر تھا اور یہ جغرافیہ کا' صبح کے اندھیرے میں پانچ بجے پنڈی سے چل کر ہم شب کے اندھیرے میں نو بجے گلگت رسید ہوئے تھے مربیہ کے سفر میں کوچ' مسافر' سڑکیں اور کوچ کا اندرونی اور بیرونی منظر یورپین تھے' گلگت کے سفر میں سب کچھ فوجی تھا' کوسٹر فوجی' مسافر فوجی اور فوجی وردی میں اٹینشن کی حالت میں' شاہراہِ ریشم اس سے بہت نیچے دریائے سندھ اور بہت اوپر آسمان سے کھیلتی سنگدل چوٹیاں' سندھ کا کنارہ پہاڑوں کا سایہ اور فوجی ڈرائیور دو چار سول مسافر ایسے خوفزدہ بیٹھے تھے جیسے فوجی کوسٹر میں نہیں' فوجی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوں۔ جہاندیدہ اخبار نویس ریشم کی شاہراہ کی بجائے کبھی چوٹیوں پر ٹکے آسمان میں کچھ ڈھونڈنا شروع کر دیتے اور کبھی پتھروں سے سر پھوڑتی لہروں کی آواز پر کان لگا دیتے۔ جنرل ایاز شاید اخبار نویس شناس تھے۔ پنڈی سے سیاچن تک منزل منزل آشنائی کا اہتمام "ذرا راہ گزر تو دیکھو" کی خاطر کیا ہو گا' تاریخ کی مانند یہ تاریخی شاہراہ بھی خطرناک زاویوں پر گھومتی ہوئی آگے بڑھتی ہے جو مسافر اس کے نام کے ریشم کی نرمی اور رنگوں کو ذہنوں میں لے کر اس پر سفر کرتے ہیں۔ حریر و پرنیاں کی بجائے جہانِ سنگ دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں' کسی کو پیاس زیادہ لگتی ہے' کوئی چائے پینا بھول جاتا ہے' ہمارا افسر مہمانداری گود میں گائیڈ بک چھپائے بیٹھا تھا۔ نماز کے لئے کہاں رکنا ہے' چائے کہاں پلانی ہے' اس کتاب میں مکمل کوائف مہمانداری درج تھے۔ ڈرائیور ان ہدایات پر عمل کا پابند تھا' مگر موسم ہر طرح سے ہمیشہ کی طرح آزاد تھا' کبھی دریائے سندھ کی موجوں کی مانند ہیبتناک اور کبھی دوسرے کنارے کی چوٹیوں سے جھانکتے سرخوش اشجار کی مانند پُرسوز۔ گائیڈ بک میں جس مقام پر دوپہر کے کھانے کا وقفہ درج تھا' وہاں فلک سے سڑک پر بھرپور چھڑکاؤ کیا جا رہا تھا' چتن کا آفیسرز میس سڑک اور ساحل کے درمیان کسی مقام پر ہے' کوچ ہموار سڑک پر سنبھل سنبھل کر چل رہی تھی' اس انداز میں چکر کاٹ کر میس تک جانا اور کھانا کھا کر پھسلتے ہوئے واپس آنا' ہم نے سرِ سڑک حاضر خوراک پر گزر بسر کرنے کا فیصلہ سنایا تو افسر مہمانداری پریشان

ہو گیا۔ جان اور وقت کی نسبت اسے اپنے جنرل کا حکم زیادہ عزیز تھا' بارش تیز ہوتی جا رہی تھی، کوچ کی رفتار مدھم ہو رہی تھی۔ ہم نے حکم عدولی اپنے سول سروں پر اٹھالی۔ گائیڈ بک میں درج متعدد احکامات کی عدولی کے باوجود گلگت کے آرمی آفیسرز میس میں منتظر میزبان غیر معمولی اندیشہ ہائے دُور و دراز میں مبتلا ملے۔ پورے سفر میں غیر معمولی اندیشے شریکِ سفر رہے' جغرافیہ تاریخ کی نسبت زیادہ درد آشنا ثابت ہوا۔

اس شاہراہ پر جو سفر میں نے ہیون سانگ کے تعاقب میں کیا تھا' خنجراب سے ٹیکسلا تک' وہ سفر منزل منزل تھا۔ ہیون سانگ کی پیروی میں مرحلہ وار' مطالعاتی کم اور تفریحی زیادہ' میزبان شاہراہ ریشم کے معمار اور محافظ انجینئر تھے جن سے یہ پورا پہاڑی سلسلہ خوفزدہ رہتا ہے۔ جنہوں نے ان پہاڑوں کی تاریخی مزاحمت پامال کر کے یہ عجوبۂ عالم سڑک تراشنے کا معجزہ کر دکھایا تھا۔ ان کی معیت میں یہ سفر اتنا کھردرا نہیں تھا' اس سفر کے لئے مجھے جنرل اسلم نے ورغلایا تھا' جب بھی الپائن کلب کی عاملہ کا اجلاس ہوتا وہ شاہراہ کی سنگینی اور فوجی انجینئروں کی جاں فروشیوں کی کہانیاں سنانا شروع کر دیتے' کوئی کہانی ختم کرتے ہوئے مسکرا کر " راہ گزر تو دیکھو " کا چیلنج پیش کر دیتے۔ چیلنج قبول کرنے چلا تو پورے چار روز موسم کے مزاج کی قید کاٹنا پڑی' کبھی جہاز والے لاؤنج میں بٹھا کر واپس بھیج دیتے' کبھی طیارے میں سوار ہو کر رن وے کی سیر کراتے اور پھر واپس لاؤنج میں پہنچا کر کل پھر آنا کا اعلان کر دیتے۔ جس روز میں واپسی کا پروگرام بنا رہا تھا اس صبح موسم کا مزاج درست ہو گیا۔ بادلوں کے سائبانوں کے نیچے دھند کے لحافوں میں چھپے پہاڑوں سے بچتے بچاتے اور کہر کی دیواروں میں راستہ بناتے ہیں اور پائلٹ گلگت پہنچے تو بریگیڈیئر مظفر علی شاہ اپنے پرسنل سٹاف افسر سمیت انتظار کرتے کرتے تھک چکے تھے' وہ مقیم اور اہم مسافر جنرل ایاز کے انتظار میں ہمارا تھک ہار جانا کوئی حیران کن بات نہ تھی' پنڈی سے آنے والے طیارے کی آواز پر ناصر ملک کا بے ساختہ " آگیا! " کا نعرہ لگانا کوئی بلا جواز بھی نہ تھا۔

چلے تو انجانی منزلوں کا شوق لئے' لوٹ آئے تو جانی منزل کا خوف بھی لوٹ آیا' کسی وادی میں خیمہ زن کرنے روانگی کی ساری خوشی چھین لی' سنگین دیواروں میں مقید ہواؤں نے ولولوں پر اوس ڈال دی۔

فوجی انتظار گاہ کی شیشے کی دیواروں سے آگے رنگ رنگ پھریرے جھوم رہے تھے' ہم کبھی ان پھریروں کی حرکتوں کا جائزہ لیتے' کبھی دور چوٹیوں کے بدلتے رنگ دیکھنا شروع کر دیتے۔ ہوا باز موسم کی نبض پر ہاتھ رکھ کر خاموش بیٹھ گیا' وہ ہماری اندرونی حالت سے واقف تھا' بات کر کے ہمارے جذبات مجروح نہیں کرنا چاہتا تھا' ہواباز آدھے راستوں سے پلٹنا اس کا معمول تھا وہ ہر روز کے اس پلٹنے جھپٹنے کا عادی تھا اور ہم ایک ہی دفعہ پلٹ کر پریشان ہو رہے تھے۔ یہ ہمارے متعلق کیا سوچ رہا ہو گا؟ میں نے اس کی آنکھوں میں اتر کر جائزہ لینے کی کوشش کی مگر وہاں نہ کوئی لہر تھی نہ طوفان' ایک سکوت تھا' طوفان کا سکون اور سکوت سے مقابلہ کرنا اس کی پیشہ ورانہ ضرورت تھی' اس کے پیشہ اور ماحول کی ضرورتوں نے اسے موسم اور ہواؤں کے مزاج کی تبدیلیوں سے بے فکر کر دیا تھا اور ہمیں اپنے خلائی لباس کی بھی فکر لگی تھی' کسی

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

نے دیکھ لیا تو کیا ہو گا؟ اس خوف میں انتظار گاہ سے باہر قدم رکھتے ہوئے ڈر رہے تھے۔ گزشتہ شب ہمیں سیاچن کی بلندیوں اور موسموں کے لئے یہ مخصوص لباس پہننے کی تربیت دی گئی تھی' اس کے باوجود صبح ایک دوسرے کی مدد کے بغیر اس میں داخل ہونا دشوار تھا۔ مبلغ ساٹھ ستر ہزار روپے کا قیمتی لباس کسی اور کی مدد کے بغیر پہننا ویسے بھی لباس کی توہین ہوتی، زندگی میں پہلی دفعہ اتنی شاہانہ پوشاک زیب تن بدن کر کے چاہیے تو یہ تھا کہ گلگت کی گلیوں اور بازاروں میں گھوم کر ہیلی پیڈ تک آتے۔ ہیلی پیڈ پر واپس آتے ہی کھلے میدان میں کھڑے ہو جاتے مگر معلوم نہیں کیوں ہر کوئی اس سے خوفزدہ سا ہو رہا تھا۔

سیاچن کی سردی اور بلندیوں تک سفر کے اپنے آداب ہیں' اس راہ کے مسافر یہ سفر منزل منزل طے کرتے ہیں' ہر منزل پر ذرا طویل قسم کا قیام کیا جاتا ہے۔ سردی' اور سردی' اور بھی سردی' بہت سردی' بہت ہی سردی اور پھر ناقابلِ برداشت سردی اور ناقابلِ تصور سردی' اس سفر کے مرحلے ہیں' ان آدابِ سفر کی پابندی سے مسافر کے جسم و جان موسم اور ماحول کی ضرورتوں کے مطابق اپنا اپنا نظام متعین کرتے جاتے ہیں۔ بیرونی حملوں کی شدت کے مطابق جسم کی قوتِ مدافعت بھی شدید تر ہوتی رہتی ہے' مگر ہمیں صرف گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں معمولی سردی سے ناقابلِ یقین سردی تک کے سارے مرحلے مکمل کرنا تھے' ہر مرحلہ پر قیام کر کے اپنے آپ کو اس مرحلہ اور اس سے آگے کے مرحلوں کی آفات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنے کا وقت تھا نہ لباس تبدیل کرنے کی فرصت' اس لئے سیاچن کی شدتوں کے مقابلہ کے لئے ہم گلگت سے ہی زرہ بکتر لگا کر نکلے تھے۔ زرہ بکتر سمیت شیشے کی دیوار کے پیچھے چھپے شکوک و شبہات کی کنکریاں پھینک رہے تھے۔

گلگت میں ہمارا قیام خلافِ توقع طویل ہو جانے سے جی ایچ کیو کو ہمارے اور اپنے جرنیل کے ارادوں کا علم ہو گیا تھا' ہمیں تو وہ واپس بلا نہیں سکتے تھے' اپنا ایک تربیت یافتہ نگران ہماری حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ وہ ہمارے قافلہ کا چھٹا سوار تھا' ہماری اور اپنے ساتھیوں کی زبان اور ضرورتوں سے واقف' وہ فریقین کے درمیان رابطہ کے فرائض انجام دے رہا تھا اور پل پل کی موسمی تبدیلیوں کی خبریں حاصل کر کر کے ہم تک پہنچا رہا تھا اور خوشی محسوس کر رہا تھا۔ آخر ہماری ایک دفعہ پھر خوشی کا مرحلہ بھی آگیا۔ ہیلی کاپٹر کے دروازے ایک بار پھر کھل گئے۔ وسوسوں کی کھڑکیاں ایک دفعہ پھر بند کرنا پڑیں۔

اب ایک بریگیڈیئر بھی شریک ہیلی کاپٹر ہو گئے۔ سکردو کی منزل کے باوردی مسافر' راستہ کی منزلوں اور مرحلوں سے آشنا' ہم نا آشنا وادیوں اور چوٹیوں میں دلچسپی رکھتے تھے اور وہ سیاست کے رموز و نکات میں دلچسپی لینا چاہتے تھے۔ فوج کے سربراہ کے عملی سیاست میں ملوث ہو جانے کے فوج کے لئے عملی نقصانات سے ہمیں آگاہ کرنا چاہتے تھے' ہیلی کاپٹر داستانوں کے اڑن کھٹولے کی مانند مافوق الفطرت مخلوق کے ناقابلِ تسخیر پہاڑی قلعوں کی ٹیڑھی میڑھی فصیلوں کے ساتھ ساتھ اڑا جا رہا تھا۔ ان فصیلوں سے پیچھے چھپے جنات کے خوف سے ہم اور بھی لب بستہ ہو گئے۔ بریگیڈیئر بھی ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا' سیاست زدہ خارزار

وادی سے سکردو کی برف زار وادی میں لوٹ آیا، نہ ہم اس کی کوئی مدد کر سکے نہ وہ ہماری مدد کر سکا، سکردو کی وادی میں برف کا راج تھا، میدان برف پوش، گلیاں برف، بازار برف، مکان برف، اشجار برف اور دریائے سندھ برف، زندگی اس برف کے نیچے کہیں چھپی ہوئی تھی۔ فوجی البتہ کہیں کہیں جاگتے دکھائی دیئے۔ ایک سوتے جاگتے فوجی ہیلی پیڈ پر بریگیڈیئر صاحب سے خدا حافظ کا تبادلہ کیا اور پھر سے مائل پرواز ہوگئے۔ دریائے سندھ کناروں کے اندر تک سمٹ کر برف چنے اونگھ رہا تھا۔ کناروں سے باہر دور دور تک چٹیل ریت کا لہریا بچھا تھا جیسے شدید طوفان کے بعد لق ودق صحرا میں شکن شکن لحاف پھیلا دیا جائے، نہ کوئی پیوند ہو، نہ کہیں سوراخ۔ برف کے صحرا کے درمیان ریت کا لہریا جس کے سینے میں کسی نے برف کے نیزے گاڑھ رکھے تھے۔ میرا دل اور کیمرے کی آنکھ ایک ساتھ پھڑکنے لگے۔ آہنی مشین حسن اور احساس سے بے پرواہ مزید اوپر اٹھتی جا رہی تھی ایک نوکیلے پہاڑ کا چکر کاٹ کر نکلے تو اس کے دامن میں شنگریلا برف تاپ رہا ہے۔ موسم بہار کی ایک صبح ہم گلگت سے ناشتہ کرنے شنگریلا آئے تھے۔ دیسی اور بدیسی مہمانوں کا بھرا ہوا سا دن تھرکی۔ بریگیڈیئر اسلم نے مہمانوں کو ناشتہ کرایا، اپنے ماضی وحال سے متعلق لیکچر پلایا اور گھوم پھر کر شنگریلا دکھایا تھا۔ کھانا اچھا تھا۔ ماحول خوبصورت تھا۔ نیچر کے متعلق مختلف سیاحوں کی آرا مختلف تھیں۔ بعض نے مٹھاس میں ذات کی ترشی کی شکایت کی۔ ملک ملک اور قسم قسم کے مہمانوں میں کچھ ایسے "بعض" بھی ہوتے ہیں۔ بریگیڈیئر صاحب نے مزید میزبانی کا شرف بخشنے کی درخواست بھی کی تھی جواب تک پینڈنگ پڑی تھی، گردن گھما کر ماحول اور وہ منظر تازہ کرنا چاہا، نیچے برف میں پھنسی ہوئی برف کی بہار موسم بہار کے منظر سے کسی طرح کم دلفریب نہ تھی۔

ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا پہاڑ کے بعد پہاڑ چکر کے بعد چکر ہیلی کاپٹر ہانپنے لگا جیسے کوئی میدانی سیاح کمر پر بوجھ لئے پہاڑوں کی ڈھلوانوں پر چلتے چلتے ہانپنے لگے، ذرا سی کھلی وادی میں نکل کر ہیلی کاپٹر نے آگے اڑنے سے معذوری ظاہر کر دی، اس کی پکار سن کر چند سیاہ پوش کہیں سے نمودار ہوگئے، سفید برف میں مدھم سی سیاہ لکیروں پر ہیلی کاپٹر قدم رنجہ فرما چکا تو پائلٹ کے بعد ہماری باری آگئی۔ بھاری بوٹ اور ہلکی برف پر اپنا وزن لیکر چلنا دشوار ہو گیا۔ ہر طرف برف، کوئی جائے مامن نظر نہ آئی۔ کچھ فاصلے پر کمر کمر برف میں دھنسے چند برف پوش کوارٹر سے دکھائی دیئے، جن کے سامنے مزید سیاہ پوش نوجوان برآمد ہوگئے تھے۔ یہ ہمارے سفر کا پہلا مرحلہ تھا، دوسرے مرحلہ کیلئے ہیلی کاپٹر کی کمر پر سے انسانی بوجھ مزید کم کرنا لازم تھا، اپنے دو رکنی عملہ کے ساتھ وہ مزید دو ہی افراد کا بوجھ اٹھا سکتا تھا۔ فضا میں ہوا کا بوجھ اتنا کم تھا کہ وہ چار آدمیوں سے زیادہ کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ ہم کوارٹروں کی طرف چلے تو پہلی قسط کے مسافروں کے نام پکار دیئے گئے۔ چلتے وقت برف میں تیز چلنے سے سختی سے پرہیز کی ہدایات کی گئی تھیں، اس خوف سے کہ فوجی اخبار نویسوں کو گئے گزرے نہ سمجھ لیں یا اس خیال سے کہ ابھی تو میں جوان ہوں، اپنا نام سن کر میں برف میں ذرا بھاگ کر ہیلی کاپٹر کی طرف چلا، سو ڈیڑھ سو فٹ تو فاصلہ تھا۔ اتنا بھی کیا

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

پرہیز، ہیلی کاپٹر تک پہنچا تو سانس ساتھ چھوڑنے کی تیاریاں کر رہی تھی، اس بلندی پر ایک تو ہوا کم پھر اسی نسبت سے آکسیجن کمزور، سانس بے چاری کیا کرے۔ فضا میں اٹھے تو پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کے اندرونی نظام گفت وشنید کی مدد سے حال چال دریافت کیا مگر اپنا حال یہ تھا کہ بولیں تو لفظ کانپنے لگیں۔ پھر بھی گندم سوال کا چنے سے جواب دینے کی کوشش کرتے رہے۔

جنگ قائد پوسٹ

سیاچن کے گرم ترین محاذ بیلا فونڈلا کے روبرو علی برانگہ سولہ ہزار فٹ بلند کرسی پر تشریف فرما ہے' ہم اس کی کرسی سے ابھی ہزاروں فٹ بلند تھے کہ پہلی توپ نے سلامی پیش کی' پائلٹ شاید ان استقبالیہ آداب کا عادی تھا۔ ہیلی کاپٹر کو ہلکا سا چکر دیکر نہایت اطمینان سے برف پر اتر گیا' ہر طرف وائٹ کارپٹ اور توپوں کی سلامی ہم نے ذرا تن کر برف پر قدم رکھا تو سانس معدوم ہونے لگی' استقبالیہ لائن میں لگے نوجوان ڈاکٹر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنی خدمات اور آکسیجن پیش کر دیں۔ ایک دوست ملک کا ایک بزرگ ترین سربراہ ایک بار پاکستان کے دورے پر آیا' ہوائی اڈہ پر اس کا ریڈ کارپٹ استقبال کیا گیا' توپیں داغ کر سلامی دی گئی اور ان کی بزرگی اور حالت کو دیکھتے ہوئے پہیوں والی کرسی پیش کی گئی۔ بزرگ نے اس پیشکش کا کوئی نوٹس نہ لیا' اپنے پاؤں پر چل کر رسومات پوری کیں' اس کے سامنے ایک طرف اپنے ملک کے وقار کا مسئلہ تھا اور دوسری طرف وہیل چیئر' اس نے ملکی وقار کا انتخاب کیا' ہمارے سامنے ایک طرف پیشہ ورانہ وقار کا سوال تھا اور دوسری طرف آکسیجن اور ڈاکٹر کی خدمات' ہم نے بھی پیشہ ورانہ وقار کا انتخاب کیا' ہماری سانس پر گوماکی برف ریس کے اثرات ابھی باقی تھے کہ یک دم ناقابل برداشت بلندی پر پہنچا دیئے گئے تھے۔ شاید انہیں ہمارا امتحان مقصود تھا۔ قوت ارادی اور سانس مجتمع کر کے ہم اپنے قدموں پر چلتے رہے وہ ہماری اس کامیابی پر بھی مطمئن نہ ہوئے۔ ہیلی پیڈ سے سیدھے ہمیں وی آئی پی لاؤنج میں لے گئے' ٹھنڈا گرم پیش کیا توپوں کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں جب یہ تعداد اکیس اور اکتیس

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

سے بڑھنے لگیں تو ہم نے یہ تکلف برطرف کرنے کا مشورہ دیا فضول خرچی ہمیں ویسے بھی گوارا نہیں ہوتی۔ اس بلندی پر اتنے وزنی گولے توپوں میں پھونک دینا ہمیں بالکل ہی پسند نہیں تھا' ہمیں بتایا گیا تھا کہ ان راہوں میں ایک آدمی آٹھ دس کلوگرام وزن بمشکل چھ سات کلومیٹر تک اٹھا کر لے جا سکتا ہے۔ اس حساب کتاب والوں کے مطابق اگلے مورچوں میں ایک چپاتی دو اڑھائی صد روپے میں پڑتی ہے۔ اس حساب کتاب سے اتنے وزنی گولے پر تو بہت ہی خرچ آتا ہو گا' تاکہ اس بلندی پر پیسے کوئی اخبار نویس نہیں آیا مگر خوشی اور گولوں کی بھی کوئی حد ہونا چاہئے مگر میزبانوں نے بتایا کہ ہمارے بھارت بھائی کو ہماری آمد پر ان سے بھی زیادہ خوشی ہوگئی تھی۔ ہمارے زمین پر قدم رکھنے اور برف میں دھنسنے سے بھی پہلے بھارت بھائی نے ہی توپ داغ کر اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا' جوابا وہ خوشی کی توپ کیوں نہ داغتے یہ تو آداب برادرانہ اور رسم استقبال کے منافی ہوتا' ہم جب تک وہاں رہے دونوں فریق توپیں داغ داغ کر اپنی اپنی خوشی کا اظہار کرتے رہے' ان بلندیوں پر توپوں کیلئے خاص قسم کے گولوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فریقین نے خاص قسم کے گولوں سے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

مقامی زبان میں یعنی اس مقام کے ارد گرد کے قابل رہائش مقامات کی زبان میں علی برانگسہ کے معنی علی کی آرامگاہ کے ہیں۔ مقامی روایات کے مطابق سید علی ہمدانی نے تبلیغ اسلام کے کسی سفر میں اس جگہ توقف فرمایا تھا' خدا کے قافلہ میں تین قسم کے لوگ شامل بتائے جاتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو حج بیت اللہ کے سفر میں ہوں' دوسرے وہ جو عمرہ کے لئے سفر کر رہے ہوں اور تیسرے وہ لوگ جو اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت پر متعین ہوں۔ خدا کے قافلہ کے لوگ سیاچن کے مقام توقف پر مستقل طور پر مقیم تھے اور ہم خدا کے قافلہ والوں کے ہاں وقتی مہمان خصوصی' اس لئے ہمارے ساتھ خصوصی حسن سلوک لازم تھا اور اس کا طرح طرح سے اظہار کیا جا رہا تھا۔ کبھی آکسیجن پیش کر کے اور کبھی ٹافیاں اور جوس پیش کر کر کے' ہوا اور اس میں شامل آکسیجن کے ذخائر کی مانند ان بلندیوں پر جسم میں شوگر کے محفوظ ذخائر بھی خطرناک حد تک غائب ہو جاتے ہیں' اس لئے جسم اور دماغ کو شوگر کی فراہمی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ خوراک میں حلوہ لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ چاکلیٹ اور ٹافیوں کا خشک راشن ہر بندہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہے اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد اسے اپنے نام جاری کرتا رہتا ہے۔ گلگت سے روانگی کے وقت ہمیں بھی اس خشک راشن کا وافر کوٹا جاری کیا گیا تھا مگر اناڑی ہونے کی وجہ سے ہم یہ راشن بروقت جاری کرنا بھول گئے تھے۔ وی آئی پی لاؤنج کافی پرسکون تھا۔ فرش اور دیواریں اندر سے مکمل طور پر کمبل پوش تھے اور جگہ جگہ مٹی کے تیل کے ہیٹر سردی سے برسرپیکار تھے۔ تندور نما وی آئی پی لاؤنج کا نصف سے زیادہ نیچے کا دھڑ برف میں چھپا ہوا تھا۔ چھت اور دیواروں پر بھی برف کی موٹی تہہ چڑھا کر اسے سرد ہواؤں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیا تھا مگر اس کے برف میں بالکل ہی محفوظ ہو جانے کے امکانات کم کرنے کیلئے وقفہ وقفہ سے زائد برف ہٹائی جاری تھی۔ باہر وادی اور شفاف چوٹیوں پر ناتواں سی

دھوپ بھی کانپتی ہوئی نظر آئی۔ خدا کے قافلہ والوں نے بتایا کہ سورج نے اس روز ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بعد اپنے رخ روشن سے شاید ہمارے استقبال کے لئے نقاب الٹی تھی' پس ماندہ ساتھیوں کی آمد سے پہلے ہی ہم لاؤنج کی تقریبات سے فارغ ہو کر کھلی برف اور دھوپ میں نکل آئے اور ماحول کا تباہ کن حسن دل اور آنکھوں میں محفوظ کرنے کی کوشش میں لگ گئے مگر کھلے دل اور کھلی آنکھ سے اس کا سامنا ممکن نہیں تھا۔ دل میں اس کی شدت کا سامنا کرنے کی طاقت نہیں تھی اور آنکھ میں اس کی شعاؤں کی تاب نظارہ نہ تھی' سورج کی شعائیں سفید برف سے ہم آغوش ہونے کے بعد حالت وجد میں ہوتی ہیں۔ اس حالت میں جو کوئی ان کو دیکھنے کی جرات کرے اس کی بینائی سلب کر لیتی ہیں اس لئے کوئی بھی کبھی انہیں ننگی آنکھ سے نہیں دیکھتا۔ ہر وقت آنکھوں پر خاص قسم کی عینکیں چڑھائے رکھتے ہیں۔ یہ عینکیں ہمیں بھی جاری کی گئی تھیں' ہم کھلی آنکھ سے حسن روشنی کے تاب کا نظارہ نہیں کر سکتے تھے۔ ہم قدم اٹھاتے میزبان اسے واپس برف پر رکھنے سے پہلے ہی "احتیاط" کی ہدایت کر دیتے ہیں۔ برف اور فوجی بوٹوں کی پریکٹس نہیں تھی' تنی زیادہ ہدایات پر عمل کرنے کے بھی عادی نہیں تھے۔ ہدایات کو نظر انداز کرتے تو بوٹ پھسل پھسل جاتے' زم برف میں کہیں کہیں مسلسل آمدورفت سے پگڈنڈیاں سی بن گئی تھیں' جس طرح دن میں ایک ہی جگہ سے بار بار آنے جانے سے راستے بن جاتے ہیں مگر ان راستوں پر توازن برقرار رکھنے کیلئے بھی پریکٹس کی ضرورت تھی اور ہم بلا تربیت گلگت سے سیدھے ان پر پھسلنے راستوں پر پھینک دیئے گئے تھے۔ اگر توازن اور ہدایات پر عمل کرتے ہیں تو لوازمات صحافت پورے نہیں ہوتے۔ جدھر نظر اٹھاتے تھے نظارے پکارنا شروع کر دیتے تھے' مگر ہم ہر کسی کی پکار پر عمل نہیں کر سکتے تھے' آخر گردونواح میں بکھرے بنکروں اور مکانات کا ذرا کھل کر جائزہ لینے کا فیصلہ کیا' میزبانوں نے بھی ہمارے اس فیصلہ کو قبول کر لیا' اور ایک دو آدمیوں کو ساتھ لگا دیا کہ ہم پر اور ہمارے قدموں پر نظر رکھیں۔ فوجی جوان اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے بنکروں' مکانوں اور راستوں پر سے برف ہٹا رہے تھے' برف کے نیچے سے پتھریلی زمین تلاش کر رہے تھے۔ دریافت شدہ زمین پر قبضہ مستحکم کرنے کی کوشش میں مصروف تھے' ادھر کی اینٹ ادھر کا پتھر جمع کر کے دیواریں چن رہے تھے ان کے مشاغل بہت قسم کے تھے جن کی ادائیگی کے دوران وہ مل کر نعرے بھی لگاتے تھے اور گانے بھی گا رہے تھے۔ برف کے ایک ڈھیر میں ایک سیاہ سوراخ نظر آیا۔ سفیدی کے چہرے پر اتنا سیاہ داغ دیکھ کر آگے بڑھے تو یہ زیر برف باورچی خانہ کا دروازہ نکلا۔ گرم اور سیاہ پوش باورچی خانہ جس میں سیاہ رو باورچی حلوہ تیار کر رہے تھے۔ اسی شاہانہ لباس میں جو ہمارے لئے ناگوار ہو رہا تھا' اشیاء صرف و حرب کے ذخائر کھلے میدان میں دبے پڑے تھے کسی چٹان کی اوٹ میں بوریاں اور بنڈل چن کر اوپر ترپال ڈال دی۔ برف کی دیواریں اور چھت فطرت خود فراہم کر دے گی۔ بوقت ضرورت برف میں سرنگ لگائی اور گودام تک پہنچ گئے۔

پس ماندہ ساتھی اور افسران کی آمد سے سفید ویرانہ کافی آباد ہو گیا۔ ہم نے زیادہ سے زیادہ سوال پوچھے' انہوں نے ضرورت سے بھی زیادہ جوابات دیئے۔ ہم زیادہ سے زیادہ گھومنا پھرنا چاہتے تھے۔ دور

سفید چوٹیوں میں پوشیدہ اگلی پوسٹوں تک جانا چاہتے تھے' مگر وہاں تک جانا نہ ہیلی کاپٹر کیلئے ممکن تھا' نہ ہمارے لئے' نظروں سے نزدیک دکھائی دینے والی دفاعی پوزیشن قدموں سے بہت دور تھیں' درمیان میں پوشیدہ گھاٹیاں اور چھپے ہوئے ندی نالے تھے۔ ہم جو برفیلی پگڈنڈیوں پر کھل کر نہیں چل سکتے تھے' برف کے دریا سے کیسے پار اترتے۔ یہ مہم تھی بھی ایک سے زیادہ دنوں اور راتوں کی اور وہ آج کی رات آنے سے پہلے پہلے ہمیں واپس کسی کم بلند چوکی پر پہنچانا چاہتے تھے' ہماری صحت اور زندگی انہیں ہم سے بھی زیادہ عزیز تھی' ان کی ساری احتیاطوں کے باوجود ہم نے گرتے پڑتے سارے علی برانگسہ کی زیارت مکمل کرلی۔

فوج میں رینک کی بہت اہمیت ہوتی ہے' چھوٹے سے بڑے تک ہر فوجی اپنا رینک ہر وقت سینے سے لگائے رکھتا ہے۔ شب و روز کندھوں پر اٹھائے پھرتا ہے' مگر علی برانگسہ میں محمود و ایاز سارے ہی رینک فری گھوم پھر رہے تھے۔ سب نے ایک جیسا ہی خلائی لباس زیب تن کر رکھا تھا' بعض کا یہ لباس سیاہی مائل تھا' بعض کا سیاہ اور بعض کا سیاہ ترین۔ ہم اسے طبقاتی تقسیم کی علامت سمجھے۔ انہوں نے بتایا کہ لباس کی یہ سیاہی اور سفیدی اس محاذ پر مدت قیام کا پیمانہ ہے۔ سورج کی وہی شعاعیں جو سبزہ و شجر کیلئے ہریالی کا پیغام لاتی ہیں' سیاچن کی بلندیوں پر ہر چیز کے چہرے پر سیاہی مل دیتی ہیں۔ برف سے منعکس ہو کر جس سفید چیز پر پڑیں اسے سیاہ کرتی جاتی ہیں۔ برف پر پڑنے اور پھیلنے والی سورج کی شعاؤں کی کیمیائی تحلیل کے زیر اثر سفید خلائی لباس سیاہ ہوتا جاتا ہے' انسانوں کے سرخ و سفید چہرے کالے پڑ جاتے ہیں۔ چہروں کی سیاہی سے بچنے کیلئے ہر جوان اور افسر نے داڑھی پال رکھی تھی' اس کا ایک اضافی فائدہ یہ تھا کہ شیو کیلئے پانی بنانے کو ڈھیروں برف گرم کرنے سے نجات مل جاتی تھی۔ لباس پر کسی قسم کی داڑھی لگانا ممکن نہیں تھا۔ وہ مکمل طور پر برفیلی شعاؤں کے رحم و کرم پر تھا اور یہ برف اور شعاعیں ان بلندیوں اور پستیوں کی خلوت میں مداخلت کرنے والے کسی فرد پر نہ رحم کھاتی ہیں نہ کرم کرتی ہیں۔ بعض جوانوں کے لباس کی سیاہی پر خود سیاہی بھی شرم محسوس کرتی ہوگی۔ ہمیں اپنے لباس کی بے داغ سفیدی ______ پر شرم محسوس ہونے لگی۔ اس تفاوت اور تضاد کی تصویر بنانا چاہی تو کیمرے کی آنکھ سے پانی نکلنے لگا' پانی صاف کر کے بٹن دبایا تو فلم نے حرکت سے انکار کر دیا۔ ڈاکٹر سے پوچھا تو اس نے نبض پر انگلیاں رکھے بغیر بتا دیا کہ کیمرے کے اندر محفوظ فلم سردی کی شدت سے کھلی چھت پر سوئے ہوئے جولاہیاں دے جوائی کی مانند اکڑ گئی ہے اور آکسیجن سے بھی اس کی زندگی بحال نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کیمرے میں نئی فلم ڈال کر اسے اکڑنے سے بچانے کا نسخہ بھی بتا دیا "اسے قیام کی منزل میں نہ چھوڑو حرکت کے مراحل میں رکھو"

ہماری روانگی سے چند روز پہلے سیاچن کے بھارتی ایریا کمانڈر کی ایک پریس کانفرنس کی تفصیلات بھارت کے بعد پاکستانی اخبارات میں بھی شائع ہوئی تھیں۔ ایریا کمانڈر نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کی پریس کانفرنس سے چند روز پہلے سیاچن کے محاذ پر اس کی بہادر افواج نے پاکستان کے ایک پورے بریگیڈ کا

Scanned by iqbalkalmati@oneurdu.com

حملہ پسپا کر دیا تھا اور ڈیڑھ سو کے قریب افسر اور جوان شہید کر دیئے تھے' ہم نے اتنے بڑے نقصان اور حملہ کی بات شروع کی تو مقامی ایریا کمانڈر مسکرا دیا "وہ سامنے جو پہاڑ ہیں ان میں پوشیدہ پوسٹوں میں سے ایک کو ہم تابش پوسٹ کہتے ہیں' اس کے سامنے بھارت کی اکبر اور رانا پوزیشنیں ہیں' وہ لڑائی ان پوسٹوں پر ہوئی تھی' آپ خود دیکھ لیں کہ وہاں سے یہاں تک زمینی صورتحال کیا ہے' یہاں تو ایک کمپنی کھل کر نہیں لڑ سکتی پورا بریگیڈ کیسے لڑے گا؟"

لڑائی اور اس کے فوجی لوازمات کا ہمیں زیادہ علم نہیں تھا مگر دوسری طرف ایک جرنیل کی پوری پریس کانفرنس تھی۔ ہم نے مقامی کمانڈر سے کج بحثی شروع کر دی اس نے بتایا کہ مذکورہ بھرپور لڑائی میں پاکستان کے ایک سیکنڈ لیفٹیننٹ نے حصہ لیا تھا اور وہ اور اس کے چند ساتھی خدا کے فضل سے صحیح سلامت ہیں' ہوا یہ تھا کہ ایک اعلیٰ افسر کو اس علاقہ کی کمان ملی تو وہ شوق سیاحت میں برف ناپتا تابش پوسٹ پر پہنچ گیا۔ وہاں پر متعین افسروں اور جوانوں کو پہلے تو یقین نہیں آیا کہ اتنا اونچا افسر اتنی اونچی پوسٹ پر بھی چڑھ سکتا ہے۔ جب ان کے ہوش و حواس بحال ہوئے تو وہ افسر کو میدانی صورتحال سے آگاہ کرنے لگے۔ سامنے بھارتی فوجیوں کا ایک دستہ اکبر اور رانا پوسٹ والوں کیلئے راشن لے جا رہا تھا کمانڈر نے ایک نوساختہ سیکنڈ لیفٹیننٹ سے پوچھا کہ بوقتِ ضرورت وہ اس سپلائی میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے؟ لیفٹیننٹ نے اس کا عملی مظاہرہ کر دیا اور پھر زورا غیر معمولی جھڑپ ہو گئی ہم نے کمانڈر سے بھارت والوں کے نقصان کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس کے پاس جنرل نندا والی دوربین نہیں تھی کہ وہ اس نقصان کو اپنی آنکھ سے گن سکتے۔ بہرحال نندا کا کچھ نقصان ہوا ضرور تھا جنرل نندا نے اتنا دعویٰ کیوں کر ڈالا؟ ان کا اندازہ تھا کہ اس کے پیچھے بھارت کی کوئی سیاسی یا جنرل نندا کی کوئی ذاتی مجبوری تھی۔

بیلافونڈلا کی شہرت میں قائد پوسٹ نے بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے یہ پوسٹ پاکستانی سیاست میں بھی بڑی پاپولر رہی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی شریک چیئرپرسن نے اس پوسٹ کو قائد پوسٹ سے قائداعظم پوسٹ بنا دیا تھا یہ پوسٹ کھو دینے پر ان کے غم و غصہ کی تائید میں ملک کے سیاستدان اس طرح مصرع پر غزلیں اور دو غزلے کہتے رہے تھے برف پوش پہاڑ کی چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک افسر نے اس پوسٹ کا مکمل وقوع سمجھایا اور بتایا کہ جس کمپنی نے اس بلندی پر چڑھ کر یہ پوسٹ قائم کی تھی' اس کا فوجی نام "لیڈر" کمپنی تھا۔ اس کے نام پر اس کی قائم کردہ پوسٹ لیڈر پوسٹ کہلائی۔ لیڈر کا اردو ترجمہ قائد کیا گیا۔ ہمارے سیاستدانوں نے بھارت کے قائد پوسٹ پر قبضہ کی خبر پڑھی تو اسے قائداعظم پوسٹ بنا دیا۔ اس سے اس پوسٹ اور اس پر بھارتی قبضہ وزنی ہو گیا۔ سیاست میں وزن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ وزن اتنا بڑھا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک اور جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ قائد پوسٹ اتنی بلندی پر ہے کہ اس درہ میں بھارت کی پوزیشنیں اس سے غیر محفوظ ہو گئی تھیں۔ اس پوسٹ میں متعین پاکستانی محافظ جب چاہتے بھارت کی سپلائی لائن کاٹ دیتے تھے' بھارتی کمانڈر اس برتری سے بہت پریشان تھے۔

آخر انہوں نے اس ناقابلِ تسخیر پوسٹ پر قبضہ کا ایک منصوبہ تیار کیا اور کئی دنوں تک اس پر عمل کرتے رہے' پہلے اپنی توپیں ایسی جگہ پر پہنچائیں جہاں سے یہ پوسٹ ان کی براہ راست زد میں آگئی' پھر ان توپوں سے دن بھر پوسٹ پر گولہ باری کرتے۔ پوسٹ تک رسائی صرف رسوں کی مدد سے ممکن تھی۔ گولہ باری کی وجہ سے پاکستانی سپلائی لائن کٹ گئی۔ صرف رات کے وقت وہاں تک افراد اور اسلحہ پہنچایا جا سکتا تھا۔ ایریا کمانڈروں نے جنرل بنگش اور سیاچن کے کمانڈر بریگیڈیئر پرویز اکبر کو اس نازک صورتحال سے آگاہ کیا اور بھارتی توپوں کو خاموش کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے یہ بھی خدشہ ظاہر کیا کہ بھارت اس پوسٹ پر حملہ کرنے والا ہے۔ بریگیڈ کمانڈر نے ایس ایس جی (کمانڈوز) والوں سے رپورٹ مانگی' انہوں نے اس پوسٹ پر بھارتی حملہ کو ناممکن قرار دے دیا۔ بریگیڈ کمانڈر نے نہ تو بھارتی توپوں کو خاموش کرنے سے اتفاق کیا اور نہ ہی ایریا کمانڈروں کے خدشات سے اور دوسرے محاذوں پر سیر سپاٹے کو چل دیئے۔ بھارت والوں نے دن کے بعد رات کو بھی گولہ باری شروع کر دی۔ پوسٹ پر متعین عملہ محصور ہو گیا دو روز تک نہ خوراک پہنچائی جا سکی نہ کوئی امداد۔ پاکستانی بریگیڈ کمانڈر اس خطرہ کا پوری طرح احساس نہ کر سکا۔ وہ کمانڈوز کی اس رپورٹ سے مطمئن تھا کہ بھارتی اس بلندی تک چڑھ ہی نہیں سکتے توپوں کی مسلسل گولہ باری سے پہاڑی کی برف پوش ڈھلوان پر گہرے زخم لگے تھے' بھارتی ان زخموں پر پاؤں رکھتے ہوئے پوسٹ تک پہنچ گئے۔ محصور محافظوں نے آخری گولی تک مقابلہ کیا اور پوسٹ پر بھارت کا قبضہ ہو گیا۔

میدانِ جنگ میں بھارت کی یہ بڑی کامیابی تھی میدانِ سیاست میں ضیاء الحق کیلئے یہ ناکامی بڑی تکلیف دہ تھی۔ جی ایچ کیو میں اعلیٰ سطح پر اجلاس ہوئے۔ کور کمانڈر جنرل عمران اللہ نے ہر صورت میں قائد پوسٹ پر قبضہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ہر قسم کے حالات سے نپٹنے کیلئے ہر قسم کے لوازمات فراہم کیے گئے۔ ایریا کمانڈروں نے جارحانہ دفاع کا منصوبہ تیار کیا۔ بھارت نے وہی پرانا نسخہ آزمایا سیاچن پر مقابلہ کی بجائے سندھ کے محاذ پر افواج جمع کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ ضیاء الحق نے کھلی جنگ کا خطرہ مول لینا پسند نہ کیا۔ بھارت کا محاذ گرم کرنے کی بجائے آپریشن قائد پوسٹ اور اس کی پڑوسی پوسٹوں تک محدود کر دیا گیا۔ مقررہ تاریخ کو کور کمانڈر خود آپریشن روم میں بیٹھے۔ کمانڈو دستوں کو آپریشن کیلئے روانہ کر دیا گیا۔ لیکن ابھی وہ راستہ میں ہی تھے کہ برف کا شدید طوفان آ گیا۔ بریگیڈ کمانڈر نے ایک بار پھر نالائقی دکھائی۔ کمک دینے کے بجائے آپریشن اگلے دن تک ملتوی کر دیا۔ کمانڈو دستہ رات بھر کھلے طوفان کا مقابلہ کرتا رہا' انہیں برف کے طوفان میں رات گزارنے کا سامان تو دیا نہیں گیا تھا۔ دوسرے روز ان تھکے ماندے اور طوفان زدہ جوانوں نے قائد پوسٹ پر حملہ کیا۔ بھارتی تیار بیٹھے تھے۔ قائد پوسٹ واپس نہ لی جا سکی۔ اس کے پہلو میں تبش اور رانا پوسٹیں حاصل کر کے اس نقصان کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی مگر یہ نقصان بہت بڑا تھا۔ بریگیڈ کمانڈر پرویز اکبر اور شمالی علاقہ جات کے کمانڈر جنرل بنگش کو سزا کے طور پر پیچھے بلوا لیا گیا اور پھر تھوڑے عرصہ بعد انعام کے طور پر اور بھی بہتر عہدوں پر فائز کر دیا گیا۔ مارشل لا میں ضیاء الحق کسی

فوجی کو اس کے جرائم کی سزا دینے کے خلاف تھے۔

اس ناکامی پر بات ہوئی تو ماہرین نے قائد پوسٹ کی واپسی کا آپریشن ایس ایس جی کے سپرد کرنے کے فیصلہ کو بھی غیر پیشہ ورانہ قرار دیا۔

بلتی زبان میں درہ کو "لا" کہتے ہیں۔ سیاچن کے شمالی سرے پر پاکستان کی طرف پانچ دروازے کھلتے ہیں۔ سیالا' بیلافنڈلا' گیونگ لا' یرم لا اور چیولنگ لا۔ پاکستان کو جب بھارتی افواج کی گلیشیر پیمائی کی اطلاع ملی تو وہ سیاچن کے ان دروازوں پر دستک دے رہی تھیں۔ ان کے استقبال کے لئے جو دستے ہنگامی طور پر بھیجے گئے ان کے پاس نہ اس موسم کیلئے لباس تھا' نہ مناسب ہتھیار اور نہ ہی ان بلندیوں اور برف زاروں میں آپریشن کا تجربہ۔ اس بے سروسامانی کے باوجود انہوں نے بھارتی فوجیوں کو وہیں روک دیا' بلکہ بعض اہم مقامات سے پیچھے دھکیل دیا' اس وقت سے دونوں افواج وہیں پر قائم ہیں' بس کبھی ایک آدھ پوسٹ کیلئے کوئی آپریشن ہو جاتا ہے جس میں اس وقت تک پلہ پاکستان کا ہی بھاری تھا' ان دروں میں سے جنوبی حصہ کے دروں چیولنگ لا' یرم لا اور گیونگ لا میں پاکستان کی پوزیشن بہتر بتائی گئی۔

گلیشیر کو آپ کنگ سائز ٹوٹی پھوٹی آئس کریم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہ کھانے والی نہیں کھا جانے والی آئس اور کریم ہوتی ہے چونکہ کھانے اور اٹھائے جانے کیلئے نہیں ہوتی اس لئے اس کا سانچہ ذرا بڑا ہوتا ہے۔ ٹوٹی پھوٹی بنانے کیلئے آپ کیا کرتے ہیں؟ سانچے میں دودھ ڈال دیا' چینی ڈال دی' فروٹ ڈال دیا اور پھر اسے جمنے کیلئے چھوڑ دیا۔ قدرت جب گلیشیر بناتی ہے تو وہ بھی کچھ اسی قسم کا فارمولا استعمال کرتی ہے۔ سانچے میں پتھر ڈال دیئے' چٹانیں ڈال دیں' چھوٹے موٹے پہاڑ ڈال دیئے' درخت اور جھاڑیاں ڈال دیں اور پھر ان پر برف ڈال کر انہیں جمنے کے لئے چھوڑ دیا۔ موسم گرما میں اوپر سے کچھ برف پگھل گئی سرما میں اس سے زیادہ اور ڈال دی' اسی طرح صدیوں تک قدرت یہ بڑی سی قلفی جماتی رہتی ہے' جس طرح ٹوٹی پھوٹی میں پھل فروٹ درمیان میں چھپے رہتے ہیں اور کپ ٹوٹ جائے تو آئس کریم کے گولے کا ساتھ نہیں چھوڑتے' اسی طرح صدیوں میں جمنے والی اس سنگدل قلفی میں پہاڑیاں چٹانیں پتھر درخت وغیرہ اس کا جزو بن جاتے ہیں اور جب کبھی قدرت اس سانچے کو جھٹکا دیتی ہے تو یہ قلفی سانچے کے کسی کمزور پہلو پر دباؤ ڈالتی ہے' تو اس طرف کے پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ راستہ میں پڑنے والے دریا رخ بدل لیتے ہیں جھیلیں میدان اور میدان جھیلیں بن جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ہنزہ سے آگے اس قسم کی ایک قلفی نے انگڑائی لی تو شاہراہ ریشم سمیت پہاڑ اٹھا اٹھا کر دریا کے پار پھینک دیئے۔ دریا کے سامنے پتھروں کی فصیل بنا کر اسے راستہ بدلنے پر مجبور کر دیا' معلوم تاریخ میں سیاچن نے کبھی ایسی انگڑائی نہیں لی' اس کی سطح کے اوپر اور نیچے ظاہری اور خفیہ ندی نالے بھی ملتے ہیں اور قلفی میں جمے پہاڑوں کی چھوٹی موٹی چوٹیاں بھی۔ سیاچن کا مقامی زبان میں مطلب جنگلی گلاب والا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں اس پر کہیں کہیں خودرو سرخ گلاب کے پھول بھی دیکھنے کو مل سکتے ہیں۔

حفیظ جالندھری کو بھی سیاچن کے ہاں شرف باریابی حاصل ہوتا تو وہ خیبر کیلئے

نہ اس پہ گھاس اگتی ہے نہ اس پہ پھول کھلتے ہیں
مگر ان چوٹیوں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

لکھ کر بلندیوں کی توہین کا مرتکب نہ ہوتا۔ درہ خیبر کی جن چوٹیوں کو دیکھ کر حفیظ کو آسمان کے جھک کر ملنے کا گمان گزرا تھا سو وہ اس گلیشیر سے بہت کم بلند ہیں۔ یورپ کے بلند ترین پہاڑ کی اونچائی بھی چھ ہزار فٹ ہے اور سیاچن کے در اور دروازے اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر نصب کئے گئے ہیں اس لئے ان کی دربانی بہت دشوار ہے۔

درخت تو چلو نہ ہوا مگر کوئی پرندہ بھی وہاں پر مارتا نہیں دیکھا گیا' ہوا اتنی لطیف ہے کہ پرندے کا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتی؟ کیمپ کا باریش ڈاکٹر دو تین سیاہ ترین وردی والے نوجوانوں کو پکڑ لایا "آپ نے کبھی کوئی پرندہ دیکھا ہے؟" وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اس جگہ کے وہ سب سے پرانے باسی تھے۔ سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر سنجراب کے دامن میں ہم نے ایک دفعہ چینی چوہے دیکھے تھے' اتنے قد آور کہ بلی دیکھ لے تو دم دبا کر بھاگ جائے۔ اس سے ذرا نیچے پہاڑوں کے قدم چوم کر بہتے دریا کے اوپر دو چھوٹے چھوٹے سیاہ پرندے اڑتے ہوئے کبھی ایک پہاڑ سے چمٹ جاتے کبھی دوسرے سے۔ میں نے اپنے گائیڈ کپتان سے ان کا نام پتہ پوچھا تو اس نے بتایا تھا کہ یہ کوے ہیں۔ چونچ بھی کالی پر بھی کالے والے۔ مجھے اس کے علم کی گہرائی پر شبہ ہونے لگا کوے حربی پرندوں کی مانند جھپٹ پلٹ رہے تھے۔ ان کی شکل بھی کوے کی بجائے کوئل سے زیادہ ملتی تھی۔ قد کاٹھ بھی اتنا ہی دکھائی دیا۔ ان میں سے ایک ہمارے قریب ترین مکان کی منڈیر پر آن بیٹھا اور نغمۂ خوشی شروع کر دیا اس کے سروں کا انداز کووں سے زیادہ قریب تھا' ایک سپاہی نے آزادانہ تصدیق کی کہ واقعی یہ کوا ہی ہوتا ہے۔ تب یقین کرنا پڑا وہ کوا برفیلے پہاڑوں میں گھونسلہ بناتا ہے۔ اگر یہ دونوں جانور وہاں ہو سکتے ہیں تو یہاں کیوں نہیں ہو سکتے؟! اس نے جواب دیا کہ چینی چوہے نہ ہونے کی وجہ تو اس جگہ سے چین کی دوری ہو سکتی ہے۔ برفیلے کوے البتہ ملتے ہیں مگر کبھی کبھی ہی ان کی اس کمیابی کی وجہ برف کی کثرت ہو سکتی ہے۔ مجھے کچھ دہشت سی ہونے لگی اس جگہ آپ کھیل نہیں سکتے۔ کھل کر قہقہہ نہیں لگا سکتے۔ خوشی اور اداسی کا کوئی گیت نہیں گا سکتے کہ آکسیجن نہیں ملتی۔ سورج نہ نکلے تو کئی کئی روز بنکروں میں بند رہنا پڑتا ہے۔ نکلے تو آنکھوں اور چہروں پر شعاعیں حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ اچھی خوراک نہیں کھا سکتے کہ ہضم نہیں ہوتی نہ ہریالی نہ اشجار نہ جانور آخر تم یہاں زندہ کیسے ہو؟ ڈاکٹر ہنس پڑا "دشمن کے تعاون سے"

اس سے بلند پوسٹوں پر حالت اور بھی عجیب ہوتی ہے۔ رات کو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی نام لے لے کر پکار رہا ہے۔ دنیا کی سب سے بلند چوٹی ایورسٹ تسخیر کرنے والے مشہور عالم پیشہ ور کوہ پیما رینالڈ میسنر نے لکھا ہے کہ اس مہم کے دوران ایک مقام پر تو اسے دوسرا ساتھی ارد گرد چلتا پھرتا محسوس

ہونے لگا تھا' اس لئے اس نے مشروب کے دو گلاس تیار کئے ایک اپنے لئے اور ایک اس معدوم ساتھی کیلئے۔ رات کو سوتے وقت اس کیلئے بھی بستر کا اہتمام کیا تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ ایک دفعہ ایک چوکی پر ایک جوان بیمار پڑ گیا' اسے بلندی سے نیچے لایا گیا علاج معالجے سے عام صحت تو بہتر ہو گئی لیکن وہ جب بھی تنہا ہوتا آنکھیں بند کر کے گنتی شروع کر دیتا' "ایک' دو' تین' چار' پانچ' چھ' سات' آٹھ" اور آٹھ کے بعد پھر ایک پر آ جاتا۔ مرحلہ وار ڈاکٹرز اور ہسپتال بھگتتا ہوا وہ راولپنڈی کے ملٹری ہسپتال میں پہنچا دیا گیا مگر گنتی گننے سے وہ پھر بھی باز نہ آیا' کسی ڈاکٹر یا بورڈ کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ یہ مرض کیا ہے اور گنتی کیسی۔ آخر ایک ڈاکٹر نے تجویز کیا کہ جس بنکر میں ڈیوٹی کے دوران وہ بیمار ہوا تھا اس کا معائنہ کیا جائے' دوران معائنہ دیکھا گیا کہ اس بنکر کی چھت کے بالے آٹھ تھے' دنیا و مافیہا سے الگ اس بلندی پر وہ اپنے آپ کو مصروف رکھنے کیلئے چھت کے بالے گنتا رہتا تھا اور چونکہ وہ تھے ہی آٹھ' اس لئے آٹھ کے بعد پھر سے ایک سے شروع کرنا پڑتا تھا۔ وہی مشق اس کا مرض بن گئی۔ ڈاکٹر دو چار باتوں کے بعد جیب سے ٹافی نکال کر پیش کرتا "اسے منہ میں رکھ لیں"

"آپ برف کے گارے میں سے قدم کھینچتے چلے جا رہے ہیں' اچانک فائرنگ شروع ہو جاتی ہے اب آپ کیا کریں گے' بھاگ سکتے نہیں' دل ساتھ چھوڑ جائے گا۔ بیٹھ سکتے نہیں برف اوپر سے گزر جائے گی خوف ہے گولیوں والا سامنے دیکھ رہا ہے؟"

میں نے بہت غور کیا مگر ڈاکٹر کے اس معمہ کا کوئی حل سمجھ بوجھ میں نہیں آیا۔ بچپن میں جب کسی بجھارت کا جواب نہ ملے تو اصول یہ ہوتا تھا کہ آپ کہہ دیں "ہارے" اور بجھارت ڈالنے والا جواب بتانے کا پابند ہو جائے گا۔ ہم نے وہاں کھڑے کھڑے ہار مان لی۔

"کچھ بھی نہیں کر سکتا صرف اللہ پر بھروسہ کر سکتا ہے یا کلمہ شہادت پڑھ سکتا ہے" ڈاکٹر نے جواب بتا دیا۔

سفید چادر پر سیاہ دھبے پھیلنے لگے' لامحدود دھبے' سورج کی نظر کرم کے محتاج' سیاہی کا سفیدی سے موازنہ ممکن تھا نہ مقابلہ ہو سکتا تھا۔ سفید پہاڑ سفید چٹانیں سفید ٹیلے اور سفید وادیاں اور کہیں کہیں سیاہ دھبے ہم ماحول سے کچھ مانوس ہونے لگے۔ کھل کر بات کرنا شروع کیا۔ ذرا آزادی سے برف پھیلی شروع کی تو ہمارے میزبان واپسی کیلئے بے چین ہو گئے۔ وہ زیادہ دیر تک ہمیں اس بلندی پر رکھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ کیا معلوم کس وقت موسم کی نیت بدل جائے کس طرف سے برف کا طوفان امڈ آئے۔ میں نے ڈاکٹر سے پوچھا برف کا طوفان کیسا ہوتا ہے؟! اس نے جواب دیا اس کا بتانا اور سمجھانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کسی سیاستدان کو سمجھنا یا سمجھانا۔ یہ تیز ہوا کے ساتھ اڑتے ریت کے طوفان کی مانند بھی ہوتا ہے اور زمین پر بہتے لاوے کے سیلاب کی مانند بھی تیز ہوا میں زمین کے اوپر بہت سی سیال برف نہایت تیزی سے بہتی چلی جاتی ہے' جو چیز سامنے آئے بہالے جاتی ہے یا دبا کر آگے نکل جاتی ہے ہوا میں بھی برف اڑ رہی ہوتی

ہے۔اس کے آگے نہ آپ کھڑے ہو سکتے ہیں نہ بیٹھ کر دب جانے کا خطرہ مول لے سکتے ہیں 'بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ طوفان خیموں کے اوپر سے گزر جاتا ہے جو لوگ اندر ہیں کبھی باہر نہیں آسکتے۔ اس طوفان کے دوران آنکھ 'ہاتھ بمشکل سے دیکھ سکتی ہے۔ وہ مختلف طریقوں سے برف کے طوفان کی وضاحت کر رہا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے میں سوال پوچھ کر خود کسی طوفان میں پھنس گیا ہوں۔ میری ذہنی حالت دیکھ کر ڈاکٹر ایک بار پھر مسکرا دیا "آپ فکر نہ کریں 'اس جگہ حفاظتی انتظامات مکمل ہیں "اس طوفان میں پیدل چلنا ممکن ہوتا ہے نہ بیلی کاپٹر پار سکتا ہے۔ اونچائی پر بہت سی اموات اس وجہ سے ہو جاتی ہیں کہ مریض کو بروقت نیچے لانا ممکن نہیں رہتا اور نیچے لائے بغیر ان بیماریوں کا علاج ہو ہی نہیں سکتا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس بلندی پر انسان چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے لڑنے کو آتے ہیں۔ ہمارے ایک ساتھی شروع سے ہی ہر کسی سے لڑنے مرنے پر تیار رہتے تھے 'اس بلندی پر ان کی حالت اور بھی بگڑنے لگی فوج والوں کو تو احساس نہیں ہوا ہم نے طوفان کی نشانیاں پڑھ لیں اور حفاظتی تدابیر شروع کر دیں ان میں سب سے اہم تدبیر یہ ہوتی ہے کہ انہیں کھلا چھوڑ دیا جائے مگر وہاں برف تھی انہیں جو چاہیں کہنے کی آزادی بھی دی جا سکتی تھی مگر میزبان ان کی ہر قسم کی بات کو ایک سینئر صحافی کا سوال سمجھ کر اس کا جواب دینے میں مصروف ہو جاتے تھے اور جواب سن کر ان کا مزاج مزید ناساز ہو جاتا تھا 'خطرہ تھا کہ وہ کسی بھارتی پوسٹ پر کمانڈو ایکشن کیلئے نہ روانہ ہو جائیں اور سیاچن کے محاذ کے پہلے شہید اخبار نویس کا اعزاز حاصل کر کے ہمیں پیچھے نہ چھوڑ جائیں۔ ناصر ملک اس پس ماندگی سے بہت خوفزدہ تھا نوجوانوں میں مقابلہ کی قوت اور خواہش ذرا زیادہ ہوتی ہے فوج کے نوجوان بار بار اسے راستوں اور راہوں کے خطرات سے آگاہ کر رہے تھے۔ سلیم بخاری اپنی انگریزی کو مزید امریکی انداز میں ڈھالنے کیلئے لب و رخسار کا زاویہ بدلنے کی کوشش کرتے تو واپس لانے میں شدید مشکلات حائل ہو جاتیں مگر اخبار نویس اپنی مشکلات کی بجائے ہمیشہ دوسروں کی مشکلات جاننے اور دور کرنے کے لئے جان مارتے رہتے ہیں۔ سو ہم ہر قسم کی مشکلات میں اپنا مشن مکمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

واپسی کا پروگرام بھی اقساط میں پورا ہوتا تھا 'بیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوا تو نیچے جوان اور افسر ہاتھ ہلا رہے تھے ان سے آگے وہ بلند چوٹیاں تھیں جن میں چھپی چوکیوں میں متعین ان کے ساتھی دفاع وطن کا اعلیٰ ترین فرض ادا کر رہے تھے جن کے آگے بھی دشمن تھا پیچھے بھی دشمن 'اوپر بھی دشمن اور نیچے بھی دشمن۔ سامنے مکار دشمن اور اوپر نیچے ہوشیار دشمن۔ وہ اپنی مادر وطن کا ازلی دشمن سے تحفظ کرنے ان بلندیوں پر آئے ہیں۔ موسم اور ماحول ان سے اپنی مادر وطن کے تقدس کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی موسم سے کوئی لڑائی نہیں مگر موسم کی توان سے لڑائی بنتی ہے۔ جس طرح ہماری اپنے ازلی دشمن سے لڑائی بنتی ہے۔ اس نے ہمارے گلیشیر پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے تو ان بلندیوں اور چوٹیوں پر بھی تو ہمیشہ سے طوفانوں کا قبضہ رہا ہے۔ وہ کیسے کسی اور کا قبضہ برداشت کر لیں۔ اپنا گھر اپنا گاؤں اپنا گلیشیر اور اپنا وطن ہر

کسی کو عزیز ہوتا ہے۔ خواہ اس میں گھاس کی ایک پتی بھی نہ اگتی ہو۔ پرندوں کے گھر کیا ہوتے ہیں؟ کسی شجر کی شاخ پر چند خشک تنکے بے ترتیبی سے رکھے ہوئے نہ ان میں خوراک کا کوئی ذخیرہ نہ کپڑوں کا جوڑا نہ بستر نہ گدیلے اس کے باوجود پرندے ان گھروں کی طرف اڑے چلے جاتے ہیں 'شدید باد و باراں میں بھی وہیں پہنچنا چاہتے ہیں۔ گھر کتنی بڑی نعمت ہے 'اس کا تقدس کتنا اہم ہے۔

Scanned by iqbal

گرم محاذ کی سرد رات

ہیلی کاپٹر دیکھتے ہی برف نشیں شادیانے بجانے لگے۔ دف' ڈھول' نفیریاں' ہم نے برف پر قدم رکھا تو انہوں نے بھنگڑا شروع کر دیا' جوانوں کو دیکھ افسر بھی ان سے آن ملے' اسی خلائی لباس میں' ہمارے سلامت آجانے کا جشن منا رہے ہیں؟ مگر ابھی تو تین ساڑھے تین ہزار فٹ ہی نیچے اترے ہیں۔ گیاری میں بھی ہر طرف برف کی حکمرانی ہے۔ یہاں بھی موسم اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ سلامتی کا کنارہ تو ابھی بہت دور ہے۔ ہم آگے بڑھے تو وہ دوسری طرف نکل گئے جدھر والی بال کا نیٹ لگا تھا۔ وہ جلوس کی صورت میں ناچتے گاتے والی بال کھیلنے جا رہے تھے اور ہم اپنے استقبال کی غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے تھے۔ نفیریوں والے گراؤنڈ کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ باقی دو گروپوں میں بٹ گئے۔ جب بھی کسی کا پوائنٹ بنتا وہ یکساں خوشی سے دف اور نفیری بجاتے۔ ہمیں یہ سگریٹ پینے سے منع کر رہے تھے کہ پھیپھڑوں پر بوجھ پڑتا ہے۔ یہ خود نفیریوں میں ہوا بھر رہے ہیں؟ ساتھی نے کہا ذرا ان نفیری والوں کو غور سے دیکھو۔ ہم نے پورے غور سے دیکھا پھر کہا اب دیگر کا جائزہ لو۔ وہ بھی لیا۔ اس نے پوچھا کچھ سمجھ آیا؟ "ہاں ان کے نقوش ذرا مختلف ہیں" ہم نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا۔ "بس یہی فرق ہے مقامی لوگوں کو فطرت نے نقوش اور پھیپھڑے بھی ان کی مقامی ضروریات کے مطابق دیئے ہیں۔ انہیں اس جگہ زندہ رکھنا جو مقصود ہے" اس نے وضاحت کی مگر آبادیاں تو مقامی بھی وہاں سے بہت دور تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان آبادیوں والے مقامیوں کے پھیپھڑے پھیلانے کی بھی یہ آخری حد ہے۔ کھیلنے والوں کے پھیپھڑے اور نظام

بھی اس ماحول کے عادی ہو گئے تھے۔

علی برانگسہ سے واپسی کے سفر میں بلندی سے جھانکا تو نیچے برف میں دھنسے کچھ ہیولے سے نظر پڑے۔ ذرا قریب ہوئے تو وہ متحرک ہو گئے۔ پائلٹ نے بتایا یہ پچھلے کیمپوں سے اگلے کیمپوں تک سامان اٹھا لے جانے والے مقامی باربردار ہیں جو ان راہوں پر سامان لے جانے کیلئے بھرتی کئے گئے ہیں یا پھر فوج کے وہ جوان جو محفوظ راستوں کی نشاندہی کرنے والی رسوں کی بحالی اور درستگی میں مصروف ہوں گے۔ ان علاقوں میں نرم برف کے نیچے چھپے اندھے غار اور مہیب کھائیاں شکار کی منتظر رہتی ہیں اور جیسے ہی کوئی بھولا بھٹکا آدمی ان کے منہ میں پاؤں ڈال دے یہ اسے سالم نگل جاتی ہیں۔ اکثر غار ایسے ہیں کہ اوپر سے سیدھے نیچے گرنے کی بھی سہولت نہیں کہ پیچھے آنے والے ساتھی باہر نہ نکال سکیں۔ سیدھے گرنے کے بعد شکار دائیں بائیں کے خلا میں پہنچ جاتا ہے۔ سفر انہی راستوں پر کیا جا سکتا ہے جو سروے کے بعد متعین کئے جائیں۔ راستے کے دو طرف پوری لمبائی میں بانس گاڑھ کر رسیاں باندھ دی ہیں۔ برف اور ہوا میں یہ نظام درہم برہم رہتا ہے اور اسے مسلسل بحال رکھنا پڑتا ہے۔ ان مقامی باربرداروں کو بھی وہی لباس اور خوراک دیئے جاتے ہیں جو باقاعدہ فوج کے جوانوں اور افسروں کو ملتے ہیں۔ اپنے جسموں اور پھیپھڑوں کی مخصوص بناوٹ اور صلاحیت کی بدولت مقامی لوگ سیاچن کے درواروں پر پہریداری میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔

سورج ایک ایک کر کے ان وادیوں کی طرف سے اپنی تمتماتی آنکھیں بند کر رہا تھا ہمارے ساتھیوں اور ساتھ جانے والے فوجیوں کا آخری پور بھی پہنچ گیا۔ ہم گھوم پھر کر جوانوں کی پیشہ ورانہ اور نجی مصروفیات کا جائزہ لینے لگے۔ کیمپ سے ملحق منجمد دریا کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ صدیوں پرانی اس دور کی جب سید علی ہمدانی پاپیادہ ان راہوں سے گزرے تھے۔ موسم گرما میں ان وادیوں کی طرف نکل آنے والے چرواہوں کو توحید کا پیغام پہنچایا کرتے تھے' معلوم نہیں کتنے سالوں سے وہ مسجد سجدوں کی منتظر تھی۔ سیاچن پر بھارتی آئے ان کے استقبال کیلئے فوجی آئے تو یہ مسجد ایک بار پھر آباد ہو گئی۔ اس کے در و دیوار کی مرمت کی گئی چھت ڈالی گئی اور با جماعت نماز شروع ہو گئی۔ اس سے ذرا ہٹ کر ایک بڑی سی چٹان کے چہرے کو جوانوں نے اپنے ہاتھوں سے رنگ روغن کر کے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کیا تھا "نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر۔ تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر" یہ لکھنے والے اس منزل پر رکے اور لکھ کر اگلی منزلوں کی طرف چلے گئے۔ وہ کون تھے اب کہاں ہیں' کس پہاڑ کی چٹان پر ان کا بسیرا ہے؟ کچھ معلوم نہیں لیکن ان کا پیغام چٹان کے سینے میں محفوظ ہے۔ چٹانیں چٹانوں کا کس قدر احترام کرتی ہیں۔ چٹان کی چوٹی اور تین اطراف برف پوش تھیں اور شاہین کے بسیرے والی طرف بالکل صاف۔ پیچھے آنے والوں کے لئے پیغام صاف پڑھا جا سکتا ہے۔

روشنی اور بھی کم ہو گئی 'وای بال' کا میچ ختم ہو گیا۔ افسر اور جوان نصف دائرہ میں کھڑے ہو گئے۔

ڈھول پر چوٹ پڑی اور مقامی نوجوان قطار سے آگے نکل آئے۔ برف کے سفید فرش پر 'ڈانس کرنے والوں کے بھاری بوٹ برف کی چنگاریاں اڑانے لگے۔ باقی تالیاں بجا بجا کر انہیں داد دے رہے تھے۔ زندگی جہاں بھی ہو نئے انداز زیست پیدا کر لیتی ہے۔ یہ بھی زندگی کا ایک اور انداز تھا۔ ان برفزاروں کے لئے بھی نیا اور ہمارے لئے بھی نیا' جبینِ نیاز میں سجدے' دلِ بیتاب میں جذبے' قدموں کا ترنم اور ہمہ تن گوش شجر۔

ایک افسر نے آگے بڑھ کر تعارف کرایا۔ آشنا چہرے پر ناآشنا ریش مبارک' آنکھوں میں چمک' لبوں پر منجمد سی مسکراہٹیں۔ ہم مسکراہٹیں پگھلانے کی خاطر برف دریا کی طرف چل دیئے' میں نے محاذ کی گرمی کو ہوا دینا چاہی اس نے سیاست کی نرم آنچ سے مسکراہٹوں پر جمی برف پگھلانے کی کوششیں شروع کر دیں ہم جتنی زیادہ کوشش کرتے مسکراہٹیں اتنی ہی معدوم ہوتی جا رہی تھیں۔

"ہم یہاں کیوں ہیں؟"

"ہم یہاں کب تک رہیں گے؟"

"کیا واپسی کا کوئی راستہ ہے؟"

"اس نے دور اونچی برف پوش چوٹیوں کی طرف دیکھتے ہوئے جواب شروع کیا "ہم یہاں ہی نہیں وہاں بھی ہیں۔ ان بلند چوٹیوں پر جہاں کبھی کسی انسان کا گزر بھی نہ ہوا تھا جہاں برف پڑے ہوا چلے تو درجہ حرارت اتنا نیچے گر جاتا ہے کہ اس کی پیمائش کیلئے کوئی تھرمامیٹر نہیں۔ سائنس دانوں کو گمان تک نہ گزرا ہو گا کہ کسی کو ایسے تھرمامیٹر کی بھی کبھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ کسی جرنیل نے کبھی سوچا تک نہ ہو گا کہ اسے کبھی اس بلندی پر برف شعلوں اور دشمن سے لڑنا پڑے گا۔ کبھی نہیں۔ دنیا میں کہیں نہیں لوگ سمندروں میں لڑتے رہے' برف کے سمندر میں لڑائی کا خیال تک نہ آیا' ہمیں بھی کبھی یہ خیال نہیں آیا تاہم بے خبری میں رہے' مگر اب ہم خبردار ہیں' اس بلندی پر اس برف زار میں اب ہم جنگ لڑ بھی سکتے ہیں جیت بھی سکتے ہیں۔ ضمانت میں نے دی تھی میں دینے کو تیار ہوں۔ فیصلہ میرے بس میں نہیں۔ یہ سوال اسلام آباد والوں سے پوچھنا کہ واپسی کا راستہ ان کے سامنے کون سا ہے۔ ہم تو حکم ماننے والے ہیں۔ اس وقت بھی اس جہنم میں کود گئے تھے جب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ اب تو سب کچھ ہے"

ہم نے اسلام آباد میں اسی قسم کے سوال پوچھے تو جواب تھا" سیاچن کے جوانوں کی پیشکش قبول کر لینے سے عام جنگ شروع ہو جائے گی"

ہمارا غم عام جنگ رہی ہے 1948ء میں بھی یہی خوف سیز فائر کا باعث بنا۔ 1965ء میں بھی 1971ء میں بھی اور سیاچن کے مسئلہ پر بھی' یہ خوف کب تک رہے گا؟ اسی دھمکی سے دشمن آگے بڑھتا آئے گا؟ ہم کب تک کہاں تک پیچھے ہٹ سکتے ہیں' عام جنگ کے خوف سے دب سکتے ہیں؟

جواب اس کے پاس تھا نہ میرے پاس رہا' اس کی باتوں میں تلخی تھی فوج کی سیاست کی وجہ سے

سیاستدانوں کی عداوت کی وجہ سے محاذ کے بارے میں جہالت کی وجہ سے۔

شدید سردی، کا مخصوص لباس سے مقابلہ ہو سکتا ہے۔ شدید تنگی کے مقابلہ کا کوئی سامان نہ تھا۔ ہم واپس خیموں کی طرف لوٹ آئے۔ مختلف اطراف سے مختلف فرائض سے فارغ ہونے والے نوجوانوں کی ٹولیاں بھی کیمپ کی طرف آ رہی تھیں۔ ایک نوجوان افسر ویڈیو کیمرے سے کیمپ کی زندگی کی فلم بندی میں مصروف تھا۔ شروع میں خیال تھا ہماری آمد کی فلم بنا رہا ہے۔ ہر کسی کو کیمرے کی آنکھ اور قلب میں محفوظ کرتے دیکھ کر میں نے وجہ دریافت کی۔

"کیا معلوم کون ساتھی کب ساتھ چھوڑ جائے گا" اس نے جواب دیا۔

اس پڑاؤ میں زندگی کس قدر ناپائیدار ہے' میں نے اپنے آپ سے اظہارِ افسوس کیا۔

کیمرہ نوجوان کا ذاتی تھا۔ اس محاذ کیلئے چلا تو والدین نے جو سوغاتیں دیں ان میں ایک ویڈیو کیمرہ بھی تھا۔

آفیسرز میس کے لاؤنج میں مختلف رینکس کے افسر جمع تھے۔ مہمان بھی اور میزبان بھی نوخیز بھی اور عمر رسیدہ بھی۔ بزرگی کل افسروں کے چہروں پر تجربے اور سنجیدگی کی جھریاں کافی گہری تھیں۔ نوجوانوں کی آنکھوں میں شعلے پھوٹ رہے تھے۔ ہماری موجودگی کی وجہ سے وہ محاذ اور پیشہ ورانہ گفتگو سے پرہیز برت رہے تھے۔ بعض تو بالکل ہی پرہیزی گفتگو پر گزارہ کر رہے تھے۔ ایک آدھ نے محاذ اور اس کے معاملات میں صحافتی مداخلت کے نقصانات کی طرف بھی اشارہ کیا۔ ہمارے نوجوان ساتھی بھی جوشِ صحافت میں مقامی نزاکتوں سے بے نیاز ہو جاتے تھے۔ مجموعی طور پر جوان اور افسر خوش تھے کہ کوئی تو ان سے ملنے آیا۔ ایک دو نے سیاست اور حکومت کے دو چار زاہدوں اور پندگروں کو بھی سیاچن کی راہ گزر دیکھنے کو ارسال کرنے کا اشارہ دیا مگر یہ کام ہمارے بس میں نہیں تھا۔ ہم کوئی وعدہ نہ کر سکے۔

ان مقامات پر ایک تو ویسے ہی بھوک کم لگتی ہے' دوسرے جو دیکھ اور سن کر آئے تھے اس سے جو لگ سکتی تھی وہ بھوک بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ ان کی میزبانی کی خواہش بھی مکمل کر پوری نہ کر سکے۔ باتوں اور تبادلۂ خیالات پر ہی گزارہ کیا اور ان سب کو جاگتا چھوڑ کر اپنی خواب گاہ کی طرف چل دیئے۔

ایسی خواب گاہ چشمِ تصور نے بھی دیکھی نہ دیکھ چکنے کے بعد اب اسے تصور بند کرنا ممکن ہے' برف کی بیرونی سطح سے چند فٹ نیچے فرش اور اس سطح سے دو اڑھائی فٹ اونچی چھت' باہر سے دیواریں پتھریلی اور اندر کی طرف نوکیلے پتھروں کو گرم کمبلوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا' روشندان کی عیاشی پتھروں میں ایک دو چھوٹے چھوٹے گول سوراخ بنا کر فراہم کی گئی تھی۔ ان روشندانوں اور دروازے کے سامنے بھاری کمبل ڈال دیئے تھے۔ وہی کواڑ تھے اور وہی پردے' فرشِ خاک پر کمبل ڈال کر ہر ایک کے حصہ زمین کی حد بندی کر دی تھی۔ اپنے اپنے سلیپنگ بیگ سے آگے علاقہ غیر تھا۔ ایک تجربہ کار افسر نے سونے کے آداب سمجھائے۔ ان میں سب سے اہم ہدایت یہ کی کہ خواہ سردی لگے یا کچھ اور تکلیف شروع ہو جائے' منہ اور

سر ہر صورت میں ننگا رہنا چاہئے۔ کپڑے سے منہ اور سر ڈھانپ لینے سے سانس بند ہو جاتی ہے اور اسے بحال کرنا کسی کے بس میں نہیں رہتا۔ کمرے کو گرم رکھنے کے لئے اس میں تیل کا ایک ہیٹر ذرا محفوظ فاصلے پر رکھ دیا گیا' گیارہ بجے شب ایک افسر راؤنڈ پر آیا تو ہماری حالت دیکھ کر کہیں سے ایک اور ہیٹر اٹھا لایا جوانوں کی مشترکہ خوابگاہوں میں ایک جوان دو گھنٹے ہیٹر کی نگرانی کی ڈیوٹی دیتا ہے کہ وہ بجھ نہ جائے اس طرح باری باری یہ ڈیوٹی دی جاتی ہے۔ ہمیں مہمان سمجھ کر اس ڈیوٹی سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ ایک نوخیز افسر بار بار ہیٹر کی حالت ملاحظہ کرنے آ رہا جب باقی افسر اور جوان اپنے اپنے بنکروں میں چلے گئے تو وہ جوانوں کے بنکروں کے راؤنڈ پر چل پڑا' ایک ایک بنکر میں جا کر ایک ایک جوان کو چیک کیا کہ اس نے اپنی جرابیں بدلی ہیں۔ پاؤں صاف کئے ہیں' کسی بنکر میں ہیٹر بجھ تو نہیں گیا۔ یخ بستہ سکوت میں اس کے قدموں کی چاپ اور قہقہوں کی آواز دور دور تک گونجتی رہی۔ اسے کمیشن ملے ابھی چھ ماہ ہی ہوئے تھے' وہ سیاچن کے محاذ پر خود درخواست کر کے آیا تھا۔

سرد برف میں چلنے سے بھاری بوٹ اور گرم جراب میں محفوظ پاؤں کو پسینہ آ جاتا ہے۔ اگر یہ پسینہ فوری طور پر صاف نہ کیا جائے' پسینہ میں بھیگے جراب بدل کر پاؤں صاف نہ کئے جائیں تو یہ پسینہ سردی سے جم کر برف بن جاتا ہے۔ یہ برف پاؤں یا اس کی انگلیاں کاٹ کھاتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ کام سے واپسی پر سب سے پہلے جراب بدل کر پاؤں صاف کئے جائیں۔ تھکے ماندے جوان بعض دفعہ کوتاہی کر جاتے ہیں' ذرا آرام کر کے جرابیں بدلنے تک وہ پانی پاؤں پر برف بن کر چمٹ چکا ہوتا ہے' اس لئے کوتاہی کی نگرانی لازم ہے' ہمیں گلگت سے چلتے وقت بھاری بوٹ اور مخصوص جرابیں فراہم کرنے کے بعد ہدایت کی گئی تھی کہ اگر کسی وقت ہم محسوس کریں کہ پاؤں کو پسینہ آ رہا ہے تو فوری طور پر جرابیں بدل کر پاؤں صاف کر لیں' اس سلسلہ میں ہرگز سستی نہ کریں۔ پاؤں میں ... ا۔ خون کی سستی کے تدارک کے لئے لازم ہے کہ بیٹھنے کے دوران بوٹوں میں پاؤں کو متحرک رکھا جائے' انگلیوں کی ورزش جاری رکھیں۔ اس کیلئے سائز سے کچھ بڑے بوٹ اچھے رہتے ہیں' ان میں پاؤں آسانی سے ہلائے جلائے جا سکتے ہیں۔ مجھے اکثر پاؤں کو متحرک رکھنا پڑتا تھا سرد موسم میں میری جرابیں تو لاہور میں بھیگ جاتی ہیں وہ تو سیاچن کا پڑوس تھا' گلگت کے ہسپتال میں ہم نے متعدد جوانوں کو دیکھا تھا جو محاذ پر برف کے کاٹنے (فراسٹ بائٹ) سے اپنے اعضا سے محروم ہو گئے تھے۔ اس محاذ کے اعداد و شمار کے مطابق 1987ء میں مجموعی طور پر ایک سو گیارہ افسروں اور جوانوں کے اعضا کاٹنے پڑے تھے' ازمیں کے ہاتھ برف میں جل جانے سے کاٹنا پڑے تھے۔ نچون کے پاؤں اور انیس کے ہاتھ بھی اور پاؤں بھی کاٹ دیئے گئے تھے۔

1986ء میں یہ تعداد 96 تھی اور 1985ء میں 106' ہاتھ اور پاؤں جسم کے مرکز خون دل سے چونکہ سب سے زیادہ فاصلہ پر ہوتے ہیں' اس لئے یہ سب سے زیادہ سردی سے متاثر ہوتے ہیں۔ ناک اور کان بھی اس بیماری کی زد میں آ جاتے ہیں۔ زیادہ دیر تک برف میں

رہنے سے جسم کا وہ حصہ پہلے درد کرتا ہے' پھر سوزش آتی ہے' اس کے بعد اس کا رنگ نیلا پڑ جاتا ہے اور وہ بھی برف کی مانند بے حس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ آخر سیاہ پتھر میں بدل جاتا ہے اور اگر اسے تندرست جسم سے کاٹ کر الگ نہ کر دیا جائے تو آہستہ آہستہ اسے بھی اپنی زد میں لیتا رہتا ہے۔ یہ عمل جراحی راولپنڈی کے ملٹری ہسپتال میں انجام پاتا ہے۔ گلگت میں جراحی کے پہلے مرحلہ میں مریضوں کو رکھا جاتا ہے جن کے اعضا ابھی سیاہی اور بے حسی کے سفر میں ہوں' اپنے مستقبل سے واقف بہت سے جوان بستروں پر دراز تھے۔ میں نے ایک سے پوچھا آپ برف کی زد میں کیسے آئے؟ اس نے بتایا کہ وہ اگلی پوسٹ کے سفر میں برف کے طوفان میں گھر گیا تھا۔ ایک اور نے بتایا وہ بھارت کی بمباری میں گھر گیا تھا اور جوانوں کو دیکھنے اور پوچھنے کا مجھ میں حوصلہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر بلندیوں کی ذہنی اور جسمانی بیماریوں کی بنیادی وجوہات بیان کر رہا تھا اور میں ان جوانوں کی ذہنی کیفیت تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف تھا' ہاتھوں اور پاؤں کی قربانیوں کو زندگی کے تلخ حقائق کے ترازو میں رکھ کر سوچنے لگا دوسرے ترازو میں کیا رکھوں ؟

برف کی دلدل میں نوجوان سیکنڈ لیفٹیننٹ کا ایک اور قہقہہ گونجا اور میں واپس اپنے بنکر میں آ گیا جس کے سرد گرم فرش پر ساتھی ایک دوسرے کی مدد سے قسم قسم کی گولیاں پھانک رہے تھے' گلگت سے چلتے وقت قسم قسم کی گولیوں کا ایک ایک لفافہ بھی پیش کیا گیا تھا۔ سر کا درد اور جسم کا درد ان بلندیوں پر برف کی مانند وافر ہوتے ہیں۔ میزبان اور مہمان میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ سب گولیاں لے چکے تو میں نے مدھم روشنی میں دن بھر کی مصروفیات کے نوٹس لینے کیلئے ڈائری نکالی۔ بال پوائنٹ میں سیاہی بھی فراسٹ بائٹ کا شکار ہو گئی تھی' پتھر کی مانند سخت اور بے حس رات کے بارہ بج گئے نیند پھر بھی قریب نہیں آئی۔ باتیں ختم ہو گئیں ماحول کا ذہنوں پر اثر ہونے لگا' ایک ساتھی نے لیٹے لیٹے اعلان کیا "میرے دفتر والے خواہ مجھے نوکری سے نکال دیں میں آئندہ کبھی ادھر نہیں آؤں گا" میں تھوڑا سا پریشان ہو گیا' اخبار نویس کتنا بھی آرام پسند ہو ایسا اعلان کبھی نہیں کرتا۔ بازو سے اس کی ذہنی کیفیت دیکھنا چاہی تو اس سردی میں بھی وہ کافی گرم تھے۔ میں نے اس کے گولیوں کے ذخیرہ سے ایک اور گولی نکالی مگر اب سوال یہ پیدا ہو گیا کہ گولی کھائیں کیسے؟ برف کے اس بحر بے کراں میں پانی بہت ہی کم یاب ہوتا ہے۔ ڈھیروں نرم برف گرم کرنے سے تھوڑا سا پانی میسر آتا ہے' برف گرم کرنے کیلئے ایندھن اٹھا کر لانا پڑتا ہے اس لئے پانی آب حیات کی سی احتیاط سے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمارے بنکر میں نہ پانی تھا نہ برف اور نہ ایندھن ہم نے اسے بغیر پانی کے گولیاں نگل جانے پر آمادہ تو کر لیا مگر وہ کتنی ہی دیر گولیاں ہاتھ پر رکھے ہیٹر کی روشنی میں کبھی ہمیں اور کبھی گولیوں کو باری باری گھورتا رہا' رات بھر ہم قسطوں میں سوتے جاگتے رہے۔ وقفہ وقفہ سے مختلف قسم کی گولیاں کھاتے رہے باہر برف تا فلک خاموشی کی تہیں جمی تھیں۔ کئی بار سوچا کہ کمبل کا کوئی کواڑ کھول کر برف زار میں سردی اور سیاہی کی حکمرانی کی ایک جھلک دیکھوں لیکن ٹھنڈی ہوا کے گھس آنے کے خوف سے ایک بار بھی عمل نے سوچ کا ساتھ نہ دیا۔

اسلام آباد' سوئٹزر لینڈ' پیرس اور نیو یارک گلگت سے گیاری تک کے مقامات کو فرنٹ لائن والوں نے مرحلہ وار نام دے رکھے ہیں۔ وہ کئی کئی میل برف میں چل کر ان مقامات پر ویک اینڈ گزارنے آتے ہیں۔ اونچی پوسٹوں والوں کی اس تقسیم مقامات کے مطابق ہم سیاچن کے سوئٹزر لینڈ میں کروٹیں لے رہے تھے جس دھرتی کا سوئٹزر لینڈ یہ ہے' اس کے باسیوں کی رات کیسی ہوتی ہوگی؟ میں نے اندازہ کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی' جس طرح اسلام آباد سے علی برانگسہ کے شب و روز کو تصور میں متعین کرنا ممکن نہیں' اسی طرح گیاری میں لیٹ کر سرور پوسٹ اور کانوائے سیڈل کی رات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا جس دوزخ کی بہشت یہ اعراف ہے اس کی شدت کا اندازہ کوئی دوزخ آشنا ہی کر سکتا ہے۔

پنجابی میں کہتے ہیں کہ سوئے ہوئے کو تو ہر کوئی جگا سکتا ہے' جاگتے کو کون جگائے گا؟ ہم سب ہی جاگ رہے تھے اور تقریباً سارے ہی ایک دوسرے کو جگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ سارے ہی ایک دوسرے کے بارے میں فکر مند تھے۔ صبح آئی سیاہ کمبل پر دستک دے کر سفید چوٹیوں سے پیچھے جا چھپی اور ہم جاگو میٹو حالت میں اس کا انتظار کرتے رہے' ناشتے کا پیامبر آیا تو کمبل اٹھا کر ٹھٹھر سا گیا' ہم سب نے باری باری "وعلیکم سلام" کہہ کر اسے اپنی اپنی سلامتی سے آگاہ کیا تو اس کی آواز میں چمک پیدا ہوئی۔ اخبار نویس ویسے بھی شب بیدار دو پایہ ہوتے ہیں اور یہاں شب بیداری کا رات بھر ملاپ ہوتا رہا تھا۔ ڈائننگ ہال میں "صاحب" ہمارے منتظر بیٹھے تھے ہم نے قسط وار اپنے اجسام سونے کے تھیلوں سے برآمد کئے ان کے مختلف حصوں کا جائزہ لیا۔ ایک ایک کر کے اشیائے صرف اکٹھی کیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی بنکر سے باہر نکل آئے "صاحب" کو ہم تو انتظار کرا سکتے تھے' پیامبر یہ گستاخی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

آج پھر دھوپ کافی شفاف تھی۔ سامنے کی پہاڑی پر نوجوان کمندیں ڈال چکے تھے۔ برف پوش پہاڑوں پر چڑھنے اور اترنے کی فوجی مشقوں میں مصروف تھے' ہم نے رات بھر قہقہے لگانے والے نوجوان کا پوچھا وہ اپنے دستہ کو لے کر تربیتی سفر پر جا چکا تھا۔

ناشتے کی تپائیوں پر ایک بار پھر وہی باتیں شروع ہو گئیں۔ سیاست اور سیاستدان مارشل لا اور فوج اب رات کی نسبت وہ ذرا کھل گئے تھے۔

"فوج بھی تو آپ ہی میں سے ہے۔ ایک بھائی فوج میں ہے' دوسرا سول میں ہوگا"

"اور تیسرا سیاست میں؟"

"سیاست؟ مگر نہیں شاید کوئی ہو"

"فوج بھی تو سیاست میں ہے ایک بھائی سیاچن پر ہے دوسرا مارشل لا ڈیوٹی پر ہوگا؟"

"مارشل لا ڈیوٹی پر تو ایک فیصد فوجی بھی نہیں ہوتے آپ اعداد و شمار دیکھ لیں"

"اور سیاچن پر ایک سیاستدان بھی نہیں آتا آپ بیانات پڑھ لیں"

"فوج قوم کا بہترین حصہ ہے"

"اور بدترین ڈیوٹی پر متعین ہے"

"یہ نہ کہو ہم بہترین ڈیوٹی دے رہے ہیں یہ ہمارا فرض ہے ہمیں اسی کیلئے تو بھرتی کیا گیا تھا"

"میرا مطلب مارشل لا ڈیوٹی سے تھا"

"ہاں وہ اس حوالے سے بدترین ہے کہ اس کی وجہ سے بہترین دماغوں میں بھی اس کے بارے میں بدترین خیالات پیدا ہونے لگے ہیں"

"اسی لئے تو کہتے ہیں جس کا کام اسی کو ساجھے"

"مگر سیاستدانوں سے بھی پوچھنا سیاست انھیں کیوں نہیں ساجتی"

اپنے سینئرز کو دیکھ کر جونیئر پھر محاذ پر واپس آ گئے۔ سیاچن کے محاذ پر افسروں کی ڈیوٹیاں بھی ذرا سخت تھیں جس پوسٹ پر جوان پندرہ روز ڈیوٹی دیتا ہے اسی پر متعین افسر کو بیس روز وہاں گزارنا ہوتے ہیں۔ جہاں جوان کا قیام چھ ہفتے طے کیا گیا ہے۔ وہاں افسر کو دو ماہ گزارنا پڑتے ہیں۔ روایت سے ہٹ کر اس محاذ پر جوانوں اور افسروں کے تناسب میں افسر بڑھا دیئے گئے ہیں' اس کے باوجود اس محاذ پر ڈیوٹی دینے کے خواہش مند جملہ افسروں کی خواہش پوری کرنا ممکن نہ تھا۔ سٹاف کالج کا کورس کرنے والے سٹاف ڈیوٹی کی بجائے سیاچن جانے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ کمیشن حاصل کرنے والوں کی پہلی پسند سیاچن ہوتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ بتائی گئی کہ جو کوئی اس محاذ کا کورس پورا کر لیتا ہے اسے ساتھیوں میں احترام اور رشک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ دوسرے اس سے میدان جنگ کا جو عملی تجربہ حاصل ہوتا ہے اس کا ہر کسی کو زمانہ امن میں کہاں موقع نصیب ہوتا ہے؟ سینئرز جونیئروں کے اس ذوق وشوق اور تجربہ پر شاداں تھے۔

ہم فوجی معاملات میں مداخلت کرتے کرتے تھک گئے تو ایک جونیئر افسر نے معصومانہ سا سوال کیا "پاکستانی اخبارات میں سیاچن کے بارے میں ہمیشہ وہی خبریں کیوں شائع ہوتی ہیں جو اس سے پہلے بھارت کے اخبارات میں شائع ہو چکی ہوتی ہیں؟"

"پاکستانی اخبار نویسوں کے پاس سیاچن کے سفر کا لباس نہیں تھا" ایک ساتھی نے بات مذاق میں ٹالنا چاہی۔

"ان جانبدارانہ خبروں کو نہ صرف آپ لوگ نمایاں طور پر شائع کرتے ہیں بلکہ ان کی بنیاد پر بعد میں تبصرے اور اداریئے بھی لکھے جاتے ہیں" دوسرے افسر نے تبصرہ کیا۔

"اور ان خبروں تبصروں اور اداریوں کی بنیاد پر پھر سیاستدانوں کے بیانات شروع ہو جاتے ہیں" تیسرے نے رائے دی

"چلو بھارت کی کسی بات کی صداقت پر تو ہمارے پریس اور سیاست کو مکمل اعتماد ہے" چوتھے افسر

نے طنز کیا۔

ہم نے کہا آپ نے بھی تو ہمیں اعتماد کے قابل نہیں جانا فوج والوں نے اتنی شدید سردی میں اعتماد کیا' ہم چلے آئے پہلے بلا لیتے تو پہلے آ جاتے جب آپ خبر نہیں دیں گے تو جہاں سے آئے گی شائع ہو گی۔ آپ سچ چھپا کر رکھیں گے تو دوسرا فریق اپنے مطلب کا جھوٹ چھپوانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

"یہ تو آپ کو سوچنا چاہیئے کہ دشمن کبھی سچ نہیں بتاتا"

"اور یہ آپ کو سوچنا چاہیئے کہ دوست کبھی سچ نہیں چھپاتا"

"سچ بتانا اور اخبار والوں کو ادھر لانا تو ہمارا کام نہیں' اوپر والوں کا کام ہے"

بات جب اوپر پہنچ جاتی ہے تو بعض دفعہ ختم ہو جاتی ہے' بعض اوقات بڑھتی ہی چلی جاتی ہے' شریکِ گفتگو بات پھیلانے والے نہ تھے' بات ختم ہو گئی۔

باہر آئے تو حدِ نظر تک لیٹی برف نے روپہلی مسکراہٹ سے استقبال کیا' ایک کمانڈو کرنل پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے پستیوں اور بلندیوں کو نگاہوں سے ناپا اور ہمیں برف کی مسکراہٹ کے سحر میں مبتلا دیکھ کر آہستہ سے کہا" یہ ہے وہ مسکراہٹ جسے شاعر صدیوں سے قاتل قرار دیتے آئے ہیں"

دو برف پوش پہاڑی دیواروں کے درمیان کی گلی کے منہ میں نرم و نازک برف کی ایک اور دیوار اٹھ آئی تھی ہم اس گلی میں قدم قدم چلنا چاہتے تھے' انہوں نے اس کے دروازے پر کھڑی محبوبہ کو قاتل قرار دے کر خوفزدہ کر دیا۔ ہم مسکراہٹ کے مقتولین میں اپنا نام نہیں لکھوانا چاہتے تھے' ارادہ بدل لیا۔

سیاچن کے مجرم

ایک نوجوان ڈاکٹر نے اپنے فوجی انجینئروں کی برفانی کارکردگی کا ذکر کیا "جس بلندی تک کوا نہیں جا سکتا انہوں نے وہاں تک سڑکیں پہنچا دی ہیں" گیاری کی بلندی پر سڑک اور کوا کچھ بھی نظر نہ آیا تھا دن چڑھے برف میں کھڑی جیپیں دیکھ کر سوچا اس سفیدی میں بھی ضرور کہیں کچھ کالا کالا ہوگا۔ بیلی کاپٹر جیپیں اٹھا کر لانے سے تو رہا بہت تلاش کیا مگر کالی سڑک بھی کالا کوا ہو گئی جیپوں کے پاؤں میں آہنی پازیبیں ڈال دی تھیں کہ رقصِ سفر میں پاؤں ڈول نہ جائے بلندی سے پستیوں کا نظارہ بیلی کاپٹر سے ہی ممکن تھا۔ قصۂ زمین بر سرِ زمین بیان کرنے کو زمینی سفر لازم تھا "زمینی سفر جیپوں پر ہی ہو سکتا تھا مگر وہ جیپیں لائے کیسے؟ ایک نے دوسرے سے پوچھا دوسرے نے تیسرے سے سوال کیا چاروں نے معذوری ظاہر کر دی تو فیصلہ ہوا کہ جیپ اور برف کا مقابلہ شروع ہو گا تو سڑک خود بے نقاب ہو جائے گی۔ دماغ پر زور دینے کی ضرورت نہیں فضا میں آکسیجن نایاب ہے۔

سورج کے آنکھ کھولتے ہی ہمیں آنکھیں ڈھانپ لینے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ آنکھوں کے علاوہ ہم نے دل بھی ڈھانپ لئے بلندی پر آدمی کو کیا کچھ ڈھانپنا پڑتا ہے پستیوں میں اس کا اندازہ نہیں ہوتا۔ بلندیوں کے دامن میں کیسی کیسی خوفناک پستیاں پوشیدہ ہوتی ہیں میزبانوں نے اس تلاش کا موقع نہیں دیا۔ وہ کسی غیر محسوس جلدی میں تھے۔ شاید موسم کے اعتدال کی مانند جیپوں کی رفتار پر بھی اعتماد نہ تھا جیپیں چلیں تو جوانوں نے ہاتھ ہلا کر اور گیاری نے برف اڑا کر خدا حافظ کہا جیپیں چلتی رہیں برف اڑتی رہی اور ہم سڑک

ڈھونڈتے رہے' دوروز سے اس محاذ پر طوفان برف وباد بپا نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود جیپیں بانسوں کے نشانات کے سہارے اپنا راستہ متعین کر رہی تھیں۔ کسی جگہ کسی کارواں کا کوئی نقش پا نہیں ملا ایک دو جگہ نظام مواصلات کی اصلاح کی ڈیوٹی دینے والے جوان برف سے برسرپیکار نظر آئے۔ سفید پہاڑوں میں گھری سفید پوش وادی میں جیپوں کے انجنوں کے نغمے اور پہیوں کی جھنکار کے علاوہ کوئی آواز نہ تھی کوئی شجر نہ کہیں سبزہ ماحول کا سکوت ذہنوں میں اترتا ہوا محسوس ہوتا تھا لب بستہ مسافر خود اس کا حصہ بن گئے تھے بات بھی اشارہ میں کرنے لگے تھے' جس جیپ میں ہمیں سیٹ ملی وہ پچھلی کیلئے پائلٹ کا فرض ادا کرنے کی بھی ذمہ دار تھی' اس کی فرنٹ سیٹ پر جناب سے ذمہ دار افسر پوشیدہ سڑک کے پیچ و خم پر نگاہ رکھنے کا بھی فرض ادا کر رہا تھا۔ فاصلہ بڑھتا تو پیچھے آنے والوں کی خیریت کی خاطر ہم رک جاتے ایک دو جگہ سڑک پر قابض برف سے برسرپیکار ٹولیاں بھی ملیں۔ یہ راہیں صرف فوجی قافلے ہی استعمال کرتے ہیں۔ وہی ان راہوں کے تنہا مسافر ہوتے ہیں کوئی اور ان راہوں سے گزر کر کہاں جائے گا؟ اور کیوں جائے گا؟ سفر کٹ رہا تھا سوچ کی ڈوری میں کہیں بل نہیں آیا۔ رکاوٹوں اور فاصلوں سے بے نیاز فکر جانی اور انجانی وادیوں میں گھومتی رہی۔ سیاچن کے ایک ایک درے اور مورچے تک جا پہنچی۔ آخر انسان نے کیا سوچ کر برف کے اس دوزخ میں چھلانگ لگائی تھی؟ کیا ان کے ہاں بندے زیادہ ہو گئے تھے؟ وسائل ضرورت کی حدود سے اچھلنے لگے تھے؟ ان بلندیوں اور پستیوں کی تحقیق کیلئے ایک کوہ پیما ٹیم بھیجنے کیلئے تربیت اور تنظیم میں کئی برس بیت جاتے ہیں' آٹھ دس آدمیوں کے اخراجات کئی ادارے مل کر برداشت کرتے ہیں کیا بھارت کی سول اور فوجی قیادت کو اس کا احساس نہیں تھا؟ مسلح افواج کے ڈویژن اور پورے بریگیڈ کوہ اور گلیشیر پیمائی پر بھیجنے والوں کی آخر مجبوری کیا تھی؟ صرف یہ جتانا اور منوانا کہ وہ بڑی قوت ہیں جہاں چاہیں جا سکتے ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں کیا وہ ان بلندیوں اور پستیوں سے بھی اپنی بڑائی منوا لیں گے یا اس مقابلہ میں بلندیاں انہیں شکست دے کر اپنا تقدس محفوظ کر لیں گی؟ جیپ چلتی چلتی اچانک رک گئی۔ سامنے سے ایک سول ٹھیکیدار کی جیپ فوجی رسد اٹھائے آتی تھی' اسے راستہ دینے کے لئے فوجی جیپ کو راستہ سے ہٹانا لازم ہو گیا تھا۔ اس جھٹکے سے سوچ کی ڈوری بھی الجھ گئی۔ سامنے کے پہاڑ کی بلندی سے اس کے پاؤں میں لیٹی برفیلی ندی میں اتری اور کسی چٹان میں پھنس گئی۔

چلے تو دریا بھی ہمارا شریک سفر ہو گیا' اس کی سفید جلد پر کہیں کہیں پانی کے داغ دھبے بھی نظر آنے لگے تھے۔ سڑک کبھی دریا سے گلے ملتی ہوئی چلتی اور کبھی ذرا فاصلے پر ہو کر' انسانی زندگی میں قربتوں اور فاصلوں کا یہ کھیل غیر انسانی مظاہر سے آیا ہے یا یہ دریا پہاڑ اور سڑکیں انسانوں سے متاثر ہوتے ہیں؟ ہم ایک وادی سے گزر رہے تھے' ہمارے بائیں ہاتھ دریا ہم سے دور اور پہاڑ سے قریب ہو گیا تھا دائیں ہاتھ ایک چھوٹا سا گاؤں گہری نیند سو رہا تھا۔ برف کا بھاری کمبل اوڑھے گاؤں سے باہر چند زاک پہرہ دے رہے تھے ہمیں دیکھ کر ایک پرسش احوال کیلئے آگے بڑھا ہم نے جیپ روک کر کیمرے چالو کر دیئے

وہ پاس سے گزر کر دریا کے نشیب میں اتر گیا' میں جیپ سے اتر کر کافی دور تک اس کے پیچھے گیا مگر اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ خوابیدہ گاؤں کی زندگی کی واحد علامت یہ زاک تھے' اہل گاؤں گھروں میں ہوں گے یا سردی گزارنے کہیں چلے گئے ہیں؟ گائیڈ کا خیال تھا کہ زاک کا وجود شاہد ہے کہ ان برف پوش گھروں میں کوئی اولاد آدم بھی ضرور ہوگی۔ یہ آوارہ و خود مختار زاک نہیں انسانی صحبت سے آشنا زاک ہیں اسی لئے انہوں نے ہمارا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

دریا میں پانی کے دھبوں کی بجائے پانی پر برف کے دھبے بننے لگے تو گائیڈ نے اسے زندگی کی ایک اور نشانی بتایا لیکن اس نشانی کے علاوہ ماحول میں اور کوئی نشانی نظر نہیں آئی نہ زمینی صورتحال بدلی وہی برف پوش پہاڑ تھے اسی طرح کی برف پوش زمین ساتھ دوڑتی جا رہی تھی' آگے جا کر دریا کی سطح پر برف کے دھبے اور بھی چھوٹے ہو گئے تو وہاں بھی ایک چھوٹا سا گاؤں نظر آیا جس کے باہر چند بچے بھی تھے۔ وہ برف میں کھیل رہے تھے یا زندگی ان سے کھیل رہی تھی۔ اس کا اندازہ کرنے سے پہلے ہی وہ ناچنے لگے "چاچا سیاچن!" ان سے پیچھے گاؤں کی سفید دیواروں کے زیر سایہ چند عورتیں نمودار ہوئیں اور فوراً ہی غائب ہو گئیں شاید اس یقین کے بعد کہ ان کے بچوں کو "چاچا سیاچن" سے کوئی خطرہ نہیں' میں بچوں سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن "چاچا سیاچن" کے علاوہ ان کی کوئی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ یہ نام انہوں نے سیاچن کے باوردی محافظوں کو دیا تھا جو اس راہ کے واحد مسافر تھے۔ بھارتی فوجوں کے گلیشیر پیمائی کے مشن سے پہلے نہ یہ سڑک تھی نہ کوئی سول یا فوجی مسافر ادھر سے گزرتا تھا بھارتی آئے ان کے استقبال کے لئے پاکستانی فوجی آگے بڑھے سڑکیں بنیں سیاچن کی شہرت ہوئی اور برفستانی بچوں کا چاچا سیاچن سے تعارف ہوا۔ اب جو کوئی بھی سیاچن کے محاذ سے آتا ہوا یا محاذ کی طرف جاتا ہوا ان کے گاؤں کے پاس سے گزرتا ہے ان کا چاچا سیاچن ہے' چاچا جو سیاچن کے دروازوں پر پہرہ دے رہا ہے جس کا وجود ان کے لئے تحفظ کی علامت ہے۔ جیپیں ایک دفعہ پھر محو مسافت ہو گئیں' فکر ایک بار پھر محو پرواز ہوئی۔ "چاچا سیاچن؟" کیوں یہ دور تو ماماؤں کا دور ہے' امن کے مامے' دوستی کے مامے' خوشحالی کے مامے' انسانیت کے مامے' ہمارے چاروں طرف مامے ہی مامے ہیں اور یہ بچے چاچا سیاچن کا نعرہ لگا رہا ہے۔ ماما سیاچن کیوں نہیں کہتا؟ چاچا کیا ہے؟ ماما کیا ہے؟ اس معصوم کیلئے سیاچن کیا ہے؟ اب کہیں کہیں دریا کا پانی بھی ناچنے لگا تھا۔ اگر ذرا بڑی قسم کی کوئی چٹان اس کی راہ روکنے کی کوشش کرتی تو وہ اچھل اچھل کر شور مچاتا۔ چاچا سیاچن! چاچا سیاچن! کے نعرے لگانا شروع کر دیتا۔ یہ پانی سیاچن سے چل کر آیا ہے' اس سے بھی پرے بلند پہاڑیوں کے اس دیس سے آ رہا ہے جہاں کسی چیز نے کبھی اپنا برف کا لباس تبدیل نہیں کیا' یہ صدیوں سے اسی راستہ چلتا رہا ہے۔ کائنات کے آغاز سے ان بلندیوں اور وادیوں کا مالک رہا ہے۔ سیاچن کا یہ سیاح بھی ماما سیاچن نہیں کہتا' ماماؤں کے حسن سلوک سے تو چاچا یاد نہیں آنے لگے؟ پانی زندگی ہے زندگی کا پیغام ہے ہزاروں میل کا سفر طے کرتا ہوا یہ پنجاب' سندھ' سرحد اور بلوچستان کے کھیتوں تک پہنچے گا۔ ان کھیتوں کی مردہ مٹی کو نئی

زندگی عطا کرے گا۔ وہ کھیت جن کی زندگی اور خوشحالی کسان کی زندگی اور خوشحالی ہے جن کی زندگی پر قومی خوشحالی کا انحصار ہے۔ اس پانی کا ہر قطرہ زندگی ہے تو برف کا ہر ذرہ جوہر زندگی سیاچن کا برفستان ہماری زندگی کا سکون ہے اور دشمن ہماری زندگی کے منبع پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ خون کو وجود سے الگ کرنا چاہتا ہے۔ دشمن تو ہوتا ہی وہ ہے جو خون کا دشمن ہو وہ اس بچے کا بھی دشمن ہے سندھ اور پنجاب کے میدانوں میں کھیلنے والے بچوں کا بھی 'بلوچستان کی وادیوں میں بھیڑ بکریاں چرانے والے اور سرحد کے کھیتوں کی رکھوالی کرنے والے بچوں کا بھی دشمن۔ دانا کہتے ہیں 'دشمن بات کرے انہونی' ہمارے دشمن نے اس برفانی آگ میں کود کر داناؤں کے قول کی سچائی ثابت کر دی۔

ان وادیوں کے لوگ مہینوں اس موسمیاتی قید کی تیاری کرتے ہیں۔ برف کے مہینوں کیلئے ایندھن اور خوراک ذخیرہ کرتے رہتے اور جب برف دروازوں پر دستک دیتی ہے تو اندر سے کنڈی لگا کر آگ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ کچھ دوسرے علاقوں کی طرف محنت مزدوری کرنے نکل جاتے ہیں۔ یہ لوگ ان جگہوں کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ ان مقامات کی طرف کیوں نہیں چلے جاتے جہاں برف نہیں برستی جو کوئی جہاں ہے وہی اس کی جنت ہے۔ تپتے صحراؤں میں رہنے والے ان سے جدا نہیں ہوتے 'برف کی آگ والے اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ انسان اپنے اپنے ماحول کے بحر کی مچھلی ہے جو اس سے الگ ہو کر آسانی سے سانس نہیں لے سکتا ہم اپنے بحر سے باہر ہوئے تو سانس کی مشکلات پیدا ہونے لگی تھیں جیسے جیسے دریا میں پانی کی رفتار تیز ہوتی جاری تھی فضا میں ہوا کی مقدار بڑھتی جاری تھی۔ سانس اور بات آسان ہوتی جاری تھی پھیپھڑوں کے انجنوں کے ہوکے کم ہو گئے تھے مگر چلتے پھرتے آدمی پھر بھی کہیں نظر نہیں آتے تھے۔ اس سفر میں ہم نے ان راہوں کی مشکلات اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھیں 'اپنے جسموں سے محسوس کر لی تھیں جو سیاچن کے دروازوں کو جاتی ہیں جن پر سیاچن کے لئے لڑنے والوں کو گزرنا ہوتا ہے۔ ہمارے میزبانوں کا مشن کافی حد تک کامیاب رہا تھا اس منزل میں اگر کہیں طوفانوں سے شرف ملاقات میسر آ جاتا تو میزبان اور بھی کامیاب رہتے۔ مزید خوشی محسوس کرتے مگر مہمان شاید پورے کے پورے واپس نہ پہنچ سکتے۔

جس وادی کو کسی باوردی بریگیڈیئر کی بھی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی اب وہاں بریگیڈ ہیڈ کوارٹر ہے۔ سیاچن کے دروازوں کی حفاظت کے ذمہ دار بریگیڈیئر کا آراستہ و پیراستہ ہیڈ کوارٹر ڈمبھم نے خواب تک نہ دیکھا ہو گا کہ اسے کبھی یہ اعزاز بھی نصیب ہو گا جس طرح پاکستانی افواج نے کبھی گمان تک نہ کیا تھا کہ دشمن کبھی ان برف پوش زمینوں میں بھی طرح مصرع عرض کر دے گا۔ یہ ہیڈ کوارٹر پاکستان میں اپنی نوعیت کا منفرد بریگیڈ ہیڈ کوارٹر تھا۔ ناقابل تصور برف اور بلندی پر جنگ اور دفاع کا ہیڈ کوارٹر محل وقوع ماحول 'عمارت اور لوازمات ہر چیز سے انفرادیت جھلکتی تھی۔ افسروں اور جوانوں کی سرگرمیاں بھی زیادہ تر زیر زمین ہی تھیں وہ ہمیں بھی زیر زمین ہی لے گئے۔ گرم پانی گرم چائے گرم پکوڑے اور وسیع و عریض آراستہ کمرے گیاری کے زیر برف بالائے زمین کمروں کے مقابلہ میں ڈمبھم کی زیر زمین زندگی کا معیار بہت

بلند تھا یہاں بھی برف تو تھی مگر اس کے ظلم کی داستانیں اتنی عجیب اور شدید نہیں تھیں۔ دریا کے کناروں تک سفر میں سنبھل سنبھل کر چلنے کی ہدایت یہاں بھی دی گئیں مگر ہر قدم پر سنبھلنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ سب ہی ذرا آزادی سے چل پھر رہے تھے۔ سارے ہی مزید کھل کر بات کرنے لگے تھے۔ ہیڈ کوارٹر کے سربراہ بریگیڈیئر مشتاق کے علاوہ اگلے بنکروں میں اعلیٰ افسر زیادہ کھل کر بات کرتے تھے۔ سیاست مارشل لا سیاست دان 'چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر 'اخبارات' اخبار نویس 'سیاچن' دشمن اور دوست کسی بھی موضوع پر ان سے بات کی جا سکتی تھی۔ پیچھے ہیڈ کوارٹر کا سربراہ اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی بات بھی چبا چبا کر کرتا تھا 'محاذ کی صورتحال کے بارے میں بھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو اسے نہیں کرنا چاہئے تھی۔ چائے کے دوران پیغام آیا کہ کسی اگلی چوکی پر دشمن گولہ باری کرنے لگا ہے اور اب تک پچاس گولے پھینک چکا ہے۔ بریگیڈیئر نے چوکی کے دفاعی انتظامات کی صحت کے بارے میں پوچھا کچھ فنی نوعیت کی ہدایات دیں اور "اوور" کہہ کر پھر سے شریک گفتگو ہو گیا 'اس کی گفتگو میں توازن تھا 'باتوں سے اعتماد ٹپکتا تھا۔

چائے کے بعد وہ ہمیں ایک بڑے ہال میں لے گئے 'وہاں کچھ جونیئر اور سینئر افسر بھی جمع تھے 'ہمیں سیاچن کے تاریخ جغرافیہ سے مزید آگاہ کرنے کے لئے انہوں نے ایک فلم لگا دی 'فلم فنی معیار سے اچھی اور معلومات کے حوالہ سے بہت اچھی تھی۔ ہم متعدد مقامات پر متعدد بریفنگوں میں شرکت کر چکے تھے۔ یہ آموختہ تازہ کرنے کی اچھی مشق رہی۔ فلم محاذ پر جانے والے افسروں کی ابتدائی تربیت کیلئے بنائی گئی تھی اور آخری مقاصد تک ہر چیز پر روشنی ڈالتی تھی۔ فلم ختم ہوئی تو پھر سے وہی بحث چل پڑی کہ بھارت کو برف کے دوزخ میں کودنے کی مجبوری کیا تھی۔ اس نے "آپ تے ڈبوں باہساں بجھاں وی گالے" کا قدیم محاورہ اس جدید دور میں کیوں تازہ کر دکھایا؟ شاہراہ ریشم پر قبضہ کرنے کیلئے؟ چلو مان لیا آپ درست فرماتے ہیں بھارت کے اس ارادے کو ذرا زمین پر پھیلا کر دیکھتے ہیں کہ اس میں کامیابی کے کتنے فیصد امکانات ہیں کہ کوئی احمق سے احمق جرنیل بھی ناممکن کیلئے وقت 'وسائل اور بندے ضائع نہیں کر سکتا' کوے کے بارے میں فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ دو مقامات کے درمیان بالکل سیدھا اڑتا ہے۔ سیاچن سے اگر کسی پہاڑی کوے کی دم سے دھاگا باندھ کر اسے حکم دیا جائے کہ شاہراہ ریشم پر قریب ترین مقام جگلوٹ پہنچ جاؤ اور پھر سیاچن سے جگلوٹ تک پہلے دھاگے کی پیمائش کی جائے تو اس کی لمبائی ایک سو نوے کلو میٹر بنتی ہے۔ درمیان میں پھیلی برفیلی وادیوں اور پہاڑوں سے بچ کر جائیں تو یہ فاصلہ کافی ہو جاتا ہے۔ بھارتی افواج نے جس مقام تک پہنچ کر ہمیں اپنی آمد سے مطلع فرمایا تھا کئی سال گزر جانے کے بعد بھی وہ وہاں سے آگے نہیں بڑھ سکیں کچھ پیچھے ہی گئی ہیں کیا ان حالات میں وہ لڑ کر ایک سو نوے کلو میٹر کا برفستانی سفر کر سکتی ہیں؟ کوئی فوجی یا انسانی دماغ انہیں اس قابل نہیں مانتا۔ سیاچن سے درہ خنجراب کا فاصلہ دو سو بیس کلو میٹر ہے اور وہاں تک پہنچنے کیلئے وادیوں اور پہاڑوں کے علاوہ بلتورو گلیشیر کے بھی اوپر سے گزرنا پڑتا ہے۔ ماہرین سیاچن سے خنجراب تک ٹریکنگ بھی ممکن قرار نہیں دیتے۔ بلتورو گلیشیر

مردم گریز اور ترش مزاج گلیشیر ہے اس کے مقابلہ میں سیاچن تو بہت ہی صاف دل اور صاف گو گلیشیر ہے۔ اس کے چہرے سے اس کے دل کا حال معلوم ہو جاتا ہے مگر بلتورو منہ میں رام رام بغل میں چھری والی نسل سے تعلق رکھتا ہے ان کوائف کو سامنے رکھ کر ماہرین کہتے ہیں کہ بھارت کا مقصود و منزل شاہراہ ریشم نہیں ہو گا اور اگر تھا بھی تو اب سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے اور ان پتھروں پر چلنا اس کے بس میں نہیں اس علاقہ میں بھارتی فضائیہ بھی زمینی صورتحال پر اثر انداز نہیں ہو سکتی مگر یہ ساری مشکلات اور رکاوٹیں اس بات کی پھر بھی ضمانت نہیں کہ دشمن یہ چال کبھی چلے گا ہی نہیں۔ سیاچن پر قبضے کے بعد بھارت کی طرف سے دنیا بھر کے کوہ پیماؤں کو بذریعہ اشتہارات اطلاع دی گئی تھی کہ وہ کے ٹو پر مہم جوئی کیلئے اس سے رابطہ قائم کریں دنیا کی دوسری سب سے اونچی چوٹی کے ٹو دنیا بھر کے کوہ پیماؤں کی محبوبہ ہے ہر سال دنیا بھر سے درجنوں کوہ پیما اس کے حضور نذرانہ پیش کرنے آتے ہیں۔ کئی اس کی آغوش میں ابدی نیند سو جاتے ہیں۔ بہت سے یہ خواہش دل میں چھپائے واپس لوٹنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد سے کے ٹو پر کوہ پیمائی پاکستان کی اجازت سے ہوتی رہی ہے۔ اگرچہ چین کی طرف سے بھی کے ٹو کی چوٹی تک پہنچا جا سکتا ہے مگر چینی نظام کی مانند اس راستہ کو بھی بہت ہی کم پسند کیا جاتا ہے۔ سیاچن کے دروازوں سے نکل کر بھارت کے ٹو کی طرف پیش قدمی کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو وہ پاکستان کی طرف سے وہاں تک رسائی کی راہیں مسدود کر سکتا تھا پاکستان کی بجائے کے ٹو پر کوہ پیمائی بھارت کی اجازت اور راہ سے شروع ہو جاتی تو اس سے پاکستان کے وقار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ بھارت کی توقیر میں ناقابل تصور اضافہ ہو جاتا کے ٹو کے گرد و نواح کی چوٹیاں بھی اس کی زد میں آ جاتیں مگر پاکستانی جوانوں نے دنیا کی دوسری سب سے اونچی چوٹی کے دفاع کیلئے دنیا میں سب سے اونچی دفاعی چوکی قائم کر کے بھارت کے ان عزائم کی راہ میں بھی کانوائے سیڈل پوسٹ کی اکیس ہزار فٹ بلند رکاوٹ کھڑی کر دی ہے کانوائے سیڈل کی دفاعی چوٹی تک پہنچنا بذات خود کے ٹو کی چوٹی سر کرنے سے کم کارنامہ نہیں۔ اس مہم کی کامیابی سے کے ٹو کی پڑوسی چوٹیاں گیشربرم ' میشربرم ' براڈپیک اور ان کی سہیلیاں سب بھارت کے سایہ سے محفوظ ہو گئی ہیں۔

"آپ کو معلوم ہے بھارت نے 1963ء کے پاک چین معاہدہ کو تسلیم نہیں کیا تھا؟" ایک افسر نے سوال کیا۔

"تو کیا سیاچن پر اس کے قبضہ سے وہ معاہدہ کالعدم ہو گیا؟" ایک اخبار نویس نے سوالیہ جواب دیا۔

"کالعدم تو نہیں ہوا مگر اس پر عملی اظہار جذبات تو کر دیا اس نے"

"درۂ قراقرم جس میں اس معاہدہ کے تحت تینوں ممالک کی سرحدیں ملتی تھیں وہ بھی بھارت کی طرف رہ گیا ہے"

"اس سے پچیس میل نیچے درۂ ترکستان میں بھی بھارتی موجودگی کا شبہ ہے"

"گویا اس نے چین کو بھی میزبانی کی دعوت دی ہے"

"یہ بھی ہو سکتا ہے 1962ء کے چینی حملہ کے تجربہ کی روشنی میں بھارت چینی عزائم کے سامنے بند باندھنا چاہتا ہو"

"پاکستان کے خلاف جارحیت سے چینی عزائم کے سامنے بند؟"

"اس جارحیت سے بھارت کے زیر قبضہ تبت کا علاقہ تو محفوظ ہو گیا"

"مگر کیا بھارت اس علاقہ میں کوئی بڑی لڑائی لڑ سکتا ہے؟"

"وہ تو شاید کوئی بھی نہیں لڑ سکتا"

"چیلنج نہ سہی یہ پیغام سمجھ لیں کہ اب ہم 1962ء والے نہیں"

"اب ہم نے پورے دس پہاڑی ڈویژن تیار کر لئے ہیں اور ہم اکیس ہزار فٹ کی بلندی پر چل پھر سکتے ہیں"

"ہاں یہ پیغام تو واقعی بامعنی ہے"

"اور اس میں پاکستان کیلئے بھی تو پیغام ہے"

"وہ کیا؟"

"کہ ہم اتنے طاقتور ہیں کہ بلا مقصد بھی لڑائی کر سکتے ہیں 'قدرتی آفات سے لڑائی میں اتنے بندے اور وسائل ضائع کرا سکتے ہیں' ذرا دھیان سے رہنا"

"اور ہم اپنی قوت کے مظاہرہ کیلئے دنیا کا سب سے بلند میدان جنگ اور سرد ترین علاقہ بھی منتخب کر لیا کرتے ہیں 'اس طاقت کو ذرا ذہن میں رکھنا"

"اور یہ کہ صرف ہم ہی اس خطہ میں اتنے طاقتور اور اس طاقت کے نشہ میں اتنے مدہوش بھی ہو سکتے ہیں"

"تو گویا بھارت کا ایریا کمانڈر نشہ نشہ میں ہی ادھر نکل آیا تھا اتنی سردی میں"

"سرمائی سرد راتوں میں آپ نے کبھی کسی مدہوش پہلوان کو گندی نالی میں پڑا نہیں دیکھا؟"

"کیا کسی ایریا کمانڈر کو بلا اجازت اتنا مدہوش ہونے کی جرات ہو سکتی ہے؟"

"ممکن ہے وہ اوپر والوں پر رعب ڈالنے کی کوشش میں اتنا دور نکل آیا ہو"

گفتگو کے محاذ پر سب اپنی اپنی جدید ترین معلومات کے گولے پھینک رہے تھے۔ اگر ایریا کمانڈر رعب ڈالتے ڈالتے سیاچن تک پہنچ گیا تھا تو اس سے ایک سال پہلے بھارتی فوجی سیاچن پر کیا لینے آئے تھے؟ اس سال ان کی آمد کی اطلاع پا کر پاکستانی دستے استقبال کیلئے پہنچے اور نہایت شان و شوکت سے انہیں وداع کیا تھا۔ اگلے سال موسم بہار کے خاتمہ پر پاکستانی فوجیوں کی سیاچن یاترا کا پروگرام تھا، مگر ان کے

پہنچنے سے صرف تین روز پہلے بھارتی وہاں آموجود ہوئے تھے۔ جی ایچ کیو کا خیال تھا کہ اتنی شدید سردی میں بھارت والے دوستی کے سفر پر روانہ نہیں ہو سکیں گے مگر ان کے اندازے غلط نکل آئے تھے۔ اس سے بھی پہلے دو سال تک بھارتی فوجی اپنے کوہ پیمائی کے ادارہ کی کمانڈر کرنل کمار کی قیادت میں گلیشیر پیمائی کیلئے آتے رہے تھے اور اس مہم جوئی کی روداد ایک غیر ملکی پرچہ میں چھپوائی تھی اور جب پاکستان نے ان کے سیاچن پر قبضہ پر احتجاج کیا تو بھارت کے فوجیوں کی اس گلیشیر پیمائی کی رپورٹ کو بھارت والوں نے بطور سند پیش کر دیا تھا کہ یہ تو ہمارا ہے۔ دیکھو ہمارے لوگ یہاں آتے رہے ہیں اور بیرونی لوگ اس کی رپورٹیں شائع کرتے رہے ہیں۔ جی ایچ کیو اور وزارت خارجہ نے جواب آں رپورٹ کیلئے الپائن کلب آف پاکستان سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی ایسی رپورٹ ہے؟ الپائن کلب کے دو بزرگ ارکان نے اپنی 1948ء کی سیاچن پیمائی کی رپورٹ فراہم کر دی جو اس وقت روزنامہ ڈان میں شائع ہوئی تھی اگر بھارت اور پاکستان کے درمیان تصادم کے حالات میں کارکردگی ڈالنے کیلئے ایریا کمانڈر طاقت کے نشہ میں آ گیا تھا تو بھارتی فوجی کئی سال سے گلیشیر پیمائی کی فوجی مشقیں کیوں کرتے رہے تھے؟ بھارت یقیناً وہاں ایک طویل منصوبہ بندی کے تحت آیا ہے اس کی اس منصوبہ بندی اور گلیشیر نوردی کے پیچھے عزائم کیا ہیں اس بارے میں ٹھیک طور پر پاکستان کے فوجی حلقے ابھی تک اندازہ نہیں کر سکے تھے۔

سیاچن کے ہماری اقتصادیات اور دفاع پر ہی اثرات نہیں مرتب ہوئے قومی زندگی اور قومی سیاست پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے صدارتی اختیارات کی توپ سے محمد خان جونیجو کی وزارت اور ساری جماعتی جمہوریت جو برخاست کی تھی اس کے پیچھے بھی سیاچن تھا جب بھارتی افواج اس پر قابض ہوئیں میجر جنرل پیرداد شمالی علاقہ جات کا کمانڈر تھا اور کور کمانڈر جنرل جہانداد 'ان علاقوں میں بھارت کی سرگرمیوں کی اطلاع ملنے پر کور کمانڈر اور ایریا کمانڈر سے رپورٹ مانگی گئی۔ ایریا کمانڈر نے رپورٹ دی کہ بھارت کسی صورت اس علاقہ میں کوئی ایڈوانس نہیں کر سکتا اپنے ایریا کمانڈر کی کور کمانڈر نے تائید کر دی۔ چیف آف دی آرمی سٹاف اور ان کا جی ایچ کیو سرحدوں سے بے فکر اور بے نیاز ہو کر ایم آر ڈی کی تحریک کے خلاف جنگ میں لگ گیا' اسی دوران آئی ایس آئی نے بھارت کے فوجی ارادوں سے چیف آف دی آرمی سٹاف کو آگاہ کیا مگر انہوں نے آئی ایس آئی کی اطلاع پر جنرل پیرداد کی رپورٹ کو زیادہ اہمیت دی جب بھارتی لیفٹیننٹ جنرل جیٹر   نے جنرل پیرداد کی رپورٹ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فوجیں سیاچن پر چڑھا دیں تو چیف آف دی آرمی سٹاف نے اپنے جنرل پیرداد کے خلاف صرف ایک فقرہ کی کارروائی کی

"PIR DAD YOU HAVE LET ME DOWN."

اور کور کمانڈر جہانداد کو ترقی دیکر گورنر سندھ بنا دیا۔ جب اس سنہری کارکردگی کی بنیاد پر صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے میجر جنرل پیرداد کو لیفٹیننٹ جنرل بنانا چاہا تو محمد خان جونیجو نے اس کی راہ میں سیاچن کھڑا

کرنے کی کوشش کی۔ ضیاء الحق کو محمد خان جونیجو کی یہ گستاخی پسند نہیں آئی۔ انہوں نے بیک جنبش قلم جمہوریت اور محمد خان کو اپنے اپنے گھر بھیج دیا اور میجر جنرل پیرداد کو لیفٹیننٹ جنرل بنا کر دم لیا' سیاچن گنوایا' پیرداد اور جہانداد نے سزا پائی محمد خان جونیجو اور جمہوریت نے پاکستان کا بریگیڈ ہیڈ کوارٹر اب ہمیشہ دم سم یا انگریزوں کے ڈیفنس   میں قائم رہے گا۔ بھارت بھی بریگیڈیئر کوارٹر گرونلا سے انغا کر نہیں لے جا سکتا یہ سرد محاذ ہمیشہ کیلئے اب گرم رہے گا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان کسی لڑائی کی صورت میں اس محاذ پر بھی شدید لڑائی ہو گی اس کیلئے دونوں ممالک کے مالی وسائل برباد ہوتے رہیں گے' بھارت نے پاکستان کے اقتصادی وسائل کی کمر توڑنے کیلئے تو یہ سرد محاذ گرم نہیں کر دیا؟ ایک سوال یہ بھی پوچھا گیا جواب تھا کہ بھارت کے اپنے اقتصادی وسائل کی کمر بھی تو سیاچن کی فوجی مہم کے بوجھ سے دوہری ہو رہی ہے 'اعداد و شمار کے حوالے سے جواب کو وزنی بنانے والوں نے بتایا کہ بھارت کا مالی اور جانی بوجھ اب ہم سے کہیں زیادہ ہے' شروع میں اسے ہم پر کچھ برتری حاصل تھی وہ اپنی افواج کو ان علاقوں کے موسمی حالات میں   رکھ کر وہاں قیام کا عادی بنا رہا تھا' اس کے پاس لباس اور ہتھیار اس علاقہ کے حالات کے مطابق تھے 'اب ہماری فوجیں بھی موسمی حالات کی جسمانی مشقوں کے بعد اس محاذ کی عادی ہو گئی ہیں' بھارت کے لباس اور ہتھیاروں کی برتری بھی ختم ہو گئی ہے بلکہ چوکیاں قائم کر کے پاکستان نے اپنی سپلائی لائن بہتر کر لی ہے۔ بھارت والوں کو سیاچن کی پوری لمبائی پیدل چل کر اگلی چوکیوں تک آنا پڑتا ہے اس سفر میں انہیں سیاچن کی خوراک اور گوشت کی ضروریات بھی پوری کرنا پڑتی ہیں۔

میں نے ایک اعلیٰ ترین افسر سے اس اعلان جنگ کے بغیر لڑی جانے والی جنگ کی نوعیت کے بارے میں پوچھا تو اس کا فوری جواب تھا "یہ احمقانہ جنگ ہے"

"پھر آپ یہ احمقانہ جنگ لڑ کیوں رہے ہیں؟"

"احمق کے پڑوس میں احمق بننا مجبوری ہو جاتا ہے"

"احمق کے پڑوس میں احمق بننا مجبوری کیوں ہو جاتا ہے؟ عقلمند کے پڑوس میں عقلمند بننا تو کسی کی مجبوری نہیں ہوتا؟"

میرے سوال پر اس نے زبردست قہقہہ لگایا تھا "واپس آ کر بتانا ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

ہمارا بزرگ ترین ساتھی محاذ پر پہنچنے سے پہلے ہی ہر کسی سے لڑنے کو دوڑتا تھا۔ کئی روز کی برداشت کے بعد ہمارے سب سے خاموش ساتھی اس سے لڑنے کو دوڑے تو دوسرے نے آہستہ سے میرے کان میں کہا"   کے پڑوس میں   بننا بعض دفعہ مجبوری ہو جاتا ہے"

"اور عقلمند کے پڑوس میں عقلمند بننا مجبوری نہیں بنتا"

دنیا کی چھت پر دنیا کی مہنگی ترین دفاعی جنگ کی وجہ تو کچھ کچھ سمجھ آ گئی لیکن غریب ترین ممالک کی برادری کے ممتاز ترین رکن کی طرف سے مہنگی ترین جارحیت کی وجہ پھر بھی سمجھ نہیں آئی۔

"آخر بھارت کی مجبوری کیا تھی؟"

"بھارت کی سب سے بڑی مجبوری پاکستان ہے' یہ بات سمجھ آجائے تو اس کی دیگر مجبوریوں کو سمجھنے پر وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا"

ہم اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے بھی بھارت کی مجبوری سمجھنے پر وقت ضائع کر رہے تھے۔ دم سم سے گلگت واپسی کا سفر بھی ہیلی کاپٹر سے ہونا تھا اور ہیلی کاپٹر ابھی آیا نہیں تھا۔ فوجی ضروریات کے ساتھ ساتھ فوج کے ہیلی کاپٹر کوہ پیمائی کی ضروریات بھی پوری کرتے پھر رہے تھے۔ کینیڈا اور پولینڈ کے کوہ پیما موسم سرما میں کے ٹو کی چوٹی پر سے برفستان کا نظارہ کرنے آئے تھے۔ پیشہ ور کوہ پیما ہونے کے باوجود ان کیلئے سامان رسد بیس کیمپ تک لے جانا ناممکن ہو گیا تو فوج نے اپنے ہوا بازوں کو ان کی مدد کیلئے بھیج دیا اور ہمیں باتوں میں لگائے رکھا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ سیاچن کا تنازعہ مذاکرات سے طے ہو جائے؟"

"بھارت کے ساتھ کوئی تنازعہ اب تک مذاکرات سے کبھی طے ہوا ہے تو پھر یہ بھی ہو جائے گا"

ہم نے پاک بھارت تنازعات کی فائل کھول کر چشم تصور کے سامنے رکھ دی بھارت نے ہر ایک تنازعہ طاقت کے زور پر حل کیا ہے' حل کرنے کی کوشش کی ہے ہماری امیدوں پر برف پڑ گئی۔

"بھارت کو اپنی طاقت کا نشہ کب تک رہے گا؟"

"جب تک کوئی طاقتور اس کا نشہ اتارے گا نہیں"

"دیگر بڑی طاقتوں کو بھارت کی مانند بات بات پر طاقت کا نشہ کیوں نہیں چڑھتا؟"

"کیونکہ ان میں نئی نئی طاقت نہیں آئی ہوتی"

"گویا کہ نو   "

"جی ہاں نو طاقتیہ"

گرم کمرہ' گرم گفتگو اور گرم محاذ مگر سردی کی ایک رات کا اثر پھر بھی باقی تھا' گرم کھانوں کی بھاپ بھی برف کے دل سے اٹھتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ برف کا بھی دل ہوتا ہے؟ برف کے دل میں انسان سے اتنی نفرت کیوں ہے؟ وہ اپنی مملکت کی حدود میں پاؤں رکھنے والوں کے ہاتھ پاؤں کیوں جلا دیتی ہے۔ ان کے ناک اور کان کیوں کاٹ لیتی ہے اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کی آنکھوں میں سلائیاں کیوں پھیر دیتی ہے؟ ان کے دماغوں سے سوچ کیوں سلب کر لیتی ہے؟ ساتھی پھر سے مصروف گفت و شنید ہو گئے میں ایک بار پھر ٹھنڈی برف میں نکل گیا' قدم قدم چل کر نیچے دریا کی سرد لہروں تک اتر گیا' ٹھنڈی یخ لب بستہ لہریں تاریخ کے غیر محسوس انداز میں اپنی منزل کی طرف رواں تھیں۔ دو ممالک کی فوجوں کے درمیان سے نکل کر آنے والی لہریں اس برف زار سے آنے والی لہریں جس کے تقدس کے تحفظ کیلئے قدرت نے اتنی سخت سزائیں مقرر کر رکھی ہیں۔ اتنے زبردست انتظامات کئے ہیں کہ جس کو ہوں جان و دل عزیز وہ اس

گلی میں آنے کا سوچ بھی نہ سکے۔ ہم نے اس دریا کے ساتھ ساتھ طویل سفر کیا تھا' ایک مقام پر یہ اپنے دونوں طرف کے برفیلے میدان کا حصہ تھا پھر یہ برف پوش پہاڑوں اور میدانوں میں برف کا ایک الگ سا حصہ معلوم ہونے لگا۔ برف کے میدان میں برف کی لکیر بن گیا۔ برف پوش پہاڑ کے دامن سے چشمہ بر فیلا ناگ سا' اس سے آگے چل کر اس کے برفیلے کمبل کے نیچے سے اس کے پھیپھڑوں کی حرکت کا احساس ہونے لگا۔ برف کے سفید کمبل میں سیاہ سوراخ پڑنے لگے اس کے بعد سیاہ چوغہ پر سفید پیوند کاری دکھائی دی اور پھر اس کی زندگی کی حرارت سے ساری برف پگھل کر پانی بن گئی' میں نے پانی میں انگلی ڈالی وہ برف سے بھی زیادہ سرد تھا جیسے یہ پانی ہمارے میدانوں کی طرف بڑھے گا اس کی سرد مہری گرمجوشی میں بدلتی جائیگی۔ بالآخر جب یہ سمندر سے گلے ملے گا تو فریقین کا جوش طلاپ شور طلاپ میں بدل جائیگا میں دریا کے کنارے بیٹھا اس کی طبیعت کی سردی گرمی پر غور کرتا رہا اور سورج اس روز کی نصف سے زیادہ مسافت طے کر گیا۔

زمین سے اٹھے تو پہاڑوں سے قریب ہونے لگے ہیلی کاپٹر جدھر رخ بدلتا سامنے کوئی پہاڑ آ جاتا۔ بعض دفعہ دو چوٹیوں' دو متوازی سلسلوں کے درمیان دور تک ایک خلا سا دیکھ کر میں سوچتا ممکن ہے راستہ یہی ہو پھر دعا کرنے لگتا کہ راستہ وہی ہو   مگر اور قریب سے دیکھتے تو آگے جا کر دونوں چوٹیاں یا دونوں سلسلے مل جاتے۔ ان پہاڑوں کے سروں پر بھی سفید عمامے تھے۔ قریب سے معلوم ہوتا سیاہ پہاڑیوں نے سفید ریشمی لباس پہن رکھا ہے   جس کے نیچے سفید جالا لگی ہے کیمرے کی ریل اب ٹھیک ٹھاک چل رہی تھی میں ہیلی کاپٹر سے ان نظاروں اور سفید پوش جشنوں کی زیادہ سے زیادہ تصویر کشی کرتا رہا۔ پائلٹ حسن اور بدصورتی برف اور پہاڑوں سے بے نیاز اپنے اڑن کھٹولے کو اڑائے اور گھمائے لے جا رہا تھا۔ ان سرد اور برف زاروں میں پہاڑی چوٹیوں کے جنگلات میں مسلسل اڑ اڑ کر پائلٹ بھی بے حس سے ہو جاتے ہیں رسے پر بائیسکل چلانے والے مداری کی مانند بالکل بے خوف ہوتے ہیں ایک شب رات کے کھانے کی میز پر ان راہوں اور فضاؤں کے پائلٹ آپس میں باتیں کرنے لگے ایک ہنس ہنس کر اپنی تازہ مہم جوئی کی تفصیلات بیان کر رہا تھا کسی اگلی چوکی سے چلا تو بھارتی توپ کے گولے سے اس کے ہیلی کاپٹر کی دم اڑ گئی۔ بہت کوشش کی مگر ہیلی کاپٹر پتھر کی مانند برف پر آن گرا اردگرد نہ کوئی انسان نہ پرندہ چرند نہ چوکی نہ سڑک' ہوتی بھی تو فضاؤں کے مسافر تھے برفیلے سفر سے ناآشنا اپنا اپنا جائزہ لیا اپنے ساتھی کو برف کے غار میں دھنسنے سے بچایا اور ایک دوسرے کے سہارے جدھر منہ ہوا چلنے لگے۔ کافی برف خواری کے بعد انہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ تلاش کرنے والوں نے انہیں اور انہوں نے تلاش کرنے والوں کو پہچان لیا وہ یہ حادثہ ایسے بیان کر رہا تھا جیسے اسلام آباد کی کسی شاہراہ پر گاڑی پنکچر ہو جانے کا واقعہ سنا رہا ہو۔

سیاچن ان چوٹیوں اور وادیوں سے کافی پرے قاصدیوں پر اتا برف کا تودہ جس کی خاطر دو ممالک اپنے مالی وسائل برباد کر رہے تھے اپنے جوانوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا رہے تھے برف کا ساٹھ کلو میٹر لمبا

اور آٹھ دس کلومیٹر چوڑا تو وہ جس پر گھاس تنکا تک نہیں اگتا' دو ممالک کے اچھے بھلے پڑھے لکھے سمجھ دار قائدین' جرنیل اور افسر اس بے کار تودے کیلئے کیوں لڑ رہے ہیں؟! احمقانہ جنگ میں کیوں مصروف ہیں؟ ہم فضا میں اہل زمین کے بارے میں بے فائدہ سوچ میں الجھ گئے صدیوں تک آسمانوں سے ذرہ ذرہ برف گرتی ہے تو گلیشیر بنتا ہے۔ صدیوں زمین سے لمحہ لمحہ تاریخ اگتی رہے تو اس کا بھی گلیشیر جم جاتا ہے برف کا گلیشیر اپنے اردگرد اوپر نیچے کی جملہ اشیا کو نگل جاتا ہے۔ ہر چیز اس کا حصہ بن جاتی ہے۔ تاریخ کا گلیشیر اپنے چاروں طرف کے افراد و اقوام کو ہضم کر کے اپنا حصہ بنالیتا ہے۔ برف کا گلیشیر جس سمت چلتا ہے اس کے مقید شجرو حجر اس کے ساتھ چلنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ تاریخ کے گلیشیر کے چلنے کے دوران اس کے جسم و جان کا حصہ افراد اور اقوام اس کے سفر سے الگ نہیں رہ سکتے۔ برف کے گلیشیر پر تاریخ کے گلیشیر کے ساتھ بہنے والے مجبور افراد ایک دوسرے پر توپیں اور بندوقیں تانے مورچہ بند ہیں یہ ان کی مجبوری ہے وہ تاریخ کے اس صدیوں پرانے گلیشیر کی گرفت سے آزاد نہیں رہ سکتے۔ لڑائی کے نقصانات اور امن کے فوائد کے بارے میں آزاد افراد اور اقوام ہی آزادانہ غور و فکر کر سکتے ہیں۔ تاریخ کے گلیشیر کے جسٹ بیچھے میں پھنسے مجبور اور مقید افراد کے مقدر میں آزادانہ سوچ اور فکر بھی اللہ میاں نہیں لکھتے۔ اس پیدائشی محرومی کی وجہ سے وہ گلیشیر کا جبر اور ظلم برداشت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تاریخ اور اس کے سیاچن گلیشیر کے غلاموں سے آزادانہ ندرت فکر و عمل کی آس عبث ہے تاریخ کا گلیشیر برف کے گلیشیر کو بھی روندتا ہوا چلا جا رہا ہے اس کے غلام اس کے ظلم اور جبر میں تعاون کیلئے تیغ و تفنگ نہ اٹھائیں تو کیا کریں؟ ہمیں سیاچن کی بدبختی بھارتی قیادت اور فوج کی مجبوری اور پاکستان کی طرف کی معذوری سمجھ آنے لگی برف کا گلیشیر تاریخ کے گلیشیر سے کب تک لڑتا رہے گا؟ جواب سیاچن کے جسمانی اور ایمانی جائزہ کے بغیر ممکن نہیں اور اس پر تاریخ کے بے بس بھارتی غلاموں کی موجودگی میں یہ جائزہ ممکن نہیں تھا پہاڑ ایک ایک لمحہ کیلئے سامنے آتے اور چہرہ و چوٹی دکھا کر پیچھے ہٹ جاتے۔ وادیاں آنکھ جھپکتی رہ جاتیں اور ہم آگے نکل جاتے۔ ایک لمحہ بھر سکردو میں رک کے ایک افسر بھر وزن کم کیا اور ایک بار پھر فضا میں پہنچ گئے۔ اب فضا سے زمینی منظر کا رنگ روپ بدلنے لگا تھا۔ سفید سرچوٹیوں کی بجائے سفیدی مائل سروں والے پہاڑ تھے برف میں ملبوس وادیوں کی جگہ سبزی کل وادیوں نے لے لی تھی۔ یہ قربت گلگت کی علامتیں تھیں ہم گلگت سے دو روزہ جدائی میں تفاوت محسوس کرنے لگے تھے ارض گلگت پر پاؤں رکھتے ہی سیاچن کے مجاہدوں کے پیرس میں پہنچ گئے۔

مبلغ ستر ہزار روپے قیمتی لباس سے پوری طرح نجات بھی حاصل نہ کی تھی کہ جنرل ایاز کا پیغام آ گیا وہ اپنے کنٹرول روم میں الوداعی بریفنگ کیلئے تیار بیٹھے تھے ہم فوج والوں کی اس ہمہ وقت تیاری سے کچھ تنگ تو تھے مگر مہمان میزبان کا کھلونا ہوتا ہے' ویسے بھی محاذ کی دید و شنید کے بعد کمانڈر سے گفت و شنید لازم تھی' اب ہم ان سے زیادہ اعتماد سے بات کرنا چاہتے تھے انہوں نے احوال سفر کے فوراً بعد احوال محاذ پر بات

شروع کر دی سوال زیادہ کھلے کھلے تھے وہ بھی زیادہ کھل کر جواب دے رہے تھے اور دبے دبے لفظوں میں بڑے کھلے اشارے کرتے جا رہے تھے وہ ہم سے بھی زیادہ پر اعتماد نکلے۔

رات کے سکوت نے گلگت کی وادی کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا چنار باغ کے درختوں کے سائے رات کی سیاہی میں معدوم ہو چکے تھے اور میں کرنل مرزا حسن کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہا تھا ان سے پہلی ملاقات 1972ء میں مظفر آباد میں ہوئی تھی وہ شمالی علاقوں کی آزادی کی کہانی سناتے رہے میں خاموش سنتا رہا اب میں یہ کہانی سننا چاہتا تھا مگر وہ خاموش تھے۔ آزادی کے شہدا کی یادگار کے ایک طرف کرنل مرزا حسن کی آخری آرام گاہ ہے اور دوسری طرف اس جنگ کے دوسرے ہیرو راجہ بابر کی ان مجاہدین نے بے سروسامانی کی حالت میں کسی مدد کے بغیر قیام پاکستان کے اعلان کے بعد شمالی علاقوں کی آزادی کا جہاد شروع کیا اور گلگت کے ڈوگرہ گورنر کو قید کر کے اردگرد کی وادیوں اور پہاڑوں کے بسنے والوں کی مدد سے سیاچن سے خنجراب اور کوہستان تک کا وسیع و عریض علاقہ آزاد کروا کر حکومت پاکستان کو دعوت دی تھی کہ وہ ان علاقوں میں اپنا نظم قائم کرلے چنار باغ کی سڑک کے دوسری طرف دریائے گلگت پتھروں سے ٹکراتا ہوا تند و تیز بہہ رہا تھا اور میں سامراج کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا انہیں پاش پاش کرنے والے مجاہدین کے جذبوں کو سلام پیش کر رہا تھا انہیں کس جذبہ نے منظم قوت سے ٹکرا جانے کی طاقت دی؟ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کی تمناؤں کا مرکز تھا' ان کے دلوں میں اس مرکز سے وابستگی کی تمنائیں تھیں' ہم آج انہی تمناؤں کی وجہ سے اس جگہ موجود ہیں انہی شہدا کی تمناؤں کی تکمیل ان کے جذبوں کے تقدس کی حفاظت کیلئے ہمارے نوجوان سیاچن کی بلندیوں پر پہرہ دے رہے ہیں۔ قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ ان کی قائم کردہ روایتوں پر عمل کر کے سرخرو ہوئے جاتے ہیں۔

رات اور بھی ٹھنڈی ہو گئی تھی سیاہی اور بھی دبیز ہو چکی تھی وادی پر سکوت نے گرفت مزید مضبوط کر لی تھی میں باغ سے نکل کر دریا کی طرف چل دیا جیسے جیسے درمیانی فاصلہ کم ہو رہا تھا' دریا کی آواز صاف ہوتی جا رہی تھی "میں تمہارے کھیتوں کیلئے زندگی کا پیغام ہوں' سندھ' پنجاب اور بلوچستان کے باسیوں کیلئے جوہر زندگی ہوں جو کوئی زندہ رہنا چاہتا ہے اسے اپنے جوہر زندگی کی حفاظت کرنا ہوگی جوہر میں ہوں زندہ تم نے رہنا ہے اب یہ فیصلہ تم نے خود کرنا ہے کہ تم کیا چاہتے ہو"

دریا کے کنارے ایک شخص خاموش بیٹھا تھا سڑک پر سے ایک فوجی جیپ گزر گئی اس نے گردن گھما کر دیکھا اور پھر سے کسی فکر میں گم ہو گیا کیا یہ دریا کی آواز پر دم بخود ہے؟ میں نے اپنے آپ سے پوچھا اور قریب گیا تو وہ اپنا بھاری چوغہ سنبھال کر ایک طرف کو چل دیا جدھر روشنیاں تھیں دریا کے دونوں کناروں کا ربط بڑھانے والا پل تھا" یہ پیغام نہ بھی سمجھ سکے تو اسے کیا فرق پڑے گا یہ تو اس دریا کا مالک ہے

جو زندگی کا پیغام لے کر ہمارے ایک ایک کھیت تک پہنچتا ہے" میں نے اپنے سوال کا آپ جواب دیا۔ سڑک پر سے ایک اور فوجی جیپ گزر گئی۔ اس کے انجن کی آواز دریا کی لہروں سے ہم آغوش ہو کر اردگرد کی پہاڑیوں سے ٹکرائی تو پوری وادی نغمۂ زندگی سے گونجنے لگی۔

بازدید

گرمی اور مصروفیت کی شدت کے لمحہ میں ایک دوپہر اچانک اطلاع ملی کہ اگلی صبح پانچ بجے ہمیں اسلام آباد سے سکردو کی پرواز پکڑنا ہے۔ ہم اتنی جلدی اڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ ارادہ باندھ کر بھی کب کا ڈھیلا کئے بیٹھے تھے' سامان باندھنے کا سوچا تک نہ تھا' اچانک اطلاع پر ہنگامی بھاگ دوڑ شروع کی۔ پی آئی اے والوں نے لاہور سے اسلام آباد کی سیٹ بھی اوکے کرنے سے معذرت کر لی دو روز پہلے ہی عید قربان تھی۔ ارکان اور حکام سب مزید قربانیاں دینے واپس اسلام آباد جا رہے تھے' ہم خود تو کسی ٹرک ڈرائیور کی منت کر کے اسلام آباد پہنچ جاتے مگر عظمت شیخ عربی شیخوں کی صحبت میں کافی زیادہ الشیخ ہو چکے تھے' ان کا کیا بنے گا؟ وہ تو ہمہ یاراں ٹرک پر بھی آمادہ تھے مگر ہمارے سامنے اپنے ملک اپنی پی آئی اے اور سب سے زیادہ خود اپنے وقار کا مسئلہ تھا' وقت کم گرمی زیادہ اور وقار کا بحران' دروازے پر خالدہ بٹ گرمی سے ہانپتے کانپتے مل گئے۔ ہوائی اڈہ پر اختر مونگا سے ملاقات ہو گئی اور یوں ہم شب کی سیاہی کا راج بحال ہونے سے بھی پہلے اتفاقات کے سہارے اسلام آباد پہنچ گئے لیکن کیا کل سکردو بھی پہنچ سکیں گے؟ ماضی کے تجربات نے رات بھر سونے نہ دیا۔

لاؤنج میں بہت بھیڑ تھی شوق اور خوف میں ہم کچھ زیادہ ہی سویرے ایئرپورٹ پہنچ گئے تھے مگر دیگر سواریاں شاید ہم سے بھی زیادہ خوف زدہ تھیں۔ ہمارے پہنچنے تک کافی رونق ہو چکی تھی۔ پی آئی اے والے ایک ہی پور میں اتنے سارے خواتین و حضرات کو پہاڑوں کے اس پار پہنچا سکیں گے؟ اب ایک اور

سوال پیدا ہو گیا' میں خلقِ خدا سے الگ تھلگ بیٹھے ناراض ناراض سے ذاکر قسم کے مسافر کے چہرے میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے لگا۔ ایک چھوٹا سا بچہ بھاگتا ہوا آیا اور فرش پر پڑی ان کی زنبیل سے ٹکرا کر گر گیا' سیاہ پوش نے بچے کو وہیں پڑا رہنے دیا اور زنبیل اٹھا کر قریبی کرسی پر رکھ لی' ایک ننھی منی گڑیا سی بچے کے پیچھے بھاگتی آئی اور بزرگ کو دیکھ کر دور ہی سہم کر رک گئی' دور بیٹھی ماں تیزی سے بچوں کی طرف بڑھی مگر بزرگ کے احترام میں یا خوف سے دور ہی رک گئی' پچھلی قطار سے ایک عمر رسیدہ خاتون آگے بڑھیں بچے کو اٹھا کر پیار کیا بچہ ماں کی گود میں جا چھپا اور سیاہ پوش کا موڈ مزید خراب سا ہونے لگا شیشے کی بڑی دیوار سے اس پار صبح قدم جما چکی تھی اور رن وے پر قبضہ مستحکم کرنے کی کوششوں میں لگی تھی بزرگ ارد گرد کی مخلوق پر اچٹتی سی نگاہ ڈالتے شیشے کی دیوار کے دوسری طرف کھڑے طیاروں کا جائزہ لیتے اور پھر سے اس طرف گھورنا شروع کر دیتے جدھر ان کی نگاہ اور لاؤنج کی دیوار کے درمیان کوئی انسانی رکاوٹ حائل نہیں تھی دو گوری خواتین سیٹ تلاش کرتی ادھر آئیں' سیاہ پوش کو غور سے دیکھا اور الٹے پاؤں لوٹ گئیں' جیسے کوئی بہت پرانی ناراضگی ہو' مقام نماز کی طرف سے موٹے تازے علماء کرام کی ایک ٹولی برآمد ہوئی اور اپنے ہم پیشہ سے صاحب سلام کے بغیر دوسری طرف نکل گئی۔ شیخ بھی اپنی گھڑی کے ہندسے پھر سے گنتا کہ رات میں کہیں کم تو نہیں ہو گئے ٹکٹوں پر درج پرواز کی روانگی کا وقت پڑھتا اور ننھی منی عینک ناک پر ٹھیک سے ٹکا کر ٹیلی وژن سکرین پر طیاروں کی صورت حال کا جائزہ لینے میں مصروف ہو جاتا۔ دو میزبان خواتین دستی ریڑھیوں پر اپنا پرواز کا سامان لادے لاؤنج میں داخل ہوئیں تو سب چہروں پر پرواز آ گئی سیاہ پوش بزرگ نے پہلی بار کسی چیز میں ذرا گہری دلچسپی کا اظہار کیا خواتین پیشہ ورانہ بے نیازی سے ٹہلتی ہوئی بغلی کمرہ کی طرف نکل گئیں بلتی ناک اور سپاٹ چہرے والے ایک مسافر نے اپنے ہم قامت پڑوسی کے کان میں سرگوشی کی' جیب سے بورڈنگ کارڈ نکال کر پھر سے پڑھا اور مردانہ ٹائلٹ کی طرف بھاگ گیا فضائی میزبان خواتین کی پر ڈیڑھ قامت مسافر کی ٹائلٹ کی طرف دوڑ اور اخراج کے دروازوں پر چیکنگ سٹاف کی تیاری نے' لاؤنج میں بکھرے گورے سیاحوں نے قربت پرواز کا شگون لیا اور لاؤنج سے باہر جانے سے پہلے سگریٹ بجھانے کی خاطر لمبے لمبے کش لگانے لگے۔

سامنے شیخ ٹہلتے ہوئے آ رہے تھے۔ ہمیں اندازہ ہو گیا کہ جلد بازی کا کوئی خطرہ نہیں اور سکون سے مسافروں کا جائزہ لینے لگے جو بورڈنگ کارڈ جیبوں میں ڈال کر بھی پریشان سے تھے۔ جیسے پرواز کا اب بھی کوئی بھروسہ نہ ہو' باہر موسم بالکل صاف تھا مقامی طور پر خطرہ کی کوئی علامت بھی نہ تھی مگر ان راہوں میں خطرہ اور خطرناک موسم آگے ہوتے ہیں' اونچی پہاڑیوں اور گہری گھاٹیوں کے درمیان میں' جب تک ادھر سے گرین سگنل نہ آئے پرواز مائل بہ پرواز نہیں ہوتی' بلتی نقوش والوں میں سے بیشتر نے سروں پر فلیٹ ہیٹ جما رکھے تھے لاؤنج میں پہنچ کر بھی وہ ہیٹ بردار گھوم پھر رہے تھے۔ ایک دو سینئر قسم کے فوجی کٹ

بزرگوں کے سروں پر بھی ہیٹ دیکھ کر شبہ ہوا کہ ان راہوں پر ہیٹ لازمی تو نہیں قرار دے دیا گیا بالشیخ سے شبہ کا اظہار کیا تو انہوں نے خلافِ عادت بے نیازی سے جواب دیا "ویسے ہی ہو گا شوقیہ" مگر اتنے زیادہ "شوقیہ" اسی روٹ پر کیسے جمع ہو گئے؟ اس بلا ضرورت شوق کی وجہ کچھ سمجھ نہیں آئی۔ ایک ادھیڑ عمر گوری نہایت پریشانی کے عالم میں دوڑتی ہوئی آئی اور خروج کے دروازے کی طرف نکل گئی' اس نے اپنا فالتو لباس اپنی موٹی کمر سے باندھ رکھا تھا جو پروں کی مانند جھول رہا تھا ہاتھ میں صرف ٹکٹ اور بورڈنگ کارڈ تھا تو گویا اس کا سب کچھ ہی چھن گیا؟ مگر کیسے؟ خروج کے دروازے تک پہنچ کر وہ لوٹی اور جدھر سے آئی تھی ادھر ہی کو دوڑ پڑی اسی رفتار سے اس نے دو تین چکر مکمل کئے تھے کہ سیاہ پوش نے بھی اس کا نوٹس لینا ضروری سمجھا مگر اب اس کے پسماندگان بھی پہنچ گئے تھے' وہ انہیں تلاش کرتی ہوئی رن وے کی طرف دوڑ دوڑ جاتی تھی وہ اسے تلاش کرتے ہوئے لاؤنج سے باہر چلے گئے تھے۔ عورت کی تھوڑی سی آزادی بھی اس کے اور اس کے ہم سفروں کیلئے کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے جہاں اس سے بھی زیادہ عورتیں اور آزادیاں ہوں گی وہاں کیا حالت ہوتی ہو گی؟

لاؤنج میں مچھلی منڈی کا سماں اچھی طرح بندھ گیا تو چپکے سے ایک پرواز کا اعلان کر دیا گیا یہ ہماری پرواز نہیں تھی خروج کے دروازے کے سامنے لائن میں لگے ہی تھے کہ دوسری پرواز کا اعلان کر دیا گیا پھر ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری پھر چوتھی' پروازوں اور مسافروں کا اس قدر گڑبڑ مچا کہ میزبان ایک ایک مسافر کے پاس آ کر پوچھتے کہ اس نے کہاں جانا ہے اور پھر کسی چائے پیتے بزرگ کو بازو سے پکڑ کر تیزی سے دوڑتے ہوئے باہر نکل جاتے شبہ ہوتا تھا ہم ہوائی اڈہ کی بجائے لاری اڈہ نکل آئے ہیں۔ شیخ نے تصدیق کی کہ وہ بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہے ہیں' ہمارے پڑوس میں اور سیاہ پوش کے عقب میں چار مخمور جوانیاں تشریف فرما تھیں ہنگامۂ آمد و رفت سے بے نیاز قہقہوں کی گولہ باری میں مصروف پھر شاید انہیں بھی کوئی شک شکوک گزر گیا ایک نوجوان اٹھ کر سکیورٹی والوں سے معلوم کرنے چلا گیا کہ اس رولے گولے میں سکردو کی پرواز بھی کہیں روانہ تو نہیں ہو گئی اب تک وہ انکل شیخ سے بھی پوچھ لیتے تھے کہ باقی سب تو خیریت ہے نا! اب اس نے واپس آ کر خوشخبری دی کہ فکر کی کوئی بات نہیں' سکردو کی فلائٹ بفضل تعالیٰ ابھی روانہ ہونے کا ارادہ نہیں رکھتی' وقت روانگی سے ایک گھنٹہ آگے گزر گیا تھا ہم ارد گرد کے چہروں کو دیکھ دیکھ کر تھک چکے تھے لیکن سیاہ پوش نہایت اطمینان سے نوشتہ ہائے دیوار پڑھ رہے تھے بیکاری سے تنگ آ کر شیخ نے چائے کا آرڈر دے دیا پھر دو تین بار اس آرڈر کو مزید پختہ کیا مگر کینٹین والوں کو شاید اس روٹ کے مسافروں پر بھروسہ نہیں تھا۔ انہوں نے نہ انکار کیا نہ چائے لائے' اسی گڑبڑ کے دوران بلا اعلان پرواز کے بلتی چہرے سامان اٹھا اٹھا کر خروج کی طرف بھاگنے لگے شیخ نے میری طرف دیکھا میں نے بھی سب سے آخر میں چلنے کے معاہدہ کی پابندی کو غیر ضروری قرار دے دیا لائن میں پہنچے تو معلوم ہوا واقعی سکردو والے جا رہے ہیں مگر انہوں نے اعلان کیوں نہیں کیا؟ نہ اردو میں نہ انگریزی

میں اور نہ ہی بلتی زبان میں چپکے چپکے کچھ کیا اور چل پڑے اگر ہم ان کی اس پر اسرار سرگرمی سے اندازہ نہ کر لیتے تو شاید وہ ہمیں وہیں چھوڑ جاتے اور راستہ سے ہماری سیٹوں پر کوئی اور سواریاں بٹھا لیتے۔

سیڑھی کے آخری سرے پر طیارے کے دروازے میں کھڑے فضائی میزبان نے خوش آمدید کی بجائے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھما کر استقبال کیا بعض بین الاقوامی پروازوں پر بچوں میں سفر کا شوق پیدا کرنے کیلئے انہیں کھلونوں کے ڈبے دیے جاتے ہیں ہمارے آگے والے خاندان کے سربراہ نے ایک ڈبہ پکڑتے ہوئے اپنے بچوں کی تعداد کے مطابق ڈبے اٹھائے تھے ہمیں شبہ ہوا کہ وہ ہمیں بھی بچہ ہی سمجھ رہے ہیں ہاتھ پیچھے کھینچنا چاہا تو اس نے ذرا سختی سے ڈبہ آگے بڑھا دیا دروازے کے ساتھ ڈبوں کا بہت بڑا ڈھیر لگا تھا اور وہ کسی مسافر کو خالی ہاتھ آگے جانے نہیں دیتے تھے میں نے استفہامیہ نظروں سے شیخ کی طرف دیکھا انہوں نے تسلی دی "ناشتہ" یہ بھی کوئی انداز ناشتہ ہے؟ دروازے میں کھڑے ہو کر ڈھیر سا ناشتہ اٹھا کر کہیں کہ جاؤ اور موج کرو "ممکن ہے خرچ بچانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہو لندن سے امریکہ جانے والی سستی پروازوں میں تو چائے پانی بھی نہیں پوچھتے مسافر تیل تولیہ بھی ساتھ لاتے ہیں" انہوں نے تسلی دی "شمالی علاقوں کے لوگوں کو فضائی سفر کی سہولتیں فراہم کرنے کیلئے حکومت نے ان روٹوں پر سستی پروازیں چلا رکھی ہیں۔ پنڈی سے سڑک کے راستہ سکردو جائیں تو دو دن لگ جاتے ہیں ہوائی جہاز کے کرایہ سے بھی زیادہ روٹی پانی اور اس پر خرچ آ جاتا ہے ہوائی جہاز سے ناشتہ کا ڈبہ کھولتے بند کرتے پون گھنٹے میں سکردو پہنچ جاتے ہیں اگر پی آئی اے کچھ بچت کر لے تو کیا حرج ہے مگر بچت میزبان عملے کے گھوم پھر کر ڈبے تقسیم کرنے کی ہی تھی۔ قبلہ سیاہ پوش خوش قسمتی سے اب بھی ہمارے پڑوس میں ہی تھے مسافر ناشتہ کے ڈبے رکھ کر پیٹیاں باندھنے لگے وہ ناشتہ کا ڈبہ کھولنے میں مصروف ہو گئے۔ اس میں بند اقسام ناشتہ کا جائزہ لیا اور ایک عدد کیلا نکال کر اس سے بے تکلف ہو گئے۔ طیاروں کی پرواز تک کھانوں کی میزیں بند رکھنا لازم تھا۔ جملہ مسافر میزیں اور ڈبے بند کر کے اعلان پرواز کے منتظر بیٹھے تھے اور قبلہ اوپر کا چوغہ کھول کر کھانے کی میز پر سجائے ناشتہ سے دست و گریباں ہو رہے تھے طیارے کے ماحول میں اب بھی کچھ کشیدگی سی تھی سب مسافروں کے پیٹیاں باندھ لینے کے باوجود اعلان پرواز نہیں ہو رہا تھا کافی عرصہ کے بعد پائلٹ نے اطلاع دی کہ فضا میں دیگر طیاروں کی موجودگی کی وجہ سے کنٹرول ٹاور اسے روانگی کی اجازت نہیں دے رہا ورنہ وہ اور اس کا عملہ تاخیر کے لئے مزید معذرت خواہ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے بالآخر جب کنٹرول ٹاور نے انہیں حرکت کی اجازت دی تو ناشتہ کا وقت کافی سے زیادہ گزر چکا تھا۔

مسافروں نے ناشتہ کے ڈبے کھولے تو فطرت نے اپنے حسن کے خزانوں کے در وا کر دیئے سر سبز وادیاں، کہر کی چادروں میں سے جھانکتی چوٹیاں اور اڑتے پھرتے بادلوں کے عجائبات شفاف بادلوں سے تراشیدہ دھند کے بادلوں کی چوٹیوں سے اوپر فضا میں معلق شاہکار مجسمے، جن سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ زنان مصر نے یوسفؑ کی جھلک دیکھ کر انگلیاں کاٹ لی تھیں۔ شیخ نے فضا میں اڑتے فن پارے

دیکھے تو چھری ناشتہ کی گردن کی بجائے اپنی انگلیوں پر چلانے لگے۔ تحسین فن کے لئے فنکار کا ذوق فن میسر آجائے تو فن پارہ اور فنکار دونوں نجات پا جاتے ہیں۔ ابھی اس حسن سے آنکھیں بھر کر سیراب نہیں ہو پائے تھے کہ پائلٹ نے ناگا پربت کی آمد کا اعلان کر دیا۔ پاکستان کی دوسری سب سے بلند چوٹی' رو پہلے بادلوں اور معلق فن پاروں کے بعد برف پوش چوٹیوں کے درمیان سے بلندیوں کو چھونے کی کوشش میں آٹھ ہزار ایک سو پچیس میٹر بلند یہ شاہکار چوٹی دنیا بھر کے کوہ پیماؤں کی محبوبہ ہے۔ اب تک پچاس سے زائد پرستار اس آستانے پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر چکے ہیں مگر اس کے حسن اور سرفرازی کی کشش ہے کہ دنیا کے کونے کونے سے پروانے اڑے آتے ہیں۔ وہ قدم قدم چل کر اس کی بلندی کا سفر کرتے ہیں، ہم پیٹیاں باندھے ہی اس کی انتہا کو نظروں سے چھونے کی کوشش میں لگ گئے تھے۔ جہاز ازمار ہا تخیل ناگا پربت پر کمند پھینکتا رہا۔ نگاہیں اس کی سفید ریشمی عبا میں الجھتی گئیں۔ مغربی سیاح اپنی اپنی سیٹوں پر بے چین بیٹھے تھے۔ میری سیٹ کھلی کھڑکی کے پاس اس رخ میں تھی جسے ناگا پربت کا دیر تک سامنا کرنا تھا۔ سامنے کے ایک ایک زاویہ اور پہلو کا کئی کئی زاویوں سے نظارہ کیا مگر تکمیل آرزو پھر بھی نہ ہو سکی۔ وقت اور طیارے کی رفتار پر کسی کو اختیار نہ تھا۔ ناگا پربت دل اور تخیل پر اپنے حسن و رعنائی کے نقوش ثبت کر کے اوجھل ہو گیا۔ پہاڑیاں اور چوٹیاں اس کے بعد بھی آئیں بلکہ پہاڑیاں اور چوٹیاں ہی آئیں مگر وہ مولوی مدن کی سی بات کہیں نہ تھی اور آگے بڑھے تو نگاہوں کا زاویہ دو قانون کے برابر بدل گیا۔ مسافر چوٹیوں اور پہاڑوں کی بجائے ان کے جنگل میں سانپ کی مانند چلتے دریائے سندھ دیکھنے لگے جس کے دونوں طرف ہزاروں فٹ بلند پتھریلی فصیل کھڑی تھی۔ جہاز بلندیوں سے اتر کر دریائے سندھ سے قریب ہونے لگا۔ پتھریلی فصیل کے ساتھ ساتھ اڑتا ہوا گورے گوریاں ناگا پربت کے بعد عظیم دریائے سندھ کے درشنوں سے فیض یاب ہو رہے تھے کہ اندرونی نظام پر ایک نہایت بھدی آواز نے قریب سکردو کی خوشخبری سنائی "نظر ہو" ایک طرف سے آواز آئی۔ قریبی نشستوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ دریا نے کروٹ بدلی پہاڑوں نے جگہ دی اور طیارہ کھلی وادی میں نکل آیا۔ زمین پر پتھریلی فصیل کے ساتھ دریا اس سے آگے ریت کی پٹی اس کے کنارے پر چھدرے چھدرے درخت اور ان کے درمیان میں ریت اور درختوں کے ایک لمبی سی شفاف پٹی دیکھ کر پائلٹ نے جہاز کے پہیے کھول دیئے۔ پہیے رکے تو زمینی عملہ نے اپنی مشترکہ قوت بازو سے سیڑھیوں جیسی کوئی چیز طیارے کے منہ سے لگا دی۔ نہ ہوائی جہاز والے تکلفات نہ ہوائی اڈے والے لوازمات۔ بالکل گھریلو انداز میں باہر آئے اور باوردی رہنماؤں کی قیادت میں چلتے ہوئے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ اس کے دو چھوٹے چھوٹے دروازے تھے ایک میں رن وے کی طرف کھلتا تھا اور دوسرا ہوائی اڈہ کے بیرونی دروازہ کی طرف۔ جب جملہ خواتین و حضرات مسافر اس بلیک ہول میں بھر گئے تو رن وے کی طرف کھلنے والے کھڑکی نما دروازے پر ایک خستہ حال بزرگ ٹانگیں اور بازو پھیلا کر کھڑے ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ ہوائی اڈے کا اندرون اور بیرون ملک سے آمد کا لاؤنج ہے اور جملہ مسافروں کو اپنے سامان کی وصولی تک یہیں کھڑے رہنا ہو گا۔ ہم نے رن وے کی طرف دیکھا تو بزرگ ترین اہل عملہ سامان کی خالی ٹرالی طیارے کی طرف کھینچے لئے جاتے تھے۔ ایک فوجی افسر نے ہجوم میں سے آگے بڑھ کر پہچاننے کی کوشش کی۔ ہم نے اتنے ہجوم میں شناسائی کی رسمیہ تقریبات سے معذرت کرتے ہوئے ضمانت کے طور پر شیخ کو ان کے سپرد کر دیا اور وعدہ کیا کہ سامان ملتے ہی خود کو بھی سامان سمیت ان

کے سپرد کر دیں گے۔ کمرے میں لوہے کی ایک پتری سی بنی تھی پہلے شمال سے جنوب کی طرف چار پانچ فٹ جاتی تھی اور پھر کسی پہاڑی سڑک کی مانند اچانک نوے درجے کے زاویہ پر مغرب کو گھوم کر تین چار فٹ بعد خود بخود ختم ہو جاتی تھی۔ اس کے گھوم جانے کے زاویہ میں اس سے قدم ملا کر ایک ستون کھڑا تھا جس کا سرا اوپر چھت میں پھنسا ہوا تھا۔ ایک بزرگ ہجوم میں سے راستہ بناتے ہوئے آئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک میانہ قامت ڈنڈا تھا۔ انہوں نے دور ہی سے بیرونی دیوار پر لکڑی کے ایک ڈبے کو ٹھوکر دی تو اس کے پیچھے سے ایک چوکور سوراخ برآمد ہو گیا۔ اگر لوہے کی پٹی پر بیٹھ کر اس سوراخ میں سے سیدھے دیکھیں تو ریت کی پٹی سے آگے سیاہ پہاڑ دکھائی دیتے تھے۔ دریائے سندھ ان دونوں بلندیوں کے درمیان کہیں نشیب میں رہ جاتا تھا۔ میں نے یہ منظر قلب و نظر میں محفوظ کرنے کی کوشش کی مگر بلیک ہول میں خواتین و حضرات کی کثرت کی وجہ سے نہ بیٹھنے کی گنجائش تھی نہ باہر دیکھنے کی سہولت۔ پھر بھی اس ہول کے کھل جانے سے ہوا اور روشنی کی مقدار میں ذرا اضافہ ہو گیا۔ جب کھڑے ہو ہو کر ٹانگیں کانپنے کی اجازت طلب کرنے لگیں تو اس سوراخ کے سامنے ایک حادثہ پیش آ گیا۔ ایک سوزوکی جیپ قریب سے گزر رہی تھی اس کا عقبی دروازہ کھل گیا۔ دروازے کے ساتھ منسلک ٹائر سوراخ ڈھانچے کے باہر کی طرف کھلنے والے ڈھکنے میں پھنس گیا۔ ڈیوٹی دار عملہ نے بڑی چابک دستی سے ٹائر اور پہیے کو الگ الگ کیا اور جیپ رن وے پر اونگھتے ہوئے ہوائی جہاز کی طرف روانہ ہو گئی۔ جن نوعمر بزرگوں نے ٹائر اور پہیے کو ایک دوسرے سے الگ کیا تھا وہ آگے بڑھے اور سامان کی ٹرالی کھینچ کر سوراخ کے سامنے کر دی۔ وہ ایک ایک آئٹم اٹھاتے اور بڑی احتیاط سے سوراخ سے آگے لوہے کی پٹی پر پھینک دیتے۔ وزن پڑتے ہی پٹی رینگنے لگی۔ تب پتہ چلا کہ یہ کمزور مسافروں کے آرام کرنے کی جگہ نہیں' کنویئر بیلٹ ہے اور سکردو کے ارد گرد کی وادیوں کے مستریوں نے اپنی مقامی مہارتِ فن کے ثبوت کے طور پر اپنے ہاتھوں سے تیار کی ہے۔ جب کوئی آئٹم اس بیلٹ پر چلتی ہوئی نوے درجہ کے زاویہ کے اندر کھڑے ستون کے پاس پہنچتی تو وہ اسے گھٹنے سے ٹھوکر لگا کر ایسا چکر دیتا کہ وہ دوسری سمت میں سفر جاری رکھنے کی بجائے وہیں گول دائرہ میں گھومنا شروع کر دیتی' چکر کھا کر وہیں گرنے کی کوشش کرتی' ایک نوجوان مسافر نے آگے بڑھ کر ستون کے پاس پوزیشن سنبھال لی اور جس بکس یا گٹھری کو ستون گھٹنا مارتا وہ اسے چکروں سے نکال کر رائٹ ٹرن کرنے پر مجبور کر دیتا۔ اس کی رضاکارانہ خدمات کی وجہ سے بیلٹ آگے بڑھتی رہی اور سوراخ کے باہر کی ٹرالی خالی ہو گئی۔ سامان پھینکنے والے بزرگ نے ٹرالی پیچھے دھکیلی تو وہی حادثے والی سوزوکی جیپ وہاں آن موجود ہوئی۔ میں اپنے بیگ کے انتظار میں غور سے باہر دیکھ رہا تھا۔ گردن جھکا کر دیکھا تو وہ بزرگ جیپ کے پیچھے سے سامان لانے والی دوسری ٹرالی کھول رہے تھے۔ جیپ کے حادثہ اور رن وے کی طرف نقل و حرکت سے میں یہ سمجھا تھا کہ مقامی اے سی صاحب طیارے سے اپنے کسی مہمان کو وصول کرنے جا رہے ہیں۔ جیپ کے پھیروں سے مطلع ہوا کہ وہ اے سی کی نہیں کسی پی آئی اے کی اپنی ملکیت ہے اور مالک کو گھر سے لانے لے جانے سے بچے کھچے وقت میں یہ ڈیوٹی بھی دیتی رہے۔

اگلے کمانڈر کے ٹرانزٹ کیمپ میں ان کے ڈپٹی کمانڈر نے ہمارا باوردی استقبال اور بیک وقت خوشی اور حیرانی کے ملے جلے جذبات کا اظہار کیا، خوشی ہماری آمد پر اور حیرانی ہمارے بے وردی ہونے پر۔ وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم بھی آئی ایس پی آر سے آ رہے ہیں اور آتے ہی وردی کے لوازمات پورے کریں گے، پاؤں جوڑ کر ٹھک سے سیلوٹ ماریں گے۔ جب آدمی ذہنی طور پر اس قسم کی صورت حال کے لئے تیاری کر چکا ہو تو ڈھیلے ڈھالے سول "اسلام علیکم" سے اس کا تھوڑا سا حیران ہونا حق بنتا تھا۔ تفصیلی تعارف اور تفتیش کے بعد ڈپٹی کمانڈر وردی سمیت سول مذاکرات کی طرف آ گئے۔ ڈیوٹی میجر فوراً ہی ہیلی کاپٹر کی تلاش میں مصروف ہو گئے جو ہمیں اڑا لے جانے کی ڈیوٹی پر تھا۔ ڈپٹی کمانڈر اگلے مورچوں اور جوانوں کی صورت حال بتانے لگے

ہم تبادلہ معلومات کرتے رہے ——— ڈیوٹی میجر ہیلی کاپٹر کو فضا اور زمین پر ڈھونڈتے پھرے۔ ہر جگہ سے یہی جواب آتا کہ ابھی تو یہاں تھا اب معلوم نہیں کہاں چلا گیا ہے۔ آخر تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ ہوائی اڈہ پر ہماری استقبالیہ تقریبات اور اسلام آباد میں روانگی میں غیر معمولی تاخیر سے تنگ آ کر پائلٹ ہمارے بغیر ہی آگے کمانڈر ڈیوٹی پر چلا گیا اور کمانڈر ہیلی کاپٹر میں اور بھی اگلے مقامات کے معائنہ پر روانہ ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب صاف ظاہر تھا کہ آج کا دن اور رات سکردو میں گزاریں گے۔ ہوائی اڈہ پر شاہ جہان سے ملاقات ہو گئی تھی۔ اس نے طیارے کو واپس بھیج کر مزید ملاقات پر زور دیا تھا اور کے ٹو ہوٹل میں انتظار کا وعدہ کیا تھا۔ پاکستان اور فرانس کی ایک مشترکہ فوجی ٹیم کوہ پیمائی پر جا رہی تھی اور اپنے لیڈروں کے انتظار میں کے ٹو ہوٹل میں پڑی تھی۔ اس بہانے اس ٹیم کے دیسی اور بدیسی ارکان سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ اب اس وعدہ کو پورا کئے بغیر چارہ نہیں تھا۔ نوجوان شاہ جہان پاکستان کے چند معروف کوہ پیماؤں میں سے ایک ہے اور الپائن کلب کی ایگزیکٹو میں اپنا ساتھی ہے۔ اس کی کوہ پیمائی اور کارکردگی کی بنیاد پر اسے حسن کارکردگی کے صدارتی تمغہ کے لئے منتخب کر لیا گیا تھا مگر تمغے تقسیم ہونے سے پہلے صدر ضیاء الحق بہاولپور کے حادثہ میں مرحوم ہو گئے تو منتخب بینظیر جمہوری حکومت نے مارشل لا کی باقیات مٹانے کے لئے جو اقدامات کئے شاہ جہان بھی ان کی زد میں آ گئے۔ حکومت نے انہیں انعام کی رقم تو بذریعہ ڈاک بھیج دی مگر ایوان صدر بلا کر تمغے وصول کرنے والوں کی فہرست سے نکال دیا گیا۔ جمہوریت کی بحالی کی خوشی اور جمہوری حکومت کے خوف میں پی آئی اے کے چیف نے بھی اپنی پی آئی اے کی اس نیک نامی پر شاہ جہان کو مبارکباد کا خط تک نہ لکھا۔ کھانا کھا کر کے ٹو ہوٹل پہنچے تو وہ کھانوں کی میز پر ہمارا منتظر تھا۔ اسے ہمارے متعلق اسی طرح غلط فہمی ہو گئی تھی جس طرح جمہوری حکومت کو اس کے بارے میں غلط فہمی لگی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے ہمیں کھانے پر بلایا ہے۔ مشترکہ ٹیم کے پاکستانی اور فوجی ارکان بھی کھانا کھا چکے تھے۔ بڑی سی میز پر وہ کھانا کھاتا اور اپنے دکھڑے سناتا رہا اور ہم اسے کھانا کھاتے اور رام کہانی سناتے دیکھا کئے۔ اپنی ہمت کے مطابق اس کی حوصلہ افزائی کی کوشش بھی کی مگر پلیٹوں اور ڈونگوں کے ضمیر پر اس سے بوجھ کم نہیں ہو سکا "میں نہ فوجی نہ ارائیں نہ جالندھری اور نہ سیاسی۔ گلگت کے

پہاڑوں میں پیدا ہونے والے مرد کوہستان کا ضیاء الحق سے کیا رشتہ ہو سکتا تھا؟ اس نے تو میری کارکردگی اور خدمات کے حوالے سے تمغہ دینے کا اعلان کیا تھا۔ یہ جمہوریت والے مجھے کیوں اپنی لڑائی میں کھینچ لائے تھے؟" شاہ جہان نے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے پوچھا "تاکہ آپ کے دل میں مارشل لا والوں کی عزت اور احترام پختہ ہو جائے" اس نے ہاتھ روک کر قہقہہ لگایا "مجھے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"

دریائے سندھ کے کنارے پر کھڑے کے ٹو ہوٹل کی زیادہ تر آبادی کوہ پیماؤں اور کوہ پیمائی سے وابستہ لوگوں پر مشتمل تھی۔ دریا کی طرف ایک درخت کی چھدری چھاؤں میں کرسی ڈالے ایک کوہ پیما کچھ لکھ رہا تھا۔ اس کے گرد بہت سے مقامی قسم کے پیر و جوان بیٹھے اور کھڑے تھے۔ شاہ جہان جدھر سے گزرتا پیر و جوان اسے جھک جھک کر سلام کرتے اور پھر مقامی زبان میں مذاکرات شروع کر دیتے۔ شاہ جہان نے بتایا کہ کرسی نشین مہم کے لئے پورٹروں کا انتخاب کر رہا ہے اور یہ لوگ شکوہ کر رہے ہیں کہ کسی خاص آدمی کے بندوں کو رکھا جا رہا ہے۔ ایک ذرا ماڈرن قسم کے نوجوان نے ذرا تن کر اسے سلام کیا۔ وہ چلا گیا تو پاس کھڑے ہجوم نے بتایا کہ اسے پورٹری کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے۔ کوہ پیمائی کے لئے جانے والی ٹیمیں اسی راستہ سے ہو کر جاتی ہیں۔ ان کا سامان اٹھا کر ساتھ جانے کا دھندہ اس علاقہ کے لوگوں کی آمدنی کا بہت بڑا وسیلہ ہے۔ جس کسی کا کسی پہاڑ کے دامن تک پھیرا لگ جائے اس کے سال بھر کے دانے پانی کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ سندھ کے دوسری طرف دو دریاؤں کے مقام اتصال پر آگے کو نکلی پہاڑی کی چوٹی کی پیشانی پر ایک میلی سی پٹی بندھی تھی۔ شاہ جہان نے بتایا کہ یہ سکردو کے کسی قدیم راجہ کا قلعہ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد مقامی مجاہدین آزادی نے اس قلعہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے قلعہ دکھانے اور ساتھ جانے کی پیشکش کی مگر دریائے سندھ کی تندی و تیزی اور عمودی چٹانوں کے مزاج کی کرختگی دیکھ کر ہمیں نے قبولیت "پھر سہی" تک ٹال دی۔ دن کا کافی حصہ باقی تھا اور یہ دن ہر صورت ہمیں سکردو میں گزارنا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی واپسی کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ شاہ جہان نے قرب و جوار کے قابل دید مقامات و عجائبات کی فہرست کی تلاوت شروع کر دی۔ قرعہ فال صدپارہ جھیل کے نام نکلا۔ دریائے سندھ پہاڑی سلسلوں میں پھنسی وادیوں میں سے، پہاڑوں کے اوپر سے پھسل کر آنے والے پانی کا قطرہ قطرہ جمع کر کے میدانوں کی سیرابی کے لئے محفوظ کرتا ہے اور صدپارہ جھیل سے آنے والا پانی سکردو کی وادی کی پانی کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ دریائے سندھ وادی کی کھردری سطح سے کافی نیچے ہے۔ وادی کے نشیب و فراز اور باغات کو اس کے پانی سے سیراب کرنا ممکن نہیں۔ لوگ صدپارہ جھیل سے دریائے سندھ سے وصال کے لئے روانہ ہونے والی ندی کے شفاف پانی کی راہ میں چھوٹے موٹے بند باندھ کر کھیتوں اور باغوں کی پیاس بجھاتے ہیں۔ سکردو کی پرانی اور نئی آبادیوں کی ناہموار سڑکوں سے گزر کر صدپارہ ندی کے کنارے پر کھدی سڑک پر آئے تو ان راہوں کو آزمودہ ڈرائیور کے پاؤں بھی کانپنے لگے۔ اوپر پہاڑ سڑک سے ہاتھ ملا کر گزرتی ندی اور ناہموار بل کھاتی سڑک پر اچھلتی کودتی جیپ کویت اور یورپ کی صاف اور کشادہ سڑکوں کے عادی شیخ راہ دیکھ کر منزل سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہو گئے۔ پتھروں سے گاہ اچھلتی اور گاہ ٹکراتی موجوں کی چاندی چاندی جھاگ سے بھری ندی دیکھ کر نڈھال ہونے لگے۔ انہوں نے جیپ رکوا کر کیمرہ تان لیا۔ اس کا دوہرا فائدہ تھا ایک تو تصاویر کشی اور دوسرے جیپ سے نجات مگر پہاڑی

راستے پر پیدل بھی کتنا چلتے، سانس پھول کر رکنے لگی تو پھر سے جیپ کا سہارا لینا پڑا۔ اسی طرح جیپ کا سہارا لیتے اور پیدل چل کر تصاویر بناتے، سندی کا طول ختم کر کے جھیل کے عرض کی حدود میں داخل ہو گئے۔ ایک دوسرے سے دو تین کلو میٹر ہٹ کر کھڑے دو پہاڑوں میں گھری جھیل صدپارہ اپنی وسعت پر زیادہ ناز نہیں کر سکتی لیکن اس کے پانی کی رنگت اور پاکیزگی اس کی شہرت کا سبب ہے۔ اسی شہرت اور پاکیزگی کو سیاحوں کے لئے پرکشش بنانے کی خاطر جھیل کے کنارے ایک خوبصورت ہوٹل سا بنا دیا ہے۔ جس کا لان آگے جھیل کے اندر تک چلا گیا ہے۔ ساحل سے دور ایک چھوٹے سے جزیرے تک آبی سیاحت کا بھی اہتمام ہے۔ ہم جیپ سے نکل کر ہوٹل کا فاصلہ طے کر کے آراستہ ساحل کو چھونے ہی والے تھے کہ اطلاع آئی کمانڈر صاحب خود آ گئے ہیں۔ ہم نے سوچا وہ بھی جھیل کا نظارہ کرنے آئے ہوں گے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ہمارا کھرا نکالتے ہوئے وہاں تک پہنچے ہیں۔ ہیلی پیڈ سے معلوم کیا تو اتنی سی اطلاع ملی کہ کے ٹو ہوٹل گئے تھے ابھی واپس نہیں آئے اور وہ ہیلی پیڈ سے ہمیں واپس لانے چل پڑے۔

کمانڈر کی گاڑی اچھی تھی یا ڈرائیونگ اب جیپ کو لے سنا سنا کر چلنے کی بجائے پتھروں پہاڑوں اور سواریوں کا ہر ممکن حد تک احترام ملحوظ رکھ رہی تھی سورج دریائے سندھ کے اس پار کی پہاڑیوں کے پیچھے منہ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا صدپارہ ندی میں چاندی کا بال بدستور جاری تھا اور محمد شفیع کمانڈر کی جیپ سے جیپ ملا کر چلنے کی ناکام کوشش کے باوجود کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔ محمد شفیع مرد کوہستانی ہے۔ ان کوہستانی راستوں پر جیپ کو جھٹکے لگتے اور پلٹ کر جھٹکنے سے اس کے چہرہ پر کوئی تیوری نہیں آئی تھی۔ جس سڑک نے ہمارے پسینے چھڑا دیئے تھے وہ اسے بہت اچھی بتا کر ادھر لے آیا تھا اور سارا راستہ لوک روایات اور کہانیوں سے ہماری توجہ سڑک اور جیپ سے مبذول کرانے کی پوری کوشش کرتا رہا تھا "کہتے ہیں کہ خپلو کی وادی میں اس علاقہ کے راجہ کا سب سے بڑا مندر ہوتا تھا جس میں گھوڑے کی قسم کا بنا ایک بت لٹکا ہوا تھا سارا لوہے کا بنا ہوا وہ نہ زمین کو چھوتا تھا نہ چھت کو، درمیان میں معلق تھا۔ اس مندر کو "چق چن" کہتے تھے جس کا بلتی زبان میں مطلب لوہے کی کثرت والی جگہ بنتا ہے۔ اس مندر کی بڑی پروہت ایک عورت ہوتی تھی سارے بلتستان کے لوگ اس بت کی پوجا کرتے تھے۔ جب سید امیر کبیر ہمدانی اسلام کا پیغام لے کر آئے تو لوگوں نے انہیں اس معلق بت کے قہر سے ڈرایا، وہ انہیں خدا سے ڈراتے تھے لوگ انہیں بت اور اس کی بڑی پجارن کے غضب سے ڈراتے تھے۔ انہوں نے کہا چلو مجھے اس مندر لے چلو۔ وہ انہیں مندر میں لے گئے سید امیر کبیر ہمدانی نے دعا کی اور خدا کے حکم سے لوہے کا معلق گھوڑا زمین پر آن گرا۔ سید صاحب نے کہا کہ دیکھا میرا خدا کتنا بڑا ہے۔ اب آپ کو اس بت کی بجائے اس سب سے بڑے خدا کی عبادت کرنا چاہئے۔ لوگ خاموش رہے اور اپنی پروہت کی طرف دیکھنے لگے۔ امیر کبیر نے اس عورت کو دعوتِ اسلام دی اور کہا کہ وہ اپنے ماننے والوں کو بھی حکم دے کہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں۔ پجارن نے شرط لگا دی کہ اگر سید امیر کبیر اس آہنی گھوڑے پر سواری کر کے خپلو وادی کا ایک چکر لگا آئیں تو وہ اور اس کے ماننے والے ان کے خدا کو مان لیں گے۔ سید امیر کبیر نے یہ شرط مان لی۔ خدا سے دعا کر کے آہنی گھوڑے پر سوار ہوئے اور

وادی کے تین چکر مکمل کئے۔ پجارن اور سارے اس کو ماننے والے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ واپس آئے تو پجارن جادو کے زور پر دریائے شیوق سے آگے پہاڑوں پر تبت کی طرف اڑی جا رہی تھی جہاں اس کا بڑا پروہت رہتا تھا۔ سید امیر کبیر نے اپنا جوتا فضا میں پھینکا جو بجلی کی رفتار سے گیا اور پجارن کے سر پر چھتری کی طرح پڑنے لگا۔ جوتا پجارن کو واپس لے آیا۔ لوگوں نے اپنی پروہت کا یہ حشر دیکھا تو سب نے اسلام قبول کر لیا۔ سید امیر کبیر نے اس مندر کو گرا کر اس کی جگہ خپلو کی سب سے بڑی مسجد تعمیر کی جسے اب بھی چق چن ہی کہا جاتا ہے۔ کہانی ختم کر کے اس نے ایک دفعہ پھر گیئر بدلا اور کہا کہ اگر آپ خپلو جائیں تو مسجد چق چن ضرور دیکھیں۔ میں نے اس سے لوگوں کی موجودہ حالت کے بارے میں پوچھا تو اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی "پہلے لوگ دو دو سو کلو میٹر پیدل چل کر جاتے تھے آٹا اور دوسرا سامان لاتے۔ اب تو ہر گاؤں تک سڑک پہنچ گئی ہے۔ سکول کھل گئے ہیں۔ لوگ امیر ہو گئے ہیں سب کو نوکریاں مل گئی ہیں۔ اب تو اپنا ملک ہے وہ تو غلامی کا دور تھا" وہ بڑے جوش سے علاقہ میں آنے والی تبدیلیوں کا ذکر کر رہا تھا خاص طور پر فوج کے آنے سے بننے والی سڑکوں سکولوں کی باتیں۔ تعلیم اور سڑکوں کی وجہ سے لوگوں کی زندگی پر آنے والے اثرات کا ذکر۔ محمد شفیع فوج میں ملازم ہے۔ اس کا دوسرا بھائی محکمہ جنگلات میں ملازم ہے جنگلات اور جنگلی جانوروں کے تحفظ کی ڈیوٹی دیتا ہے پھر اس نے پہاڑوں اور ان پہاڑوں کے پیچھے بسنے والے پرندوں کی باتیں شروع کر دیں "جب بہت برف پڑتی ہے تو بلندیوں پر رہنے والا رام چکور نیچے آ جاتا ہے اسے پکڑنے کیلئے ہم ارد گرد کے پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں اور جدھر وہ اڑ کر جاتا ہے اسے ذرا اکر بیٹھنے نہیں دیتے جب وہ اڑ اڑ کر چور ہو جاتا ہے تو کسی پتھر میں سر چھپا کر بیٹھ جاتا ہے اور ہم اسے پکڑ لیتے ہیں وہ اور بھی بہت کچھ بتانا اور سنانا چاہتا تھا مگر جھیل قابل تصویر اور سڑک قابل توجہ آ گئی تھی میں نے جیپ رکوائی اس کی زبان کو بھی بریک لگ گئی تھی مگر کمانڈر کی سٹیرنگ اور بریک پر کمان اس سے کافی مضبوط تھی۔

ایک قدرے جدید آبادی کی پتھریلی گلیوں سے ہوتے ہوئے ہم ایک گھر کے سامنے رک گئے دروازے پر ایک مسلح فوجی کھڑا تھا اس نے سلیوٹ پیش کر کے گیٹ وا کر دیا سامنے ڈرائیو پر سرخ خوبانیاں بچھا کر بلا اجازت قدموں کو روکنے کی کوشش کی گئی تھی جس طرح میدان جنگ میں بلا اجازت ٹینکوں کی راہ میں بارودی سرنگیں بچھا دی جاتی ہیں۔ کمانڈر کی قیادت میں ہم ان خوبانی سرنگوں سے بچ بچ کر چلنے لگے انہوں نے سڑک پر جھکے ایک درخت سے ذرا کم سرخ خوبانیاں اتار کر ہدایت کی کہ کوئی بندہ چار پانچ سے زیادہ نہ کھائے رات ہو رہی ہے جلاب لگ گئے تو ایک نیا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ ہم نے خوبانیوں کی جلاب آور خصوصیات اور ان کو کھانے پینے کے آداب کے بارے میں پہلی بار پرہیزی باتیں سنیں۔ لاہور میں اہل لاہور کی خوبانی سے بے تکلفی کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا کہ خوبانی کی بہت قسمیں ہیں اور یہ وہ قسم ہے جس کے چار سے زائد دانے کافی جلاب آور ثابت ہو سکتے ہیں۔ میزبان نے چائے کے لوازمات کے ساتھ ذرا مختلف قسم کی خوبانیاں بھی پیش کیں۔ کمانڈر نے ایک بار پھر خبردار کیا کہ ان کے بعد پانی نہیں پینا۔ میں نے

چاء کا کوٹا باہری پورا کر لیا تھا اندر پانی اور چائے چھوڑنا آدابِ مہمانی کے منافی تھا خوبانی چھوڑ دی میزبان نے بہت ترغیب دی مگر کمانڈر کافی ڈر اچکے تھے میزبان کافی نوعمر تھا سیاہ بال پختہ قد اور چھوٹی سی عمر نہایت سادہ اور بے ضرر سا شکل و سیرت اور بات چیت سے شک تک نہیں گزرتا تھا کہ کوئی بریگیڈ کمانڈر ہے بات چیت فوجی معاملات کی بجائے صحافتی امور پر ہوتی رہی یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ باہر والے اخبارات کے انداز صحافت سے کس طرح اندر کی حالت زار کا اندازہ کر لیتے ہیں الوداعی تقریبات کے کافی بعد کمانڈر نے بتایا کہ میزبان مجاہدِ آزادی بلتستان اور گلگت کرنل حسن مرحوم کا بیٹا تھا باپ نے بلتستان اور گلگت کی جنگ لڑی بیٹا دشمن سے ان کے دفاع کی خاطر میدانِ جنگ میں بریگیڈ لئے پڑا تھا یہ وہ سعادت ہے جو اس کی دین جسے پروردگار دے " واپس پہنچے تو شیخ میری گمشدگی پر اداس بیٹھا تھا محمد شفیع جیپ کی رفتار تیز کر کے انہیں ناراض نہیں کر سکتا تھا اس سستی میں ہماری جیپ گنوا کر واپس مقام قیام پر لے آیا تھا شیخ جہاں اس وادی اور اس کے لوگوں کی باتیں سنا سنا کر ان کی اداسی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

محفلِ شب میں سیاچن اور اس محاذ کی صورت حال کی بات ہوتی رہی کمانڈر اپنے جوانوں اور افسروں کے جذبے سے بہت مرعوب تھا " پنجاب رجمنٹ کا نوجوان کیپٹن وسیم چند روز پہلے برف کے طوفان میں پھنس گیا اس کی ناک دونوں ہاتھ اور پاؤں برف سے جل گئے امدادی پارٹی واپس لائی تو میں اسے دیکھنے گیا گلے سے لگایا تو وہ الٹا مجھے تسلیاں دینے لگا " کوئی بات ہی نہیں سر آپ فکر کیوں کرتے ہیں کوئی بات نہیں یہ کھیل کا حصہ ہے " حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اسے زندگی بھر کے لئے اپنے اعضا سے محروم ہونا پڑے گا اس کے چہرے پر پریشانی کے کوئی آثار تک نہ تھے " وہ کیپٹن وسیم کی جرات اور حوصلہ کی کہانی سنا کر تھوڑی دیر کے لئے رک گئے جیسے اپنے دکھ پر قابو پا رہے ہوں پھر کہا " یہ میرا سب سے بڑا ہتھیار ہے ہر جوان اور افسر اسی ہتھیار سے لیس ہے اسی سے ہم اپنے سے بڑے اور زیادہ مسلح دشمن کا راستہ روکے ہوئے ہیں " اس نے بتایا کہ پاک فوج کے ہر نوجوان افسر کی خواہش ہے کہ وہ سیاچن کے محاذ پر ڈیوٹی دے اس وقت بھی چار صد سے زیادہ رضاکارانہ ڈیوٹی کے خواہش مند افسروں کی درخواستیں پڑی ہیں۔

سکردو کی وادی گہری خاموشی کی آغوش میں سو رہی تھی مہمان خانے کے سامنے کی سڑک پرے پہاڑ کی بلندیوں سے آنے والا شفاف پانی ہلکے سروں میں کوئی نغمہ الاپتا ڈھلوانوں کی طرف رواں تھا سفید سروں پر سیاہ مڑاسے باندھے بلند چوٹیاں پہرے پر کھڑی تھیں شور اور سیاست کے ہنگامہ خیز شب و روز کے عادی کے لئے یہ شب سکونِ قلب کا پیام ہونا چاہئے تھی لیکن میرا ہم سفر آرام دہ بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا بار بار پوچھ رہا تھا " ان سیاست دانوں کو ان باتوں کا علم ہے؟ وہ سیاچن کے مورچوں میں ڈیوٹی دینے والوں کے جذبے اور حالات سے واقف ہیں؟ " میں چاہتا تھا ان کی ساری رات کروٹیں بدلتے نہ گزر جائے ان کے سوالات کے گول مول جواب دیتا رہا۔

معرکۂ ترتھنگ

سکردو کے بازاروں میں ڈپٹی کمانڈر پون گھنٹہ خریداری کرتے رہے دو عدد ڈیڑھ کلو وزنی تربوز، پاؤ بھر پودینہ، نصف درجن بھر کھیرے، ایک کلو گرام ٹماٹر، سبز مرچیں اور دو تین لمبے لمبے خربوزے اس خریداری کے دوران ہم نے سکردو کے تقریباً سارے ہی بازار دیکھ لئے وہ اگلے مقامات والے جوانوں اور ہم دو عدد مہمانوں کے لئے ہر دستیاب سبزی خریدتے پھر رہے تھے۔ مگر جس دکان پر ٹماٹر تھے وہاں پودینہ نہیں تھا جس کے پاس کھیرے تھے وہ مرچیں ختم کر چکا تھا ایک ریڑھی پر پانچ چھ تربوز موجود تھے مگر ان کا معیار اچھا نہیں تھا۔ مرغ انہوں نے بہت تلاش کیا مخبری کرنے والی پارٹی نے اطلاع دی تھی کہ مرغ مل جائے گا مگر ہمارے جانے تک وہ کسی اور کو مل گیا تھا ایک جنرل سٹور کے سامنے تین جال بند مرغ دیکھ کر ڈپٹی کمانڈر خوش ہو گئے مگر دکاندار نے بیچنے سے انکار کر دیا کوئی اور کہیں اور سے خرید کر ان کے پاس امانت رکھ گیا تھا۔ اسے یہ تحفہ کہیں اور لے جانا تھا اور دکاندار اس امانت میں خیانت نہیں کر سکتا تھا اس سے پوچھا گیا کہ کہیں سے کوئی ایک آدھ مرغ ہی مل سکتا ہے اس نے جواب دیا آج تو نہیں، فوجی اور دوش حالی کی آمد سے سکردو میں ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ٹیلی ویژن اور دیگر جدید ضروریات کے سٹور تو کھل گئے ہیں مگر گوشت کسی ایک دکان سے بھی نہیں ملتا اس کی کمی مرغ پوری کرتے ہیں مگر وہ بھی ڈیمانڈ کے مطابق نہیں ہوتے ہر مرغ اور تربوز باہر سے لائے جاتے ہیں گوشت راولپنڈی اسلام آباد سے کوئی لے آئے تو لے سے مقامی لوگوں کو شاید اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی ڈپٹی کمانڈر کی اس یاوری سکردو گردی سے اندازہ

ہوا کہ فوجی افسر اپنے جوانوں اور ماتحتوں کا کتنا خیال رکھتے ہیں سو ڈیڑھ سو کلو میٹر سے ان کے لئے مرغیاں اور نماز ادا کر لے جاتے ہیں پورے مبلغ ایک سو روپے کی خریداری کی عیاشی سے فارغ ہو کر سکردو سے چلے تو دن کا ایک بجنے والا تھا پندرہ منٹ کم تھے جو ایک مقام پر ایک سنتری کو پیغام سپرد کرنے اور سفر کی سلامتی کی دعا میں خرچ ہو گئے۔ ڈپٹی کمانڈر سٹیرنگ پر بیٹھ کر گیئر بدلنے سے پہلے بہت طویل دعا کرتے تھے ان کے خشوع اور دعا کی طوالت سے ہمیں سفر اور سڑک کی مشکلات کا اندازہ تو کچھ ہو گیا تھا مگر عادی نہ ہونے کی وجہ سے ہم سلامتی سفر کی دعا میں شرکت نہ کر سکے۔

شہر کی حدود سے نکلے تو دریائے سندھ سڑک سے دور ہٹ گیا پہاڑ کے دامن سے لپٹی سڑک سے آگے ویران پتھریلے کھیت دیکھ کر ڈپٹی کمانڈر کافی دور تک ان کی آباد کاری کے طریقوں پر روشنی ڈالتے گئے کھیتوں سے آگے ریت اور ریت کے پیچھے دریائے سندھ پانی اور دریا کے دامن میں ویرانی واقعی قابل غور تھی ملاح کے خشک حقے والی بات تھی پھر دریا اور پہاڑ کی باہمی دوری کم ہونے لگی پہاڑ دریا کے کنارے آن کھڑا ہوا اور دریا پہاڑ کے پاؤں چومتا ہوا بہنے لگا درمیان میں سڑک گزارنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی فوجی انجینئروں نے دونوں کی صدیوں کی قربت میں سڑک حائل کرنے کی جسارت کی ہے جس پر دریا اور پہاڑ دونوں ناراض سے دکھائی دیتے تھے پہاڑ سڑک کے اوپر سے جھک کر دریا سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا اس جھکاؤ کے نیچے سے کھسکتی سڑک پر سے گزرتے ہوئے ہر وقت کسی پتھر کے نیچے دب جانے کا خدشہ لگا رہا اس معلق سڑک پر ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ آگے سول اور فوجی گاڑیوں کا قافلہ اتر آیا کمانڈر نے ایک باوردی جوان سے معلق سڑک پر اس بے نیازی سے گھومنے پھرنے کی وجوہات دریافت کیں تو اس نے بتایا کہ آگے سڑک پر پہاڑ گر پڑا ہے فوجی انجینئر کئی گھنٹے سے اسے سپرد دریا کرنے میں مصروف ہیں اور ابھی گھنٹہ ڈیڑھ مزید مصروف رہیں گے دھوپ کافی تیز ہو رہی تھی فوجی قافلے کے ایک افسر نے کمانڈر کو دیکھا تو درخواست کی کہ آپ پیچھے جا کر قریبی گاؤں تھورگو میں چھاؤں میں بیٹھیں چٹان کو دریا برد کرنے کے بعد آپ کو خبر کر دیں گے مگر مسئلہ صرف واپس جانے کا ہی نہیں تھا جیپ بیک کرنے کا بھی تھا ابھی اس مشورہ پر سوچ بچار مکمل نہیں ہوئی تھی کہ پیچھے سے ایک اور گاڑی آ گئی آگے چٹان پیچھے گاڑی نیچے دریا اوپر پہاڑ جیپ سے باہر نکلنے کے سوا چارہ نہیں تھا دوسری طرف سے آنے والی گاڑیاں اور ان کی سواریاں چٹان کے دوسری طرف کھڑی تھیں انجینئر بلڈوزر کی مدد سے سڑک پر سے پتھروں کا ڈھیر صاف کرنے میں مصروف تھے کسی کو کچھ اندازہ نہیں تھا کتنا عرصہ دھوپ سینکنا پڑے گی ڈیڑھ گھنٹہ سے اڑھائی تین گھنٹے مختلف افراد کے اندازے مختلف تھے ڈپٹی کمانڈر نے یہ صورت دیکھی تو آگے بڑھ کر بلڈوزر ڈرائیور کی کمان خود سنبھال لی وہ سڑک صاف کروانے میں لگ گئے ہم گھوم پھر کر حالات کا جائزہ لینے لگے پہاڑ کے وجود میں سے سڑک ڈھونڈنے والے انجینئروں نے اس کے جسم میں جگہ جگہ سوراخ کھود کر ان میں بارود بھر رکھا تھا ان بارودی سوراخوں کو رنگین ڈوری کے ذریعے آپس میں ملا دیا تھا شیخ نے پہاڑ کی کمر سے رنگین دھاگا بندھا دیکھا تو اس

Scanned by Iqbal @oneurdu.com

کا سبب دریافت کرنے چل پڑے جب انہیں بتایا گیا کہ یہ پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرنے کے لئے اسے بارودی ٹیکے لگائے گئے ہیں تو وہ پریشان ہو گئے "یہ چل ہی نہ جائے" انہیں بتایا گیا کہ یہ بارود خود نہیں چل سکتا سے چلانے کے لئے اس کے ساتھ مزید لوازمات وابستہ کرنا پڑتے ہیں تو انہوں نے کیمرہ نکال لیا کیمرے کی تسکین کے لئے وہاں بہت کچھ تھا زخمی پہاڑ' بپھرا ہوا دریا' پتھروں کے ڈھیر' انہیں سپرد دریا کرنے والوں کی جدوجہد اور ان کے دونوں طرف مسافروں کا ہجوم تصویریں بناتے بناتے وہ اچانک میرے قریب آئے اور سرگوشی کے انداز میں کہا "وہ دیکھو" سینکڑے فٹ نیچے دریا پر نکلے ایک پتھر پر سے جھکا ایک جوان کیتلی آگے کے لہروں سے پانی مانگ رہا تھا۔ پانی کی کیتلی بھر کر وہ ایک دوسرے کے اوپر ٹکے ڈھیلے پتھروں پر نہایت سکون سے چلتا ہوا جب تک اوپر نہیں آ گیا میری سانس حلق میں پھنسی رہی معلوم نہیں کب سے اس کے ساتھی پیاسے کھڑے تھے وہ پانی پینے لگے تو شیخ ان کے قریب گئے تھوڑا سا پانی ہاتھ پر لیا اسے غور سے دیکھا "اس میں تو مٹی ہے" وہ حیران ہو رہے تھے اور ایک اور نوجوان انہی پتھروں پر چلتا ہوا سینکڑوں فٹ نیچے شور مچاتی لہروں سے گدلا پانی لینے روانہ ہو گیا تھا۔

جب مسافر خاموش رہ رہ کر بھی تھک گئے تو ایک دوسرے سے تبادلہ حالات کرنے لگے تھوڑے فاصلہ پر ایک عمر رسیدہ بلتی کھڑا سب کی سن رہا تھا پھر وہ میرے قریب آیا "آپ ان کی باتیں سن رہے ہیں؟" "ہاں جو کان میں پڑ جائے سن لیتا ہوں" "ہم وہ لوگ ہیں جو کسی نعمت پر اللہ کا شکر نہیں کرتے ہم صدیوں سے اس علاقہ میں آباد ہیں آج ہم دو تین گھنٹے اس جگہ انتظار نہیں کر سکتے آپ یہ سڑک دیکھیں جس پر جیپیں اور گاڑیاں چلتی ہیں اور ان بلند پہاڑوں پر ان دھاگے کی مانند نشانات کو دیکھیں" سڑک سے کئی سو فٹ اوپر بار بار اوپر نیچے جاتے ایک راستے کے نشانات تھے۔ "ہمارے آباؤ اجداد ڈوگرہ افسروں کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر ان راستوں پر سفر کیا کرتے تھے ان کا سامان آگ جلانے کے چولہے' بستر اور صندوق سب کو اٹھا کر ان پہاڑوں سے اوپر نیچے جایا کرتے تھے" وہ ان پہاڑیوں اور راستوں کی طرف اشارہ کر کے بتانے لگا مجھے اس کی باتوں میں خیریت مل گئی اس نے بتایا کہ وہ پنشیا کارینا روز صوبیدار ہے جنگ آزادی میں حصہ لے چکا ہے اور اب اپنے گاؤں میں امن اور عزت کی زندگی بسر کر رہا ہے ضلع گانگچھے کے گاؤں کورو کا صوبیدار وزیر حسین دور غلامی کی باتیں سنانے لگا "اس علاقہ کے لوگ سولہ دن پہاڑوں اور گلیشیروں پر چلتے ہوئے سری نگر پہنچتے تھے اور وہاں سے تین سیر نمک خرید کر اپنی پیٹھ پر لاد کر انہی راستوں پر چلتے ہوئے سولہ دن میں واپس آتے تھے اب آپ اندازہ کر لیں کہ وہ دور کیسا تھا اور آمد و رفت کتنی مشکل تھی اب تو ہم جنت میں رہ رہے ہیں کسی کی غلامی نہیں کسی کو کمر پر اٹھا کر ان چوٹیوں سے اوپر نیچے نہیں آنا پڑتا" ایک صاف ستھرے لباس والے ماریش صاحب پاس کھڑے صوبیدار وزیر حسین کی باتیں سن رہے تھے وہ بھی باتوں اور پرانی یادوں میں شامل ہو گئے "ان شمالی علاقوں میں آمد و رفت کی مشکلات کا اندازہ اس سے کریں کہ کوہستان کے علاقہ سر میں گدھا شاہراہ ریشم کی تعمیر کے بعد پہنچا ہے اس سے پہلے

وہاں گدھے کا نام ونشان نہ تھا" ہمیں اس کی بات پر شبہ ہونے لگا گدھے اور انسان کا رشتہ بہت قدیمی اور قریبی ہے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تخلیق کائنات کے بعد سے پندرہ بیس سال پہلے تک یہ قریبی رشتہ دار ایک دوسرے سے الگ رہے ہوں کبھی ملے تک نہ ہوں پھر گدھے کے بارے میں تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دشوار گزار پہاڑی راستوں پر چلنے میں کوہ پیماؤں سے بھی دو قدم آگے رہتا ہے اپنی بات کو مزید قابل قبول بنانے کے لئے انہوں نے بتایا کہ وہ شمالی علاقہ جات کے اصل باسی ہیں ایم ایس سی تک پڑھے ہیں باقاعدہ ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت ہیں اور اس ملازمت کے سلسلہ میں سارا شمالی علاقہ کوہستان سے براستہ گلگت اور سکردو خپلو تک اپنے پاؤں سے ناپ چکے ہیں وزیر حسین نے پاس سے لقمہ دیا" اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گدھا ڈوگرہ افسروں کی نسبت بھاری ہوتا ہے ورنہ وہ اسے بھی اٹھوا کر وہاں تک لے جاتے" گاؤں کا نوجوان احمد علی سعیدی لاہور میں زیر تعلیم ہے اور چھٹیاں گزارنے اپنے گاؤں آیا ہوا تھا اس نے بتایا کہ اس کے بزرگوں نے اسے بتایا تھا کہ اس وقت گاؤں کا نمبردار اسی بندے کو بنایا جاتا تھا جس کے پاس سرکاری افسروں کو اٹھانے کے لئے گھوڑا یا بندے موجود ہوں میں نے کہا آپ کے بزرگ ڈوگرہ افسروں کو کندھوں پر اٹھا کر ان پہاڑی بلندیوں پر لئے پھرتے تھے لغزش پا کا بہانہ کر کے انہیں حوالہ ڈبلیو کیوں نہیں کر دیتے تھے صوبیدار وزیر حسین مسکرایا" آپ غلامی کو نہیں جانتے کوئی غلام اپنے آقا کو گرا سکتا ہے؟"

ہم تاریخ اور جغرافیہ میں گم رہے اور ڈپٹی کمانڈر نے ڈیڑھ گھنٹہ میں سڑک صاف کروا دی جیپ بہت پیچھے تھی ہم آگے پیدل چلنے لگے تھوڑا چل کر ایک ذرا کھلی جگہ آئی تو صوبیدار وزیر حسین رک گیا" یہ وہ جگہ ہے جہاں پر مقامی لوگوں نے 1948ء میں ڈوگرہ فوجیوں پر گھات لگا کر حملہ کیا تھا وہ دونوں طرف کی بلند پہاڑیوں پر چھپ کر بیٹھ گئے تھے اور جب سکردو کی طرف بڑھنے والے ڈوگرہ فوجی اس جگہ آئے تو دونوں طرف کی پہاڑیوں پر سے حملہ کر دیا تھا ان میں سے بہت کم بچ سکے تھے ان کا بھی مجاہدین نے کارگل تک پیچھا کیا تھا اور پھر ایک صوبیدار کی غداری کی وجہ سے کارگل کا علاقہ پاکستان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا"

"وہ صوبیدار کون تھا؟"

"بس ہم میں سے ہی تھا"

"اس نے کیا غداری کی تھی؟"

"ان سے پیسے لے لئے تھے"

ہم باتیں کرتے ہوئے ژھٹنگ کے اس تاریخی موڑ کے پاس پہنچے تو پیچھے سے وزیر حسین کی گاڑی آ گئی وہ پھر ملنے کا وعدہ لے کر گاڑی میں بیٹھ گیا اور میں دونوں طرف کی بلند چوٹیوں کا جائزہ لینے لگا جن پر گھات لگانے والوں کا عزم اور ایمان ان چوٹیوں سے بھی بلند تر تھا ان چٹانوں سے بھی مضبوط ہو گا۔

"آپریشن کلین اپ کی تکمیل پر ڈپٹی کمانڈر بہت خوش تھے مگر متعینہ پروگرام میں ڈیڑھ پونے دو گھنٹے کی

تاخیر پر تھوڑے سے فکر مند بھی دکھائی دیتے تھے۔ اچھلتے کودتے دریائے سندھ کے دامن سے بنی سڑک کا کوئی تھوڑا سا حصہ بہتر آتا تو وہ خوش ہونے کی بجائے اس کے بعد آنے والے پتھریلے حصہ کا غم کھانا شروع کر دیتے "آپ ہمیں یہ سڑک بھی کارپٹ کر کے نہیں دے سکتے؟ اس پر کون سا پتھر ڈالنا ہے لُک اور بجری کی معمولی سی تہہ جما دیں سڑک تیار ہو جائے گی۔ معلوم نہیں سول حکومت اور حکام کو اس سڑک کی اہمیت کیوں سمجھ نہیں آ رہی۔"

کوئی خلاف معمول جھٹکا لگتا تو سبزی کے کریٹ سے آلو اور ٹماٹر اچھل اچھل کر اپنی موجودگی کا احساس دلانے لگتے "او دیکھو انہیں قابو کرو اس تربوز کا خیال رکھنا ٹوٹ گیا تو ان راستہ والے بچوں کو کیا دوں گا" وہ پیچھے بیٹھے جونیئر افسروں اور جوانوں کو ٹماٹروں پر کنٹرول سخت کرنے کا حکم جاری کر دیتے۔

شیخ بالکل خاموش بیٹھے تھے دریا یا پہاڑ کسی ایک کی طرف دیکھنے سے بھی تو دل کو سکون اور آنکھوں کو تراوت نصیب نہیں ہوتی تھی اگر کسی جگہ سڑک دریا سے دو چار فٹ ہٹ جاتی تو وہ آنکھوں آنکھوں میں بلند پہاڑوں کو ناپنا شروع کر دیتے کسی بلندی سے پستی کی طرف رواں پانی کی شفاف دھار کے تصویری حسن کا جائزہ لینے میں مصروف ہو جاتے 'سرسبز درختوں کے جھنڈ ان کو پیچھے چھوٹی سی جھونپڑی اور گندم کے لہلہاتے کھیت ہر منظر ان کے دل کو پورے زور سے اپنی طرف کھینچ رہا تھا مگر ڈپٹی کمانڈر ان کے دل اور سڑک کے جسم کی حالت سے بے نیاز جیپ دوڑاتے جا رہے تھے اگر کوئی ذرا زور کا جھٹکا لگتا اور پچھلی نشستوں پر تشریف فرما پیرو جوان یا جماعت جیپ کی چھت سے ٹکراتے تو وہ فوراً معذرت کرتے اور آئندہ خیال رکھنے کا یقین دلاتے مگر تھوڑا ہی چل کر انہیں ایک بار پھر یقین دہانی کرانا پڑتی۔

جہاں کہیں پہاڑ اور دریا کے درمیان تھوڑی سی وادی پیدا ہو گئی تھی اور پہاڑ سے کوئی نالہ بہتا ہوا دریا سے ملاپ کے لئے آتا تھا وہاں پر کی ایک ایک انچ زمین پر خواتین مصروف کار تھیں چارہ کاٹتی ہوئیں گندم کاٹ کاٹ کر اس کے چھوٹے چھوٹے گٹھے بناتی ہوئیں ان گٹھوں کو اٹھا کر سڑک کے دونوں کناروں پر لائن میں لگاتی ہوئیں گندم سے دانے نکالتی اور دانوں سے بھوسا الگ کرتی ہوئیں کسی راہ چلتی خاتون کی کمر پر چارے کی ٹوکری بندھی تھی اور کسی کی کمر پر کپڑے میں بچہ سو یا پڑا تھا مرد سڑک کے کناروں پر ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے تھے کہیں کسی مرد کو کام کرتے اور عورت کو فارغ بیٹھے نہیں دیکھا۔ شیخ کے لئے یہ مناظر بہت ہی تصویری تھے مگر ڈپٹی کمانڈر مزید تاخیر کے حق میں نہیں تھے منزل دور بھی تھی مشکل اور کٹھن بھی۔

پروگرام کے مطابق اس دوپہر جس فوجی چوکی کو ہماری میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے لئے ٹیلی فون کھڑکائے گئے تھے وہ ابھی بہت دور تھی ایک سر راہ تندور دیکھ کر ڈپٹی کمانڈر نے جیپ روک لی سب سواریوں نے اس فیصلہ کو سراہا ڈپٹی کمانڈر نے حکم دیا "بچے صرف روٹیاں" تندور والا نحیف و نزار بندہ اتنے بڑے اور اتنے زیادہ فوجی افسروں کو دیکھ کر پریشان ہو گیا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی خوشی اور

خوش بختی کا اظہار کیسے کرے وہ کبھی بھاگتا ہوا دکان میں گھس جاتا اور کبھی بھاگتا بھاگتا باہر آ جاتا سکردو کے بازاروں میں دکانداروں اور گھومتے پھرتے بچے جو بھی سامنے آئے سب نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر سلام کیا تھا راستہ میں جہاں کہیں کوئی پیر و جوان بیٹھا یا لیٹا ملا اس نے سلام کرنے میں کوتاہی نہیں کی تھی تندور والے کے پاس تو خود جیپ اور افسر رک گئے تھے اس کی روٹیوں کو شرف قبولیت بخش رہے تھے وہ خوشی میں پھولا کیسے سماتا ڈپٹی کمانڈر نے حکم دیا کہ روٹیاں کسی کاغذ میں لپیٹ دو اس نے کاغذ کی تلاش میں قریبی دکان کا تالہ ہی توڑ دیا جہاں چوری نا بود ہو تالہ توڑی کے مرتبہ کا آپ خود اندازہ کر لیں۔

موضع گول ایک چھوٹا سا گاؤں ہے مجموعی آبادی بمشکل پانچ صد نفوس ہوگی ایک طرف دریا دوسری طرف پہاڑ درمیان میں تھوڑی سی زمین جس کے تھوڑے سے حصے پر مکانات اور باقی پر فصل درخت اور ایک عدد آبشار ایک چھوٹا سا جوہڑ ان علاقوں میں زمین کمیاب ہے اس لئے اسے رہائشی مقاصد کے لئے کم از کم استعمال کرتے ہیں ایک خاندان کے پاس ایک دو کمرے کا گھر ہوتا ہے۔ اکثر بیشتر ایک کمرہ نیچے اور ایک اس کے اوپر اوپر والے کمرے کے در و دیوار پھپھی کی باریک شاخوں سے بنائے جاتے ہیں جس انداز میں ہمارے ہاں ٹوکریاں بناتے ہیں اسی طریقہ سے وہ پھپھی کی شاخوں کی دیواریں بن کر کھڑی کر لیتے ہیں اور اوپر چھت ڈال کر پوری چھت اور چار دیواری پر کانٹے دار جھاڑیاں بچھا دیتے ہیں۔ پھپھی کی دیواروں کے دو فوائد بتائے گئے ایک تو وہ ہلکی ہوتی ہیں نچلی نازک منزل پر بوجھ نہیں بڑھتا دوسرے جب ان دیواروں کو اندر سے مٹی سے لیپ دیتے ہیں تو سردی ان میں سرایت نہیں کر سکتی پتھر اور اینٹ چونے کی دیواریں ان پھپھی کی دیواروں جیسا سردی کا ڈٹ کر مقابلہ نہیں کر سکتیں کانٹے دار جھاڑیاں چھتوں اور دیواروں کا پڑوسی اور اس کی بکری سے دفاع کے لئے بتائی گئیں بکریاں تو خیر جانور ہیں مگر پڑوسی سارے ہی ایسے ہیں کہ سب کو اپنی چھتوں کے تقدس کی پامالی کا خوف رہتا ہے؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ بلتستان کے لوگ سب سے معصوم اور بے ضرر واقع ہوئے ہیں پھر ان بے ضرر لوگوں کو اپنے ہر بے ضرر پڑوسی کے چھت پر آ جانے کا خوف کیوں رہتا ہے؟ ہم نے اکثر لوگوں سے پوچھا ایک آدھ نے اس حفاظتی نکتہ نظر کو مسترد کرنے کی بھی کوشش کی اور کہا کہ یہ سردیوں کے لئے جھاڑیاں ذخیرہ کی گئی ہیں مگر اکثریت نے اس اہتمام کا سبب اسی پڑوسی کی بکری کو بتایا دریا کے کنارے کنارے آباد اس لمبے لمبے گاؤں گول کی چھتوں پر جھاڑیوں کے ڈھیر زرا کم تھے ڈپٹی کمانڈر نے پہاڑ کی بلندی سے نازل ہونے والے شفاف پانی کے نالے کے کنارے جیپ روک لی ہم نے سمجھا کہ گاؤں والوں سے اس روایت کی خلاف ورزی پر باز پرس کرنا چاہتے ہوں گے ایک سر سڑک چھوٹے سے کمرے سے سول کپڑوں میں دو غیر مقامی جوان برآمد ہوئے اور ٹھک سے سلیوٹ مار دیا میدان میں فوجی ایک دوسرے کے واقف نہ بھی ہوں تو بھی ان کے میل جول اور ادب آداب سے شک ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی خاندان کے افراد خانہ ہیں ڈپٹی کمانڈر روٹیوں سمیت اس کمرے میں جا گھسے باقی جلوس بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا اندر دو چار پائیاں اور ایک عدد کرسی پڑی تھی دو جوانوں کی ضروریات مگر

مرداں بسیار ہو گئے تھے جوانوں کے دل کمرے کی نسبت زیادہ وسیع تھے انہوں نے کوئی تنگی محسوس نہیں ہونے دی سکردو سے خریدے گئے لمبے لمبے خربوزے اور گول کے تندور کی چوڑی چوڑی روٹیاں درمیان میں پھیلا دی گئیں نوجوانوں نے اپنی پتیلی میں جھانکا بچا کھچا آلوؤں کا سالن پیش کر دیا ڈپٹی کمانڈر سے سول سواریوں تک نے نہایت سیر ہو کر کھانا کھایا نوجوان پلیٹوں میں خوبانیاں بھر لائے ہم خوبانیوں کی جلاب آور خصوصیات سے پہلے ہی خوف زدہ تھے اور جاتا تھا ہم کا دور سب نے چائے بہ پسندی ڈپٹی کمانڈر نے اپنے گھر میں کال بک کرا دی وہ کمرہ اصل میں گول کا ٹیلی فون ایکسچینج تھا وہاں سے جہاں چاہیں ٹیلی فون کرنے کے علاوہ ٹیلی گرام بھی دیا جا سکتا تھا محکمہ ٹیلی فون نے چونکہ ان دشوار گزار بے آباد پہاڑوں پر اپنا محکمہ اور ٹیلی فون چلانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی اس لئے یہ سہولت فوج مہیا کر رہی تھی نوجوان نے سکردو اور اس سے آگے کے آپریٹروں کی مدد سے جھٹ کال ملا دی جب ڈپٹی کمانڈر نے اپنی بیگم صاحبہ کو سفر کی رفتار سے آگاہ فرما کر "اچھا بچے باقی بات شام کو ہو گی" کہہ کر بات ختم کی تو ہم گول کی جملہ معروفیات سے فارغ ہو چکے تھے مگر جیپ واقعی پنکچر کے سانحہ سے دوچار ہو گئی تھی ڈرائیور پہیہ بدلنے میں معروف ہو گیا ہم گھوم پھر کر سڑک ناپنے لگے سڑک سے ملحق کھیتوں سے پرے لکڑی کی ایک قدیم طرز کی چوکور عمارت کھڑی تھی وہاں جمع ہونے والے لوگوں سے اس کا حسب نسب پوچھا تو معلوم ہوا امام بارہ ہے ہم اس کی طرف چلے تو ڈپٹی کمانڈر بھی ساتھ ہوئے کھیتوں میں خوبانیاں پاؤں پڑنے لگیں گائیڈ سے خوبانیوں کی اس بے قدری کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ بس وقت ہی نہیں ملا کشی کرنے کا ہم گاؤں بھر کے بزرگوں اور جوانوں کو سڑک کے کنارے مکھیاں مارتے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس سے وقت کی کمیابی پر کیا بحث کرتے ہسپتال کی نو تعمیر شدہ اینٹ اور پتھر کی خوبصورت عمارت سے تھوڑے فاصلے پر مڈل سکول کی عمارت تھی اور ایک چھوٹے سے جوہڑ میں لکڑی کے چوکور تختے پر سوار بچے اسے چپوؤں سے گھما پھرا رہے تھے ہم نے گائیڈ سے پوچھا یہ بچے پڑھتے نہیں؟ اس نے بتایا کہ اتنے پڑھتے ہیں کہ اس گاؤں کے دو نوجوان ڈاکٹری تک پڑھ رہے ہیں لاہور اور کراچی میں لوگ ملازمتیں کرنے گئے ہوئے ہیں گاؤں کے بقیہ بچے جلوس کی صورت میں ہمارے ساتھ چلنے لگے شیخ نے ان سے مذاکرات شروع کر دیے وہ ہر بات کے جواب میں سر ہلا دیتے تھے "آپ کو اردو نہیں آتی؟" شیخ نے ایک سر ہلاتے بچے سے پوچھا "نہیں میں اردو نہیں جانتا" اس نے مکمل اردو میں جواب دیا۔ "تم میری اردو سمجھ بھی گئے ہو جواب بھی اردو میں دیا ہے اور اردو کیسے آتی ہے" بچہ سہم گیا جیسے کوئی غلط کام کرتا ہوا پکڑا جائے۔

امام بارہ پورا لکڑ کا بنا تھا لکڑی کی دیواریں لکڑی کی چھت اور لکڑی کے ستون چوکور عمارت کے درمیان کے چار ستون بہت پرانے معلوم ہوتے تھے ان پر مختلف قسم کے نقش و نگار بنے تھے دیواروں میں لگی لکڑی کی منقش جالیاں کچھ پرانی تھیں کچھ نئی چھت پر بھی نقوش تھے درمیان میں کچھ حصہ میں رنگ رنگ کے شیشوں سے پرانی عمارت کو نئے ذوق کے مطابق بنانے کی کوشش کی گئی تھی اس اضافہ نے اس

کے تاریخی تعمیری اور تہذیبی حسن کو بری طرح متاثر کیا تھا عمارت میں داخل ہونے کا ایک ہی دروازہ ہے دروازے کو چھوڑ کر چاروں دیواروں کے ساتھ پوری لمبائی میں چھوٹے چھوٹے کیبن سے بنے ہیں جن کے سامنے اندر کی طرف لکڑی کی منقش جالیاں لگا کر پردہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ جالی دار پردہ والے کیبن خواتین کے بیٹھنے کے لئے ہیں ہم نے مقامی گائیڈ سے اس عمارت کی عمر کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ چھت کو سہارنے والے چاروں ستون تو بہت ہی قدیم ہیں' عمارت کے بارے میں وہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا مگر اس کا چہرہ مہرہ اس کی قابل اعتماد بزرگی کی چغلی کھا رہا تھا شیخ کا کیمرہ اور گائیڈ کی زبان مسلسل چل رہے تھے ڈپٹی کمانڈر بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہے تھے ہم نے شیخ کو اطلاع دی کہ ابھی جانا ہے ہم کا دور تو وہ در و دیوار پر حسرت کی نظر ڈالتے ہوئے باہر آ گئے مگر امام باڑہ سے نکلتے ہی انہیں ایک قابل تصویر محلہ نظر آ گیا حویلی نما محلہ جس میں داخلہ کی ایک ہی تنگ سی گلی تھی محلہ میں گلی سے داخل ہوتے ہی اس پر بھی ایک چوبی بالا خانہ ٹکا دیا گیا تھا گلی میں دونوں طرف کے چھوٹے چھوٹے مکانوں کے دروازے کھلتے تھے گلی کا بیرونی دروازہ بند کر دیں پورا محلہ قلعہ بند ہو جائے' مکان وہی ناتراشیدہ پتھروں اور لکڑیوں کے میل ملاپ سے تیار کئے گئے ان کے دروازوں اور ٹوٹی پھوٹی کھڑکیوں سے زمانہ قدیم و دور جدید کی ایک جھلک دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا گوں کی تنگ پتھریلی ڈھلوان گلیوں کے پیچھے کھیت اور کھیتوں سے ملحق دریا سڑک پڑ دورِ جدید اس کی پشت پر گاؤں میں دورِ قدیم اور ان کی جدت اور قدامت سے بے نیاز بہتا ہوا سب سے قدیم دریا اور دریا کے دوسری طرف اس کے ہم عمر پہاڑوں کے سلسلے ایک کپتان نے پورے منظر اور لینڈ سکیپ پر غیر فوجی نظر ڈالتے ہوئے آہستہ سے کہا "یہ ہے آپ کے رہنے کی جگہ"

میں سوچنے لگا اس نے میرے دل کی آواز کیسے سن لی؟

جیپ چلی تو زبانیں بھی چلنے لگیں ڈپٹی کمانڈر اب مزید جلدی میں تھے ہم پروگرام سے مزید بہت پیچھے رہ گئے تھے سڑک مزید بلتی ہوتی جا رہی تھی کپتان نے ان لوگوں کی سادگی اور معصومیت کے واقعات کا بیان شروع کر دیا۔

"مگر مجھے ان کی ایک بات سخت ناپسند ہے" ڈپٹی کمانڈر نے سڑک کے علاوہ کسی اور چیز میں دلچسپی ظاہر کی۔

"وہ کون سی بات ہے؟" میں نے پر از درد ہو کر پوچھا۔

"یہ عورتوں سے کام بہت لیتے ہیں' مرد کی بجائے کھیت کھلیان کا سارا کام بھی عورتیں کرتی ہیں حد یہ ہے کہ کھیت جوتنے کے لئے بھی ہل کے آگے عورتوں کو جوتتے ہیں پنجالی میں ایک طرف زاک ہوتا ہے دوسری طرف عورت اور مرد پیچھے سے ہل سنبھالتا ہے" ڈپٹی کمانڈر نے افسوس کے انداز میں کہا۔

مجھے اس پر یقین نہیں آیا میں اس پر یقین نہ کرنے کے لئے دلائل ڈھونڈنے لگا تو کپتان نے ڈپٹی کمانڈر کی تائید کر دی کہ واقعی ہل زاک اور خاتون خانہ مل کر کھینچتے ہیں اور خواتین کے اسی فائدہ بخش استعمال

کی وجہ سے اکثر مرد ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں ان دیہات میں چار چار بیویوں والے عام مل جاتے ہیں۔

"ان چھوٹے چھوٹے گھروں میں چار بیویاں کیسے رکھ لیتے ہیں۔" میں نے پھر دلیل سے اسے غلط ثابت کرنا چاہا۔

"اسی لئے تو زاک ایک رکھتے ہیں کہ اس کمرے میں بیویاں بچے بھی رکھنا ہوتے ہیں" اب تک خاموش جوان نے منہ کھولا عورت اور زاک کے مل کر ہل کھینچنے کی اطلاع پا کر شیخ ہوشیار ہو گئے "اس کی تصویر بن سکتی ہے؟"

آج کل ہل جوتنے کا موسم نہیں فصل کاٹنے کا موسم ہے ورنہ اس گاؤں سے نہیں تو کسی اور گاؤں میں بن جاتی" ڈپٹی کمانڈر نے جواب دیا اور وعدہ کیا کہ اگر اتنا ہی ضروری ہے تو وہ ایسی تصویر بھجوا دیں گے۔

ہم باتوں میں لگے رہے اور دریائے سندھ چپکے سے الوداع کہہ گیا چل ہم اب بھی دریا کے ساتھ ہی رہے تھے شروع سے دریا کے ساتھ ہی مسلسل چلے آ رہے تھے۔ اس لئے شبہ ہی نہیں گزرا کہ عظیم سندھ اب ساتھ نہیں چل رہا گواڑی میں لہروں اور پتھروں کی گھمسان کی جنگ کی تصویر لینے رکے تو ڈپٹی کمانڈر نے اطلاع دی کہ یہ دریائے سندھ کا نہیں دریائے شیوق کا لڑائی جھگڑا ہے کہیں بے علمی میں سندھ کو بدنام نہ کر دینا۔

"سندھ کہاں گیا" ہم نے پریشانی سے پوچھا۔

"وہ ایک خوب صورت موڑ پر ہمیں شیوق کے حوالے کر کے خود دوسری طرف نکل گیا تھا"

شیوق سے ملنے کا شوق تو تھا مگر سندھ سے اس بے نیازی کی امید نہیں تھی ان علاقوں میں پہاڑی اور دریائی موڑ اس طرح ہوتے ہیں کہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ کون کس سے جدا ہو رہا ہے اور کون کس سے آن ملا ہے آپ دریا کے ساتھ ساتھ جا رہے ہیں سامنے کسی طرف سے ایک اور دریا اس میں آن کر ملتا ہوا معلوم ہوتا ہے آگے جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے وہ کوئی نیا دریا تو نہیں وہی اپنے والا دریا ہی ذرا گھوم کر اس طرف کی پہاڑیوں کا حال معلوم کرنے چلا گیا تھا اب واپس آ رہا ہے۔ کبھی آپ اوپر نیچے گھومتی سڑک پر کافی زیادہ سفر کر چکے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پرانا دریا چھوڑ کر کسی نئے دریا سے آن ملے ہیں مگر مقامی بندہ یہ بتا کر آپ کی امیدوں کا خون خراب کر دیتا ہے کہ یہ تو وہی جگہ ہے' گزرے تھے ہم جہاں سے بس اس گزرنے میں سڑک ذرا کوہ پیمائی میں مصروف ہو گئی تھی۔

شیوق' سندھ کی نسبت زیادہ پر شور تھا' تھو تھا چنا باجے گھنا؟ یہ دریا کارگل کی طرف سے آتا ہے اسی کے کنارے کنارے وہ ڈوگرہ فوج 1948ء میں ترتنگ تک آئی تھی جسے مجاہدین آزادی نے الٹے پاؤں بھگا دیا تھا اس کی پر زور موجیں بھارتی چٹانوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ رہی تھیں، جو ہندو سامراج کی مانند کھسکتی پھسلتی ان کی مسلم حدود کے اندر گھس آئی تھیں پہاڑوں کے سائے سڑک عبور کر کے دریا

میں اترتے جارہے تھے دن کی روشنی میں شام کی سیاہی کا گماں ہونے لگا تھا اور ڈپٹی کمانڈر کی پوری توجہ سڑک پر تھی ایک ویرانے میں اچانک انہوں نے جیپ روک لی سامنے ایک پہاڑی چکور سڑک کے بیچوں بیچ ہوا خوری میں مصروف تھا ڈپٹی کمانڈر تصویر تصویر پکارتے رہے شیخ کہاں ہے کہاں ہے؟ پوچھتے رہے اور چکور چہل قدمی کرتا ہوا گم ہو گیا۔

"ایسا موقع کبھی کبھی نصیب ہوتا ہے پہاڑی چکور کھلے جنگل میں اس طرح مل جائے یہ ایک بیش قیمت تصویر بنتی" ڈپٹی کمانڈر نے اظہار افسوس کیا

"چلو کوئی بات نہیں پھر دیکھا جائے گا" شیخ نے اطمینان سے جواب دیا۔

چلتی جیپ میں ایک ہلکا سا قہقہہ سرزد ہو گیا

ایک مقام پر ایک برفیلی لومڑی سڑک پر آن موجود ہوئی قدبلی سے ذرا بڑا دم لومڑی سے ذرا موٹی اس نے گردن اٹھا کر جیپ کی طرف دیکھا ڈپٹی کمانڈر نے پھر جیپ روک لی اور تصویر پھر ناممکن ہو گئی کمانڈر نے بتایا کہ یہ لومڑی برف زار پہاڑوں پر زندگی بسر کرتی ہے اور سردیوں کی راتوں میں جب شدت برف میں خوراک اور شکار معدوم ہو جائے تو کبھی کبھی دیہات کی طرف تلاشی خوراک میں آجاتی ہے۔

شیخ جب بھی پوچھتے "ابھی اور کتنی دور؟" میں یہی کہتا بس اب منزل آنے ہی والی ہے کپتان اکثر یہی جواب دیتا "ابھی تو آدھا سفر بھی ختم نہیں ہوا" خپلو کی وادی میں داخلہ کی خوشخبری سن کر ہم دونوں کے چہروں پر رونق آ گئی ہری بھری خوب صورت وادی پہاڑوں کی ڈھلوانوں پر لٹکے دیہات اور دریا کے کنارے پر خوبانی کے باغوں میں دن بھر کا کام ختم کر کے گھروں کو لوٹتی بزرگ خواتین اور کم سن بچیاں اب میرا دل چاہتا تھا کہ کوئی تصویر ہو جائے اب عظمت شیخ چاہتے تھے کہ جلد از جلد خپلو پہنچ جائیں سکردو سے خپلو کا فاصلہ صرف ایک سو کلو میٹر ہے مگر اس فاصلہ کو طے کرتے کرتے ہم جسمانی اور ذہنی طور پر چور چور ہو رہے تھے شام سر پر آ رہی تھی ابھی ساٹھ کلو میٹر ہمیں اور آگے جانا تھا راہ آشناؤں نے خبردار کیا تھا کہ وہ ساٹھ کلو میٹر ان ایک سو کلو میٹر سے بھی دشوار ہیں ڈپٹی کمانڈر اس دوسرے مرحلہ کا زیادہ سے زیادہ حصہ روشنی میں طے کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے خپلو والوں کی چائے کی دعوت پھر کبھی کسی پر ملتوی کر دی اور پانی پر ہی گزارہ کیا ہر منزل پر وہ حکم جاری کرتے جاتے تھے کہ آگے والوں کو ہمارے محل وقوع سے آگاہ کر دینا' دریائے شیوق کی لہریں سڑک کی سطح کو چھو رہی تھیں دریا کا پاٹ کئی کلو میٹر تھا دوسری طرف کا کنارہ بہت دور بلند پہاڑیوں میں کھو گیا تھا ہم شفاف ٹھنڈے پانی سے ہاتھ ملانے لگے ڈپٹی کمانڈر نے ایک مقامی آدمی سے پوچھا "آپ اس دریا کو تیر کر عبور کر سکتے ہیں؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"یہاں کوئی ایسا بندہ ہے جو یہاں سے دریا عبور کر سکے تیر کر؟" ان کا دوسرا سوال تھا

"ہاں ایک بندہ ہے" اس نے مزید کچھ سوچ کر جواب دیا

"صرف ایک؟" ڈپٹی کمانڈر نے سینہ تان کر کہا "میں اس سے دگنا دریا تیر کر عبور کر سکتا ہوں" دریائے چناب کی موجوں سے کھیلنے والے زمیندار خاندان کے سپوت ڈپٹی کمانڈر وردی سمیت چناب کنارے پہنچ گئے۔

"راوی کے کناروں پر رہنے والے بھی بہت تیراک ہوتے ہیں وہ سیلاب کے زور کے وقت بھی دریا تیر کر پار کر جاتے ہیں"

"ہمارے چناب میں تمہارے دس راوی سما جائیں راوی کیا ہے چناب کے سامنے" وہ نظروں سے شیوق کا پاٹ ناپتے ہوئے بولے۔

ہم نے خپلو سے صرف ہاتھ ملایا اور تفصیلی ملاقات واپسی پر ٹال کر آگے چل دیئے جس راہ کو ڈپٹی کمانڈر بھی خطرناک قرار دیں اس کے خطرہ کا احساس ہی کافی خوف زدہ کئے ہوئے تھا شیوق کی موجیں شور مچا مچا کر "اک پل رک جانا" کی درخواست کرتی رہیں ہم نے کسی کی درخواست پر توجہ نہیں دی پہاڑی چوٹیوں پر چڑھتے اترتے کے دن بھر کے سفر کی مشقت سے سورج کا چہرہ بھی سرخ تانبہ ہو رہا تھا اس کے پسینے کے قطرے دریا میں گرتے تو لہروں کا چہرہ بھی خونی ہو جاتا سڑک کنارے سرگوں درختوں کی شاخیں جھک جھک کر لہروں کو چھونے کی کوشش کر رہی تھیں۔

خپلو سے نکلے تو سڑک واقعی خطرناک ہو گئی نیچے دریا اور اوپر عمودی پہاڑ میں کھدی ہوئی تنگ دل سنگ پوش سڑک کبھی اوپر کو اٹھتی ہوئی کبھی دریا کی طرف جھکتی ہوئی سب سواریاں خلاف معمول خاموش تھیں ڈپٹی کمانڈر بھی خاموش تھے فضا بھی خاموش ہو گئی نیچے دریا کی لہروں کی پکار ہم سے بہت دور تھی صرف جیپ کے انجن کا شور اور اس کے قدموں سے ٹکرانے والے پتھروں کا آہ و گریہ ہی زندگی کی علامت رہ گئے تھے ایک چکر کاٹ کر اسی پہاڑی کے پیچھے پہنچے تو سڑک تھوڑی سی ہموار ہوئی اگلے پہاڑ پر چڑھائی شروع کی تو انتہائی بلندی سے یک دم اس کا دریا کی سطح تک کا سفر شروع ہو گیا دریا کے متوازی عمودی پہاڑ سے پینتالیس ڈگری کے زاویہ پر دریا کی طرف جاتی سڑک پر جیپ کے پہیے بھی مشکل سے پورے آ رہے تھے سورج نے ہماری حالت دیکھی تو آنکھیں بند کر لیں ہم نے کبھی بند اور کبھی کھلی آنکھوں سے یہ سینکڑوں فٹ گہرائی کا سفر مکمل کیا تو سامنے ایک پل آ گیا بہت طویل معلق پل جس کے دونوں کناروں پر مسلح پہرے دار کھڑے تھے جب تک ایک طرف کا پہرے دار اشارہ نہ کرے دوسری طرف سے کوئی گاڑی پل پر ٹائر نہیں رکھ سکتی تھی دریا کے اس پار کے نگران کے فرائض میں بھی یہ شامل تھا کہ وہ پل سے بھی آگے پہاڑ کے ساتھ معلق سڑک پر بھی نظر رکھے اور اس وقت تک کسی گاڑی کو پل کی طرف بڑھنے کی اجازت نہ دے جب تک معلق پل اور سڑک بالکل خالی نہ ہوں کیونکہ اس سڑک پر آمنے سامنے سے آ جانے والی دو گاڑیوں میں سے ایک کے لئے نیچے دریا میں کود جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا تھا اس طرف کوئی سول سواری شاید ہی بھول کر آتی ہو گی صرف فوجی گاڑیاں ہی آتی جاتی ہیں۔

پل سے پار اترے تو ڈپٹی کمانڈر نے ڈیوٹی دار کو خبردار اور ہوشیار کیا پل سے آگے سڑک کی بلندیوں تک نگاہ رکھنے کا حکم دیا اور جیپ سڑک سے اتار لی اور موٹی ریت پر چلنے لگے دریا بھی ہمارے ساتھ ہو لیا ایک اونچے سیاہ پہاڑ کے دامن میں درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان میں ایک دیا سا ٹمٹما رہا تھا ہم نے سمجھا کہ کسی پیر فقیر کی جھونپڑی ہے اور ڈپٹی کمانڈر باقی سفر کی سلامتی کا تعویز لینے جا رہے ہیں آگے گئے تو سلیوٹ بارش شروع ہو گئی یہ وہ مقام تھا جہاں ہمیں دوپہر کا کھانا کھا کر آگے چلنا تھا۔ نماز مغرب سے فارغ ہو کر جوان رات کے کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے میزبان افسر نے کھانے کی دعوت دی مگر ڈپٹی کمانڈر نے بقیہ سفر کا حوالہ دے کر معذرت کر لی سکردو سے خرید کردہ ڈیڑھ دو کلو وزنی تربوز پیش کرنے کی تقریب سے فارغ ہوئے اور چائے کی تپائی پر فوجی امور پر غور و فکر کرنے لگے مقامی کمانڈر نے بتایا کہ گزشتہ سال اکتوبر میں کسی اگلی چوکی کے سفر میں چوانیس جوان اور افسر برف میں دب گئے تھے برف پگھلنے سے ان کی نعشیں ملنا شروع ہو گئی ہیں اور امید ظاہر کی کہ اگست تک وہ ان کے گھر والوں کو "خوشخبری" پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے وہ اس چوکی کے لئے تیار کردہ سڑک پر پچیس چھبیس فٹ برف جم جانے سے پیدا ہونے والی صورت حال سے نپٹنے کے طریقوں پر غور کرنے لگے اور ہم سفر اور ماحول کے بارے میں باتیں کرنے لگے شیخ نے خبردار کیا کہ واپسی پر اگر اسی راستے سے آنا ہے تو وہ یہ تنگی سڑک پیدل چل کر طے کریں گے کپتان نے یہ بتا کر اور بھی خوف زدہ کر دیا کہ پچھلی دفعہ جب وہ آئے تھے تو انہیں پورا ایک گھنٹہ پل کے ایک سرے پر پل کے حالت وجد سے واپس آنے کا انتظار کرنا پڑا تھا۔ آندھی کے طوفان میں طویل پل وجد میں آ گیا تھا اور اس حالت میں اس پر جیپ ڈالنا ناممکن ہو گیا تھا طوفان ختم ہونے پر بھی بندے بلا کر اسے سڑک کی سطح پر لانا پڑا تھا شیخ نے میری طرف دیکھا گویا پوچھ رہے ہوں "کیا میں غلط کہتا ہوں؟"

سکون سکوت اور سیاہی ماحول میں ایک پراسرار سی کشش تھی اور دریا کے دوسری طرف خیمہ زن کسی فوجی قافلے کے دیئے ٹمٹما رہے تھے دریا دم سادھے ہماری گفتگو سننے کی کوشش کر رہا تھا اونچے درختوں کے اوپر سے جھک کر سیاہ پہاڑ نے بھی اپنے کان اسی طرف لگا دیئے تھے سفر کی آدھی تھکان دور ہو گئی دل چاہتا تھا بقیہ سفر حیات کا بیشتر حصہ اسی مقام پر گزار دیا جائے کہ ڈپٹی کمانڈر نے یک دم ٹوپی اٹھا کر سر پر جمالی یہ روانگی کی گھنٹی تھی اذن سفر کی خواہش تھی جیپ کے سٹیرنگ پر انہوں نے دس پندرہ منٹ تک سفر کی سلامتی کی دعائیں پڑھیں اس بار ہم بھی دل سے ان کی دعاؤں میں شامل تھے سفر کے مشاہدہ سے انجانے سفر کی نوعیت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا۔

سڑک پر آئے تو ڈپٹی کمانڈر نے خوشخبری دی "آگے سفر اتنا مشکل نہیں ہو گا؟"

"کیوں وادی میں سے سڑک گزرے گی" میں نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا

"نہیں گزرے گی تو اسی طرح دریا کے ساتھ ساتھ پہاڑوں سے لڑتی جھگڑتی لیکن رات کے اندھیرے میں نہ نیچے دریا نظر آئے گا نہ اوپر پہاڑ گاڑی کی روشنی میں صرف سڑک ہی نظر آئے گی" انہوں

نے وضاحت کی۔

شدید خطرہ بھی نظر نہ آئے تو اعصاب پر سکون ہو جاتے ہیں خطرے کو جانتے ہوئے بھی انسان نفسیاتی طور پر اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے سڑک بھی صرف ڈپٹی کمانڈر کو اور ان کے ساتھ والی نشست پر سے مجھے ہی نظر آ رہی تھی باقی سب سواریاں اندھیرے کی نعمت سے لطف اندوز ہو رہی تھیں اندھیرا بڑھتا رہا سفر کٹتا رہا ایک دو مقامات پر ناکے والوں کے پاس گاڑی روکنا پڑی گہری نیند کے مزے لوٹتے ایک گاؤں کے درمیان سے گزرے ویران سڑک نہ کوئی بندہ نہ پرندہ پہرے دار ماحول کی پراسریت ترش پہاڑوں کی دہشت پر غالب آ گئی تھی ایک اور چیک پوسٹ سے ڈپٹی کمانڈر نے سلیوٹ وصول کیا اور خاتمہ سفر کا بگل بجا دیا۔

ایک سو ساٹھ کلو میٹر کا سفر ہم نے نئی نویلی جیپ میں پورے ساڑھے نو گھنٹے میں طے کیا تھا اگر اس میں سے مجبوری کے وقفے نکال دیں تو سات ساڑھے سات گھنٹے بچ جاتے ہیں بیس اکیس کلومیٹر فی گھنٹہ رفتار نکلتی ہے شریک سفر افسروں اور ڈرائیور کے مطابق یہ رفتار بہت معقول تھی اور ڈرائیو تک بہت محفوظ۔ جیپ سے باہر آئے تو دریا اونچے سروں میں استقبالیہ دھنیں بجا رہا تھا وہ اس وقت تک خوشی اور جوش و خروش کا اظہار کرتا رہا جب تک رات ڈھلے ہم نیند کے سامنے بے بس نہیں ہو گئے۔

سیچن (جنگلی گلاب)

سیاچن کے کمانڈ آفس کے افسروں کے ساتھ

سدپارہ جھیل کے کنارے سیاچن کے کمانڈر بریگیڈیئر یعقوب ڈوگر اور دیگر احباب کے ساتھ ۔ ی۔ ش

سیاچن پر استقبال

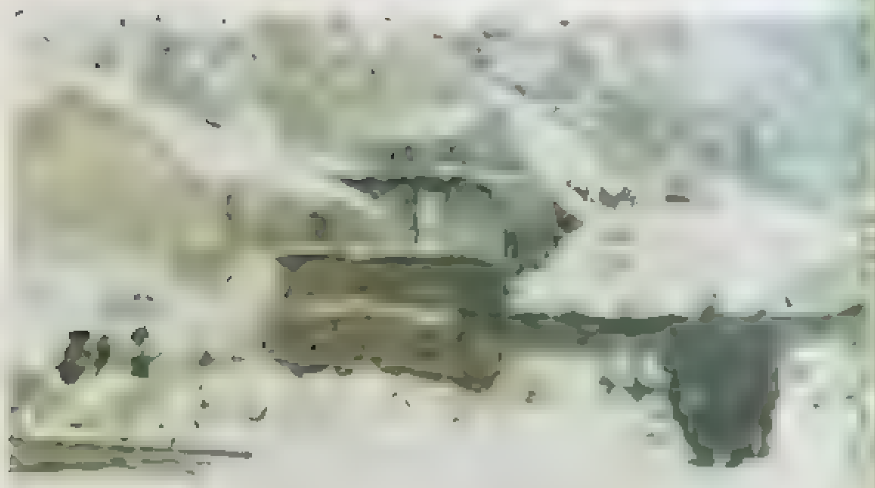

دور برف مورچہ

برف زار میں خوشی کا رقص

[illegible]

سیاچن کا کمانڈر — سیاچن

ان سیاہ خیموں کے پیچھے جنگ اور زندگی کا سامان محفوظ ہے

آبزرویشن پوسٹ سے، دشمن کی تلاش

زیر برف کچن

برف پوش میدان میں والی بال کا کھیل

خوشی اور شیطانیاں

جوان۔ کام کے وقت خوشی منا رہے ہیں

بیس ہزار فٹ بلند پوسٹ آمش پر متعین جوان رات کے وقت

برف زار میں مورچہ بندی

ایک فوجی کیمپ کا منظر

برف پوشیدہ خندق میں

برف ہٹا کر مورچہ بنانے کا منظر

دو کمانڈوز آرام کرتے ہوئے

برف میں چھپے پہاڑ اور میدان

ناراض سا

پل صراط (دریا پر قدیم طرز کا ایک پل)

گدھا چشمۂ آبِ حیات پر

وادی توپوں کی آواز سے گونج گئی کمرتی کے چہرے سے نقاب اٹھائی تو زندگی کے معمولات پر سکوں تھے ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی سامنے بادلوں سے لپٹے پہاڑ پر سے شفاف پانی کی دھار ایک تسلسل سے زمین پر گر رہی تھی۔ یہ آواز کیسی تھی؟ میں حساب کتاب میں پڑ گیا بھارت کی کمیشن فیم بوفر توپوں کی تو نہیں تھی؟ ان کی کتنی رینج ہو سکتی ہے؟ جوابی توپوں کی لبیک کی گونج تھی؟ کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ ایک اور گونج بلند ہوئی بیٹ مین کرم پلی کی آمد کی اطلاع دینے آیا تو میں نے اس سے اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے پوچھ لیا۔

"انجینئر پہاڑ توڑ رہے ہیں جی" اس نے بیڈ کی پیالیاں سمیٹتے ہوئے جواب دیا

پاک فوج کے انجینئروں نے بلتستان کے پہاڑوں کے جسم سڑک سڑک کر دیئے ہیں ان کی صدیوں کی ہٹ دھرمی بارود سے اڑا دی ہے۔ ایک بلتی نے پرانے بلتیوں اور نئے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ جب ایوب خان کے دور میں اس علاقہ میں سڑکیں متعارف کرائی گئیں محدود سی فضائی سروس شروع ہوئی تو دل بھر کے کار بیٹھے والے پیرو جواں کہا کرتے تھے کہ جہاں ہرن نہیں جا سکتا وہاں اس نے سڑکیں پہنچا دی ہیں اور جہاں پرندے نہیں پہنچ سکتے وہاں ہوائی جہاز پہنچا دیئے ہیں ور آج بلتستان کے قریہ قریہ تک سڑک پہنچ گئی ہے صبح سویرے وادیاں گونجنے لگتی ہیں بارود کی تیلیوں سے پہاڑوں کے جسم ٹوٹ ٹوٹ کر گرنا شروع ہو جاتے ہیں پتھروں کا طوفان رکتے ہی جوان بلڈوزر سے گینتی تک جو ہاتھ آئے اٹھا کر ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ انھیں دریاؤں کے سپرد کر کے اس روزی سڑک کا کوٹا پورا کر کے لوٹتے ہیں سیاچن پر بھارتی

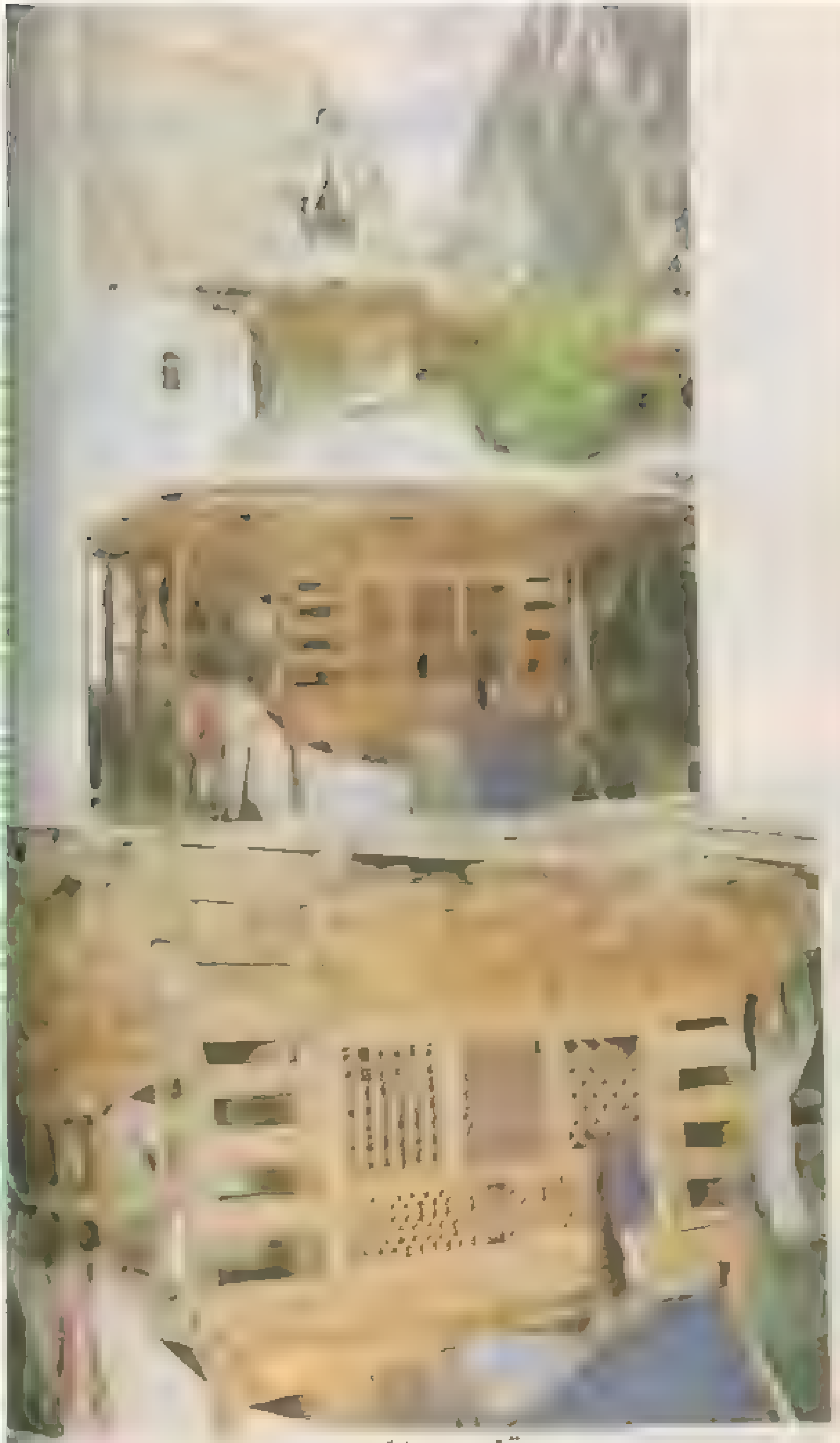

ششقر، میں قدیم طرز کے مزار

جارحیت پہاڑوں کیلئے قیامت اور اہل بلتستان کے لئے رحمت بن کر آئی ہے سڑکوں راہوں اور دریاؤں پر ہر جگہ فوجی انجینئر پہاڑوں اور دریاؤں سے برسرپیکار ملتے ہیں اطلاع پاکر ہم نے مزید خوشی محسوس کی۔ الشیخ بھی تازہ شیو بنا کر کافی خوش باش دکھائی دیتے تھے ان کی عمر، عظمت، زندگی بھر کی عادت اور دن بھر کے جنگلوں کو دیکھتے ہوئے رات میں نے درخواست کی تھی کہ آپ جو ہو چکا اسی سفر کو کافی جانیں ارد گرد گھوم پھر کر شوق پورا کرلیں آگے میں ہو آؤں گا میں انہیں صحیح سلامت ان کے گھر والوں کے سپرد کرنا چاہتا تھا مگر انہوں نے وہی ہمہ یاراں والا اعلان کر کے رات ہی کمر سفر باندھ لی تھی۔

ناشتہ اور تیاری کی طویل تقریبات سے فارغ ہو کر چلے تو سورج اپنا کافی سفر مکمل کر چکا تھا پل سے گزرے تو دریائے شوم سُم بالکل ہی گم سم ملا رات اتنی دیر تک شور مچا تا رہا تھا صبح اتنی دیر تک گم سم پڑا ہے؟ ان علاقوں کے دریاؤں کے دوپہر تک اس طرح گم سم رہنے کی وجہ دریافت کی تو بتایا گیا کہ پہاڑوں پر جمی برف طلوع آفتاب کے ساتھ پگھلنا شروع ہوتی ہے اس کے بعد برفیلا پانی پہاڑوں سے ندی نالوں اور آبشاروں کے سفر پر روانہ ہوتا ہے یہ پانی ندی نالے دریاؤں تک پہنچاتے ہیں اور دریا نئے جوش سے اپنا سفر شروع کر دیتے ہیں اس جوش کے اس مقام تک پہنچتے پہنچتے دن کا پہلا حصہ صرف ہو جاتا ہے دوپہر کے بعد دریاؤں میں پانی کی مقدار اور رفتار اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہے اور رات گئے تک عروج پر رہتی ہے کہ غروب آفتاب تک کا پانی اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے پہاڑی دریاؤں کے معمولات کی گرمی سردی سورج کے تابع ہوتی ہے۔

ٹرین جب پہاڑی سفر شروع کرتی ہے تو اس کے ساتھ دو عدد انجن لگائے جاتے ہیں ایک انجن آگے سے ٹرین کو کھینچتا ہے دوسرا پیچھے سے دھکیلتا ہے اور اس طرح ٹرین دو انجنوں سے بلندی کا سفر طے کرتی ہے ہمارے ساتھ انہوں نے دو ڈرائیور کر دیئے ایک جیپ میں دو انجن تو وہ فٹ کر نہیں سکتے تھے ایک مزید ڈرائیور فٹ کر دیا ایک جیپ چلاتا تھا اور دوسرا پیچھے سے اسے فنی اور اخلاقی امداد فراہم کرتا تھا سٹیرنگ شرافت گھماتا تھا اور شرافت کو گھمانے کی ذمہ داری ناصر کے سپرد تھی شرافت ان راہوں کا نیا ڈرائیور تھا ناصر سب راہوں پر کئی سال چل چکا تھا وہ تھا بھی اس علاقہ سے اس لئے شرافت کے علاوہ ہمارے گائیڈ کے فرائض بھی اسی کے ذمے تھے ایک باریش کپتان صاحب بھی شریک سفر تھے جو کسی اگلی چوکی کی کوئی چھٹی ڈیوٹی بھگتا کر آگے جا رہے تھے ان کا ذخیرہ معلومات بھی مناسب تھا مگر وہ اتنے تیز بولتے تھے کہ درمیان میں بہت سی چیزیں مس کرتے جاتے تھے اس لئے ہم زیادہ کام ناصر ہی سے لیتے رہے پُل سے ایک سرسبز موڑ کاٹ کر سڑک بلندی کی طرف چلی تو جھٹکوں کا آغاز بھی ہو گیا الشیخ نے "بسم اللہ" کہہ کر ڈرائیور کو اس کی غلطی کا احساس دلایا مگر سڑک پر کافی بڑی بڑی غلطیاں بکھری پڑی تھیں سامنے کے پہاڑ سے پانی لا کر بجلی بنانے کی سرنگ کی کھدائی کی وجہ سے پتھریلی سڑک کا مزاج اور بھی سنگین ہو گیا تھا ان علاقوں میں چھوٹے پیمانے پر بجلی

بنانا آسان اور اسے چھوٹے چھوٹے دیہات تک پہنچانا نہایت دشوار ہے مگر زندگی اور اس کی ضروریات میں اضافہ کے ساتھ ان دشواریوں کا سامنا کرنا لازم ہو گیا ہے دریائے سندھ کے کنارے پہرہ دیتے عمودی پہاڑی بلندیوں اور پستیوں میں جمائے ٹیلی فون کے پولوں کی طرف اشارہ کر کے ڈپٹی کمانڈر نے کہا تھا "یہ معجزہ فوجی جوان ہی دکھا سکتے ہیں" بجلی کے بڑے بڑے پولوں کو پہاڑوں کے جسم میں اتارنے کے لئے اس سے بھی بڑے بڑے معجزوں کی ضرورت ہے۔

بلندی سے گھوم کر پستی کی طرف مڑے تو جھٹکے بھی بڑے بڑے لگنے لگے شیخ نے شرافت کو ذرا شرافت سے کام لینے کا مشورہ دیا "کل پچھلی سیٹ پر بیٹھے آپ اچھل اچھل کر چھت سے ٹکراتے تھے تو مجھے آپ پر رحم آتا تھا آج آپ ہم پر رحم کریں"

"ادلے کا بدلہ؟"

"بالکل" انہوں نے قہقہہ لگایا۔

قہقہہ کے ساتھ ہی جھٹکے نرم پڑ گئے ہم دو دریاؤں کا درمیانی ٹیلہ عبور کر کے دریائے گوما کے ذرا شریفانہ کنارے پہنچ گئے تھے جب پہلی بار میں نے اس دریا کے کنارے کنارے سفر کیا تھا تو اس وقت یہ پہاڑوں اور پتھروں کے درمیان برف کے مردہ سانپ کی مانند بے حس پڑا تھا مگر آج وہ بھی چٹانوں سے گاہ بگاہ ٹکراتا ہوا بہہ رہا تھا کثرت ٹکراؤ سے اس کا پانی جھاگ جھاگ ہو رہا تھا شرافت نے گاڑی کی رفتار بھی تیز کر دی شیخ نے پیچھے سے ایک اور آواز لگائی "شرافت"۔

"یہاں تو سڑک کافی کھلی ہے" شرافت نے اطلاع دی۔

"سڑک تو کھلی ہے مگر میرا دل تنگ ہے" شیخ پر موسم کا اثر ہونے لگا تھا۔

دل کی تنگی کی بات مکمل ہی ہوئی تھی کہ سامنے سڑک بالکل ہی بند ہو گئی پہاڑ سے ذرا ابھاری بھرکم پتھر پھسل کر میان سڑک آن جما تھا دوسری طرف سے دو سول گاڑیاں آن کھڑی ہوئیں، وہ بھی باہر ہم بھی باہر، دریا کنارے معقول قسم کا جوڑ میلا ہو گیا سول اور فوجی سواریاں، ڈرائیور سب چیونٹیوں کی مانند پتھر سے چمٹ گئے اسے دریا کی طرف دھکیلنے لگے انسان ہو کہ پتھر جو بھی ایک دفعہ بلندی سے پھسل جائے پستی اس کا مقدر بن جاتی ہے دریا سے زیادہ پستی وہاں موجود نہیں تھی اس لئے سب مل جل کر اسے اسی انتہا پستی تک پہنچانے کی جدوجہد میں لگ گئے پتھر نے مقدور بھر مزاحمت کی جیسے بلندیوں سے پھسلے افراد اور اقوام پستیوں کے سفر میں کبھی کسی منزل پر رک کر مزید پستیوں کے سامنے قدم جمانے کی ناکام کوشش کیا کرتے ہیں اس بدبخت پتھر کو اس کے مقدر کی پستی تک پہنچانے کے فرض سے سرخرو ہوئے تو سڑک کھل گئی مگر یہ اس کے پھر سے بند نہ ہونے کی ضمانت نہیں تھی اگر ایک دو مزید بدبخت پتھر ل گئے تو آج کا سفر وہیں تمام ہو جائے گا اس خوف سے جیپ کو ذرا دبایا گیا تو دریا پر "پل صراط" آ گیا روز قیامت سے پہلے ہی اس دنیا میں پل صراط کسی بہت ہی خوش بخت کو میسر آتا ہے اگر وہ خوش بخت فوٹو گرافر بھی ہو تو اس کی خوش بختی کا آپ

تو اندازہ کر سکتے ہیں رفتارِ وقت کی بے نیازی کے باوجود ہم شیخ کی خوش بختی سے بے نیاز نہیں رہ سکتے تھے وہ دوڑ بھاگ کر پل صراط کی تصویر کشی میں لگ گئے اور ہم دنیا میں ہی آخرت کا پل غور سے دیکھنے میں مصروف ہو گئے دریا کے اندر تک دونوں طرف پتھر چن چن کر دمدمے سے بنا دیئے تھے جو اوپر سے تھوڑے تھوڑے آگے بڑھے ہوئے تھے نہ سیمنٹ نہ چونا نہ مٹی گارا بس پتھر خدائی حکم کے تحت اپنے اپنے مقدر کی جگہ پر جمے ہوئے ان پتھروں پر دریا کی پوری چوڑائی کے مطابق دو تین گول لکڑیاں جما کر پل صراط مکمل کر دیا تھا لکڑیوں کے دونوں سروں پر پتھر ترتیب دے کر انہیں بھی خدائی حکم کا پابند کر دیا گیا تھا نیچے دریا کی پرزور اور پرشور لہریں اوپر آزادانہ پتھروں اور لکڑیوں کا پل صراط جس پر چلنا رسی پر سائیکل چلانے سے بھی دشوار تر ہو گا۔ پھر جب کسی بندے کی کمر پر اس کے دن بھر کے گناہوں اور نیکیوں کی گٹھڑی بھی ہو تو اس کی حالت کا اندازہ ہر کوئی کر سکتا ہے پل کے سامنے پہاڑ کی ڈھلوان پر چند گھروندے بکھرے تھے نجم الدین نے بتایا کہ یہ کونت نامی گاؤں ہے ہم پل صراط کے پاس خوف زدہ کھڑے تھے کہ ایک آواز آئی "روز قیامت ان لوگوں کے لئے پل صراط بھی اپنے گاؤں والا پل ہی ہو گا"

"گٹھڑیاں شاید کچھ بھاری ہوں"

"یہ تو اپنی سزائیں پوری کر جاتے ہیں وہاں کیسی گٹھڑیاں اور کیسا پل صراط"

شیخ خوشی اور تھکاوٹ سے ہانپ کانپ رہے تھے "اپنی تو دھاڑی بن گئی"

"اب ذرا جلدی سے جیپ بند ہو جائیں تا کہ ہماری دیہاڑی یہیں نہ ماری جائے"

وہ چپکے سے دبک کر بیٹھ گئے مگر نظریں پہاڑوں کی چوٹیوں اور ان کے پیچ و خم میں الجھی ہوئیں تھیں پہاڑیاں جو ساتھ ساتھ بھاگتی آ رہی تھیں چوٹیاں جو ہر موڑ پر پھر سے سامنے آ موجود ہوتی تھیں جیسے ہم پر نظر رکھنے کی ڈیوٹی دے رہی ہوں۔

چار پانچ عدد بچوں کے باریش باپ نجم الدین صوفی کو ہم نے دریا کنارے سے اٹھایا تھا اس کا آبائی گاؤں صحت آگے کہیں سلتورو ویلی میں واقع تھا وہیں سے کچھ آگے گویا ہماری راہ کا آخری گاؤں تھا نجم الدین صحت میں پیدا ہوا ابتدائی تعلیم اسی گاؤں کے دینی مدرسہ میں حاصل کی اور پھر کراچی چلا گیا میٹرک کر کے وہیں کسی مدرسہ میں عربی استاد ملازم ہو گیا اب بیوی بچوں سمیت گرمیوں کی چھٹیاں اور کراچی کے ہنگامے گزارنے اپنے گاؤں آیا ہوا تھا اور خپلو سے آ رہا تھا دو سم میں رات گزار کر پیدل گھر جا رہا تھا اگر ہم اسے نہ اٹھاتے تو وہ بڑے مزے سے چلتا ہوا شام پانچ بجے تک صحت پہنچ جاتا' دریا کے کنارے بکھرے گھروندوں کو دیہات قرار دے کر وہ ان کی آبادی اور صورت حال پر خود بخود رواں تبصرہ کرتا آ رہا تھا صحت کی آبادی اس نے چالیس چولہے بتائی صحت میں سکول اور ہسپتال بھی ہے گوری کی آبادی اس سے دگنی یعنی اسی چولہے ہے اس نے بتایا کہ ان تمام دیہات میں سے اکثر میں پرائمری سکول ہیں مگر استاد اکثر غائب رہتے ہیں لوگوں میں اب تعلیم کا شوق پیدا ہو گیا ہے جس کا ثبوت اس نے یہ دیا کہ

اس کے گاؤں کے نمبردار کی بچی پرائیویٹ طور پر پانچویں جماعت کا امتحان پاس کر کے خپلو میں چھٹی جماعت میں پڑھ رہی ہے بعض مکانات کی لوہے اور پتھر کی چھتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے خود ہی کہا "اب تو اللہ کا بہت رحمت ہو گیا ہے جی لوگوں کے پاس پیسہ آ گیا ہے وہ دیکھیں نئے مکان بن رہے ہیں"

"جب آپ ادھر تھے تو اس وقت کوئی سکول تھا؟"

"نہیں جی کوئی سکول نہیں تھا مسجد کے مکتب میں ہی ہم پڑھتے تھے' ہم سات آٹھ لڑکے تھے"

"اُس وقت سفر کیسے کرتے تھے؟"

"ہمارے بڑے بزرگوں نے بتایا کہ وہ گائے بکری مکھن اٹھا کر سیاچن گلیشیر کے راستے لداخ جاتے تھے اور وہاں سے نمک خرید لاتے تھے 'پتھر کا نمک' پھر وہ سردیوں میں کھاتے رہتے تھے"

"اب بھی کبھی کوئی لداخ جاتا ہے"

"نہیں وہ بڑا بوڑھا صاحب مر گیا' کوئی ہو گا' پاکستان بننے کے بعد کوئی نہیں گیا"

"اُس وقت آپ سکردو کتنے دن میں پہنچ جاتے تھے؟"

اُس وقت ہم ادھر پہاڑ کے اوپر سے جاتا تھا سات دن لگ جاتے تھے"

"راستہ میں کھانے پینے کا کیا کرتے تھے؟"

"ساتھ لے کر چلتے تھے یا راستہ کے گاؤں میں رشتہ دار وغیرہ سے مانگ لیتے تھے"

"سنا ہے ادھر لوگ شادیاں بہت کرتے ہیں؟"

"بہت تو نہیں کرتے اپنی حیثیت کے مطابق کرتے ہیں"

"اکثر لوگوں کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں؟"

"کبھی کبھی دو ہوتی ہیں"

"ایک آدمی کے عام طور پر بچے کتنے ہوتے ہیں؟"

"کسی کے بارہ کسی کے چھ سات بس ایسے ہی ہوتا ہے جی' بچے یہاں زیادہ ہوتے ہیں وہاں والی بات نہیں کہ بند کر دیں"

"عام لوگ کاروبار کیا کرتے ہیں؟"

"یہاں لوگ جن کے پاس زمین ہے تو وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں"

"جب برف پڑتی ہے اس وقت کیا کرتے ہیں؟"

"اس وقت کچھ نہیں کرتے یہاں سال میں صرف ایک فصل ہوتی ہے"

"کون سی؟"

"گندم اور کبھی کبھی مٹر اور ایک پودا اس کو گندم کے ساتھ ملا کر حلیم جیسا بنا لیتا تھا اب تو آٹا آنے لگا

ہے لوگ روٹی بنانے لگا ہے پہلے وہی حلیم کھاتا تھا"

"آپ حلیم کھلا سکتے ہیں وہ پرانا ہیں"

"اب تو ظاہر بات ہے پیسہ آ گیا ہے پاکستان کی طرف سے گندم آ جاتا ہے یہ روڈ بننے سے کھیتی باڑی بھی بہتر ہونے لگی ہے اب روٹی کھانے لگا ہے"

"سڑک آنے سے لوگوں کی حالت بہتر ہوئی ہے؟"

"بہت ہوئی ہے' سڑک آنے سے فوج" نے سے' اب جو جوان ہے وہ مزدوری وغیرہ کرنے لگا ہے پہلے وہ بوڑھوں کو جو چل پھر نہیں سکتا تھا اور بچوں کو چھوڑ کر باقی کو زبردستی پکڑ کر لے جاتا تھا وہاں بوجھ اٹھانے کے لئے"

"کون پکڑ کر لے جاتا تھا؟"

"وہ گورنمنٹ والا فوج والا وہاں کام کرواتا تھا"

"پیسے نہیں دیتے تھے؟"

"پیسے تو دیتے تھے مگر زبردستی پکڑ کر لے جاتے تھے چار پانچ سال پہلے کی بات ہے"

"اس وقت مرد کام جو نہیں کرتے تھے"

"اس وقت کام نہیں کرتے تھے اب خود کرنے لگے ہیں"

"ایک فصل اٹھانے کے بعد سال کا باقی حصہ کیا کرتے تھے اُس وقت"

"وہ بس اسی کو جمع کرتے تھے اور آرام سے بیٹھے رہتے تھے سال بھر اسی سے گزارہ کرتے تھے"

"اب تو کام کرنا پڑ گیا؟"

"ہاں اب کام بھی کرنا پڑ گیا ابھی تو پیسہ بھی زیادہ ہو گیا پہلے جب برف پڑتا تھا تو کام بھی بند ہو جاتے تھے' راستے بھی بند ہو جاتے تھے' لوگ بھی گھروں میں بند ہو جاتے تھے"

"اُس وقت پیسے کی کیا حالت تھی؟"

"اس وقت لوگ بہت غریب تھے جن لوگوں کی زمین زیادہ تھی ان سے غریب لوگ قرض لے لیتے تھے اور جب فصل آتی تھی تو واپس کر دیتے تھے۔ اس طرح سے گزارہ کرتے تھے وہ لوگ وہ گوما والے لوگ بھی وہیں جاتے تھے لداخ میں جب یہاں فوج آیا تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی ادھر راستہ ہے آگے جانے کے لئے تو بڑے بڑے بزرگوں نے کہا پہلے راستہ تھا اب ہمارے خیال میں برف آ کر بند ہو چکا ہے انہوں نے کوشش کیا کسی طرح سے وہاں پہنچ جائیں کچھ لوگ پہنچا تو برف آنا شروع ہو گیا پھر وہ واپس آ گیا ابھی جو ہے راستہ معلوم ہو گیا ہے اور فوج وہاں تک پہنچ گیا ہے"

"فوج آنے سے پہلے بھی یہاں کے لوگ لداخ جاتے تھے؟"

"نہیں جاتے تھے ہمارا اتنا عمر ہو گیا پہلے لوگ جاتے تھے' وہ بڑے بوڑھے بتاتے تھے"

سامنے ایک مرعوب کن چوٹی آ گئی ہم نے شرافت کو ذرا رک جانے کی درخواست پیش کی تو صوفی صاحب نے اپنی گردن کے پچھلے حصہ کو چھوتے ہوئے کہا "ہم گردن کے اس حصہ کو "چلتا" کہتے ہیں اس چوٹی کو بھی اس کی شکل کی وجہ سے "چلتا" کہا جاتا ہے اس کے پیچھے ایک میدان ہے جہاں موسم گرما میں لوگ بھیڑ بکریاں چرانے جاتے ہیں اس میدان کو ہماری زبان میں "بروک" کہا جاتا ہے اور چلتا کے اس میدان کو ہم چلتا بروک کہتے ہیں"

پہاڑی کی ڈھلوان پر آٹھ دس قدیم گھروندے اٹکے ہوئے تھے صوفی صاحب نے جھک کر جیپ کے شیشے میں سے اس کی طرف اشارہ کیا "یہ پلت ہے یہاں پرانے زمانے کی ایک مسجد بھی ہے۔"

ہم پرانے زمانوں کی مسجد دیکھنا چاہتے تھے مگر منزل دور اور راستہ دشوار بتایا گیا صوفی نجم الدین نے بتایا کہ پرانی مسجد کے علاوہ اس حسین گاؤں میں ایک نیا ہسپتال بھی ہے مگر اکثر ڈاکٹرز کے بغیر ہوتا ہے پہاڑوں کے اوپر سے ایک سفید سر چوٹی جھانک رہی تھی ہم نے اس کا حسب نسب دریافت کیا تو نجم الدین نے بتایا کہ وہ سیاچن گلیشیر ہے اور اس سڑک سے گزرنے والوں پر اسی طرح نظر رکھتا ہے گویا ہم سیاچن کی نظر میں آ گئے تھے پھر اس نے سیاچن کے نالوں اور دروں کے صحیح تلفظ بتائے جسے ہم اور سب متعلقہ اور غیر متعلقہ خواتین و حضرات اب تک گیاری لکھتے پڑھتے آ رہے تھے انہوں نے ہدایت کی کہ آئندہ اسے "گایوں" لکھا پڑھا جائے اسی طرح گیانگ کو "گیونگ" کہا جائے "گایوں" بیلا فونڈلا کے راستہ میں ایک چھوٹا سا میدان ہے جہاں ہم نے جنوری کی ایک رات سوتے جاگتے گزاری تھی اور اس وقت سے اسے گیاری ہی لکھتے پڑھتے آ رہے تھے صبح بھی ہم "گیانگ" کے لئے روانہ ہوئے تھے مگر صوفی نجم الدین نے ہمارا رخ "گیونگ" کی طرف موڑ دیا ہم نے خان سے درخواست کی کہ وہ اپنے مقامات کے ناموں اور تلفظ سے فوجیوں کی اس بے تکلفی کو زیادہ مائنڈ نہ کریں آخر وہ خود بیس سال سے کراچی میں مقیم ہے اور اس کے باوجود ایم کیو ایم کی قومی زبان اس کے تلفظ اور تذکیر و تانیث سے اب تک افغانوں والی بے تکلفی برت رہے ہیں۔ ایک اور حسین گاؤں دیکھ کر انہوں نے بتایا کہ اس کا نام "ہلدی" ہے ہم نے اس سے اس کے بجے دریافت کئے تو ان کو ملا کر بھی "ہلدی" ہی بنا ہم نے انہیں بتایا کہ "ہلدی" تو ہمارے ہاں ہانڈی میں ڈالتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کراچی میں وہ خود بھی ہلدی ہانڈی میں ڈالتے رہے ہیں مگر اس ہلدی کو لوگ گاؤں کہتے ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں سڑک سے پہاڑی کے دامن تک پہلے اونچے نیچے کھیتوں میں ایک ہی قسم کی فصل لہلہا رہی تھی۔ جس کی ہریالی نے اپنے سر پر سرسوں کے پھول کا ہم رنگ پھول اٹھا رکھا تھا ہلکی ہلکی ہواہیں یہ ہلکی پھلکی نالیاں مل کر سروں کو حرکت دیتیں تو بہت حسین حرکت پیدا ہوتی ہمیں نے گاڑی رکوائی صوفی نجم الدین کو پودے کے پاس لے جا کر اس کا نام اور کام پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہی تو وہ "بُرو" ہے جس کو آٹے میں ملا کر اس علاقہ کے لوگ صدیوں سے حلیم جیسی پینے کی خوراک تیار کرتے آئے ہیں۔

حلیم جیسی کھانے پینے کی چیز کے حسن و خوبی کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ "بُرو" سے بھرے کھیت البتہ بے حد حسین تھے ہم نے جہاں تک کیمرے کی آنکھ جا سکتی تھی وہاں تک پھیلے "بُرو" کی تصویر بنائی اور جیپ میں آن بیٹھے چلنے لگے تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ ابھی تک "بُرو" کے حسن کے جادو میں اسیر ہیں انہیں ڈھونڈنے نکلے تو بُرو کی نالی نالی جھک کر الوداعی رقص کرنے لگی۔

ہماری مصروفیت کا فائدہ اٹھا کر حضرت شیخ ایک جوان کا انٹرویو کرتے رہے تھے جسے ہم نے سڑک پر کہیں سے جیپ میں سوار کیا تھا وہ اکیلا وادیوں اور پہاڑوں میں بھٹکتی پتھریلی سڑک پر چلا آ رہا تھا اس نے بتایا کہ وہ صبح دم ہم سے چلا تھا اور گاؤں جا رہا ہے کل وہ گاؤں سے گاڑی کے سٹیرنگ بکس کا ایک پیچ لینے دم ہم گیا تھا رات وہاں گزاری اور صبح سے واپسی کے سفر پہ ہے شیخ کو دو باتوں پر شدید اعتراض تھا ایک یہ کہ اتنا معمولی سا کام ایک پیچ لینے اتنی دور جانا پڑے اور دوسرے ستائیس کلو میٹر پیدل چلنا پڑے کپتان نے انہیں بتایا کہ اگر اتفاق سے ہم ادھر سے نہ گزر رہے ہوتے اور ڈپٹی کمانڈر کا سبق ہمیں یاد نہ ہوتا تو خود اسے بھی بقیہ سفر پیدل ہی طے کرنا تھا فوج کے پاس اتنی گاڑیاں تو نہیں کہ وہ ایک پیچ لانے کے لئے چالیس پچاس کلو میٹر کے سفر کے لئے گاڑی فراہم کر سکے۔

"گاڑیاں نہ سہی فوج کے پاس اتنے پیچ تو ہونا ہی چاہئے کہ اسے ایک پیچ کی خاطر ایک آدمی کو اتنا سفر نہ کرانا پڑے" شیخ کے اعتراض کا کپتان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ تو خود ضابطوں اور اصولوں کی پابندی میں منتیں لے لے کر اپنی چوکی تک جا رہا تھا ڈپٹی کمانڈر نے بتایا تھا کہ اس کا اصول ہے کہ جب بھی کوئی گاڑی کسی طرف جائے تو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے جس کسی فرد اور نفر کو اس طرف جانا ہو اسے اس میں ٹھونس دیا جائے۔ گزشتہ سہ پہر ہم خپلو سے چل کر خطرناک ترین سڑک پر پہنچے تو تین جوان پیدل چلے جا رہے تھے ڈپٹی کمانڈر نے ان کے پاس بریک لگا کر ان کا حال چال پوچھا کہاں سے آئے ہیں کہاں جانا ہے اور پھر جیپ کے پچھلے حصہ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا "اچھا بچے خدا حافظ آپ تین ہیں اگر ایک دو ہوتے تو میں کسی طرح گنجائش نکال لیتا" وہ جوان چھٹیاں گزار کر آ رہے تھے اور خپلو سے پیدل چلتے ہوئے آئے تھے آگے دس پندرہ کلو میٹر کا فاصلہ باقی تھا اور سورج غروب ہو رہا تھا ہم تربوز اور چائے کی مصروفیت سے فارغ ہو کر سڑک پر آئے تو ایک بار پھر ان سے ملاقات ہوئی مگر اب بھی ہم اتنے ہی تھے اور وہ بھی تین ہی تھے رات اندھیری تھی مگر ڈپٹی کمانڈر "اچھا بچے خدا حافظ" سے زیادہ کیا کر سکتے تھے شیخ رات بھر ان کے پیدل چلنے پر حیران رہے تھے اور اب پیچ کے سفر پر پریشان دکھائی دیتے تھے۔

صوفی نجم الدین نے بتایا کہ اب وہ روشنیوں کے شہر کراچی کو چھوڑ کر اپنے آبائی گاؤں صحت میں مستقل آباد ہونا چاہتے ہیں اور بقیہ عمر اس گاؤں اور اس کے لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کر دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں ان کا جذبۂ خدمت بہت پسند آیا اور دعا کی کہ اللہ انہیں ہمت اور جزا دے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں دعا کے ساتھ دوا بھی کرنا چاہئے۔ "وہ کیسے؟" ہم نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اب ان کے

گاؤں صحت میں مڈل سکول بن گیا ہے اور ہمیں کسی طرح انہیں وہاں استاد لگوا دینا چاہئے کیونکہ یہ مقامی لوگوں کا حق ہے اور مقامی ہونے کے حوالے سے وہ سب سے زیادہ اس کے حق دار ہیں اور اب تک بہت کوشش کر چکے ہیں مگر کوئی انہیں ان کا حق دینے پر آمادہ نہیں ہو رہا کپتان نے ان کی دل شکنی کرنے کو پوچھا کہ جب وہ کراچی چلے گئے تھے اس وقت انہیں گاؤں اور اس کے لوگوں کی خدمت کا خیال کیوں نہ آیا اب ہی یہ خیال کیوں تنگ کرنے لگا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اب سکول سے فارغ ہو کر وہ باقی وقت مسجد کو دینا چاہتے ہیں اور مقامی نوکریاں مقامی لوگوں کا حق ہے کپتان نے کہا اگر نوکریوں پر سب سے پہلا حق مقامی لوگوں کا ہوتا ہے تو وہ پچیس تیس سال کراچی کے مقامی لوگوں کا حق کیوں کھاتے رہے تھے؟ ان کے پاس اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا وہ بار بار ایک ہی بات کہتے تھے کہ اب بقیہ زندگی وہ اپنے علاقہ اور لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کر دینا چاہتے ہیں اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ اس بڑھاپے میں انہیں صحت کے نئے سکول میں نئے سرے سے ملازمت دلا دی جائے۔

"معلوم ہوتا ہے اس خدمت پر آپ کو ایم کیو ایم نے مجبور کر دیا ہے"

جیپ میں ذرا بھاری بھر کم قہقہہ بلند ہوا اور صوفی صاحب جیپ رکوا کر نیچے اتر گئے ان کا آبائی گاؤں سامنے کھڑا ان کے جذبۂ خدمت سے مستفیض ہونے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔

گوما میں کپتان کو سپرد سڑک کیا اور "خدا فراق" کہہ کر ہم دوسری طرف مڑ گئے کپتان صاحب طیارہ اڑانے کا ٹیسٹ دے کر آئے تھے واپس اپنی چوکی پر جا رہے تھے اگر کوئی اور جیپ یا ٹرک جلد میسر نہ آیا تو پھر آگے انہیں بھی اپنے بیسٹ فرینڈ یعنی دو عدد ٹانگوں پر بھروسہ کرنا ہو گا ہمیں بیلا فونڈلا کی طرف جانا تھا اور ہمیں گیا ٹنگ لا کی صورت حال کا جائزہ لینا تھا سڑک سے الگ ہو کر دریا کی طرف بڑھے تو سامنے ایک نحیف و نزار پل دکھائی دیا جو ابھی آزمائش کے مراحل میں تھا مجھے شک تھا کہ یہ ہمارا بوجھ برداشت نہیں کر سکے گا۔ جیپ اس پر پوری نہیں اترے گی شرافت نے رک کر مقامی کوائف کا جائزہ لیا اور جیپ اس پر ڈال دی پل کے دوسرے کنارے پر ایک بدحال بوڑھا بیٹھا تھا اس نے جلدی سے اٹھ کر سلام کیا اور پھر سے وہیں بیٹھ گیا سڑک بلندی کی طرف اٹھتی چھوٹی چھوٹی کھیتیاں کے درمیان سے پتھروں پر اچھلتی کودتی اور شور مچاتی آگے بڑھی تو بقیہ لوگ بھی سلام کے لئے کھڑے ہو گئے مگر سڑک اتنی تنگ اور پر تکلف تھی کہ کسی کا سلام قبول کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا پہاڑ کی چوٹی کی طرف سرکتے بل کھاتے سانپ کی مانند سڑک کے سامنے پہاڑ کی اترائی پر کچھ سیاہ و سفید سی چیز چمک رہی تھی سیاہ جسم پر تنی سفید دھاریوں پر پانی سا چمک رہا تھا ناصر نے خبر دی کہ وہ سڑک ہے اور برف ملی مٹی سے لیپ شدہ ڈھلوان پر جو قطرہ ہائے آب چمک رہے ہیں وہ گاڑیوں کے ٹائروں کے لگائے زخموں سے رسنے والا سفید خون ہے۔ ہم نے خون سفید ہو جانے کا محاورہ سنا تھا کوئی سفید خون چیز نہیں دیکھی تھی اس سفید خون سڑک کی سنگت سفید دلی کا ناصر بھی شاکی تھا "اس سڑک پر آگے جاتے جاتے بریک لگانے کی بھی گنجائش نہیں اگر پچھلے بریک ذرا سے نرم پڑ جائیں تو گاڑی کہیں نہیں

رکی! انتہائی پستی میں جا کر ہی کسی پہلو رکتی ہے" ہمارا خون سڑک کے دور سے نظارہ سے ہی خشک ہونے لگا تھا ناصر کے بیان سے خشک تر ہونے لگا تو اس نے تسلی دی "ہم تھوڑا آگے چل کر دوسری سڑک پر مڑ جائیں گے ہمیں تو کیانگ والی سڑک پر جانا ہے نا" وہ ہر فقرہ کا خاتمہ "نا" پر کرتا تھا اس کی "نا" بھری گفتگو بڑی خوب صورت تھی مگر سڑک کی بد مزاجی نے اس کی گفتگو کے حسن کو بھی ماند کر دیا تھا" وہ دوسری سڑک کیسی ہے" میں نے جلدی سے سوال کیا۔

"وہ اچھی ہے یہی سب سے گندی سڑک ہے نا" اس نے تسلی دی۔

ہم جس حصہ سڑک کو طے کر چکے تھے اس سے واپسی کے احساس سے ابھی خوف زدہ ہو رہے تھے ناصر نے مزید تسلی دی کہ اگر ہم چاہیں تو واپسی پر کسی اور پل سے دریا عبور کر کے اس آزمائش سے بچ سکتے ہیں اب تو کپتان صاحب کو ڈراپ کرنے کی مجبوری تھی ہمارے دل سے کچھ بوجھ ہلکا ہوا مگر جیپ کی پھسلن اور ڈانس میں ابھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

ایک اندھا موڑ کاٹ کر سڑک ایک تنگ غار میں داخل ہو گئی غار کی تہ میں پانی چمک رہا تھا دونوں طرف ہزاروں فٹ اونچی دیواریں تھیں جن کے اوپر آسمان کی چھت ڈال دی گئی تھی اور اس کے اندر سے سڑک کپکپاتی ہوئی گزر رہی تھی "دیکھا کتنی اچھی روڈ ہے نا" ناصر نے داد طلب نظروں سے دیکھا اور ہم "سب سے گندی" سڑک کی گندگی کا اندازہ کرنے لگے غار کے آخری سرے پر ہمارے بالکل سامنے پتھریلی فصیلوں کے اوپر سے ایک شفاف چوٹی ابھر آئی شیخ چلائے "خدا کے واسطے جیپ روک دیں" ان کے دل کے ساتھ کیمروں کے اندر ریلوں کی حرکت بھی تیز ہو گئی تھی مگر مقام اتنا نازک تھا کہ ان کے واسطہ کے باوجود ہم جیپ روک کر ان کی اور کسی حد تک اپنی اپنی زندگیاں خطرہ میں نہیں ڈال سکتے تھے جیپ چلتی رہی اور وہ حیرانی سے ہماری طرف دیکھتے رہے ان کی درخواستوں کے بعد ہم ان کے خدا کے واسطوں کی بھی پرواہ نہیں کر رہے تھے اس سے زیادہ حیرانی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی اپنے دل میں دکھ اور افسوس بھی بھر آیا مگر مجبوری تھی غار نے سانس لینے کے لئے ذرا منہ کھولا تو شفاف چوٹی اور بھی شفاف ہو کر سامنے آ گئی شرافت نے بریک لگانے کی میری درخواست قبول کر لی اور شیخ اس طرح اچھل کر جیپ سے باہر آ گئے جیسے شیر کے پنجرے کا دروازہ کھول دیا جائے۔

"عشق نہیں صرف معاشقہ" میں نے پہلے سے انہیں خبردار کر دیا۔

"بالکل بالکل" انہوں نے غیر ارادی طور پر جواب دیا۔

ایسے مقامات پر ان کی شدت عشق کے تجربہ کی روشنی میں ہمیں ان کے وعدہ پر یقین نہیں تھا تبھی غار کے منہ میں ہم خود بھی باہر آ گئے ناصر کو شیخ پر نظر رکھنے پر لگا دیا نگاہ سے بلندیوں کو ناپنا شروع کیا تو اوپر پہرے دار کھڑے نظر آئے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر نگران برج بنے ہوئے تھے یہ اتنا عظیم اور محفوظ قلعہ کس کا ہو سکتا ہے۔ آخری انسانی آبادی بھی بہت پیچھے رہ گئی تھی پھر صدیوں سے ان پہاڑوں اور وادیوں میں

رہنے والا انسان بھی اس طرف آنے سے خوف زدہ رہا ہے اس قلعہ میں رہنے والی مخلوق کو کس سے خطرہ تھا؟ اس نے ہر طرف نگران برج کیوں بنائے ہیں؟ ہمارے سوچنے کی مصروفیت کا فائدہ اٹھا کر شیخ عشق کی حدود میں داخل ہو گئے تھے ہم نے ہارن بجا بجا کر انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا تو وہ اس طرح بھاگے جیسے پکڑے جانے کا خوف ہو۔

ذرا کھلے آسمان کے نیچے آئے تو ایک سواری مل گئی ایک فوجی جوان پتھر روندتا جا رہا تھا وہ صبح کسی اگلی پوسٹ سے چلا تھا اور گوما سے پیاز خرید کر واپس جا رہا تھا صرف پیاز کے لئے اتنا کٹھن سفر؟ جی ہاں پیاز کے لئے اس کے پاس کوئی گٹھڑی تھی نہ تھیلا پیاز کہیں جیب وغیرہ میں چھپایا ہوا تھا اتنے سے پیاز کے لئے صبح سے سفر کر رہا تھا یہ بھی ہو سکتا ہے گوما سے ملا ہی اتنا پیاز ہو اگلے مورچوں پر پیاز بہت بڑی عیاشی ہے پیاز، ہری مرچ اور اچار مگر چونکہ معاملہ سیاچن اور ملک کے دفاع کا ہے اور حکومت اس سلسلہ میں کوئی عیاشی برداشت نہیں کر سکتی اس لئے وہ اگلی ڈیوٹی والوں کو عیش کی خوراک کی بجائے طاقتور خوراک سپلائی کرتی ہے ہنٹر بیف اور پنیر کے ڈبے بھیجتی ہے مگر جوان اور افسر سخت نگرانی اور ضوابط کے باوجود چوری چھپے پیچھے سے پیاز اور مرچیں منگوا کر عیاشی کر لیتے ہیں پنیر اور ہنٹر بیف چونکہ ان گھروں اور علاقوں میں کھایا نہیں جاتا جہاں سے جوان بھرتی ہو کر آتے ہیں اس لئے اگلی پوسٹوں پر بھی وہ دال کھا کر گزارہ کرتے ہیں جبکہ ہنٹر بیف اور پنیر کوہ و بیابان کے سپرد کر دیتے ہیں ہم نے احتجاج کیا کہ غریب قوم اپنی خون پسینے کی کمائی سے تمہیں اتنا بھرپور راشن فراہم کرتی ہے خود دال روٹی کھا کر تمہیں پنیر اور ہنٹر بیف دیتی ہے اور تم اتنے ناشکرے ہو کہ ان کے ڈبے کھولنا تک پسند نہیں کرتے تو وہ مسکرائے "ہم تو کئی بار کہہ چکے ہیں کہ ہمیں یہ نہیں چاہیے پھر اوپر والے کیوں بھیجتے ہیں آپ خود دیکھ لیں ہم بھی دال روٹی پر ہی گزارہ کرتے ہیں اور اپنے پلے سے پیاز مرچ منگواتے ہیں" جس بھی افسر سے ہم نے پوچھا اس نے کہا "میں اوپر لکھ کر بھیج چکا ہوں کہ یہ خوراک نہ بھیجو مگر وہ بھیجے جا رہے ہیں میں کیا کر سکتا ہوں فیصلے تو اوپر ہوتے ہیں" "ایک اگلی پوسٹ سے واپسی پر میں نے دیکھا تو عظمت شیخ کی آنکھوں میں آنسو تھے "یہ تو بھوکے رہ کر لڑ رہے ہیں"

ہم اب ایسے راستے پر جا رہے تھے جو قدرت کے کاغذات میں بھی برائے راستہ نامنظور درج ہو گا دائیں گلیشیر بائیں گلیشیر آگے گلیشیر اور پیچھے گلیشیر درمیان میں گلیشیر کا پسینہ بہنے کی تنگ نالی اب اس نالی میں آپ سڑک بنائیں یا گلیشیر کی ضروریات کے لئے رہنے دیں پہاڑوں کا تو آپ جسم تراش کر اس میں سڑک کی لکیر ڈال لیں گے برف کے پہاڑوں کے جسم میں ایسی تراش خراش بھی نہیں کر سکتے برف اور انسان اس مقام پر دونوں بے بس تھے اس لئے پسینے کی نالی کے اندر سے گزرنا انسان کی مجبوری تھی اس نالی کے ساتھ بھی سڑک کا سلوک کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہیں یہ سڑک کی لکیر پسینے سے شرابور ہو رہی تھی کسی جگہ گلیشیر کی منت سماجت کر کے راستہ بنایا تھا اس پر ہم بھی جا رہے تھے کہیں کہیں دو چار گڑھے بھی انسانی حماقتوں کی سزا بھگت رہے تھے ناصر نے بتایا کہ یہ ان ٹھیکیداروں کے گڑھے ہیں جو جوانوں اور جنگ کی

ضروریات اس مقام تک لے جاتے ہیں جہاں تک گدھا ساتھ دیتا ہے آگے انسان کو خود گدھے کا کام کرنا پڑتا ہے انسانوں میں ایک گدھا پیدا ہو جائے تو کتنے انسانوں کو گدھوں سے بھی بدتر زندگی گزارنا پڑتی ہے؟ میں جیپ کے سامنے ڈگمگاتے گدھوں کو دیکھ کر اس صاگدھے کے بارے میں سوچنے لگا جس کے جنگی اور سامراجی گدھاپن کی وجہ سے انسان اور گدھے ان غیر انسانی اور حیوانی راستوں پر بھٹکتے پھر رہے تھے۔

"اپنا تو یہ خیال ہے کہ اگر بھارت ہمارے گلیشیر پر قبضہ نہ کرتا تو ادھر کبھی کوئی انسان نہ آتا" شیخ نے اپنا خیال پیش کر دیا۔

"ادھر تو صدیوں سے کبھی کوئی نہیں آیا تھا کوئی راستہ ہی نہیں تھا" ناصر نے ان کے خیال کی تائید کی

"قدرت کو شاید علم ہی نہ ہو کہ کبھی کسی ملک پر ہندو کی حکومت ہو جائے گی"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"اگر قدرت کو علم ہوتا تو وہ کم از کم گدھوں کے راستہ کی گنجائش تو رکھ لیتی"

سڑک کی گہرائی بتا رہی تھی کہ اس جگہ قہقہہ بھی نہ لگایا جاسکا۔

گلیشیر کے بارڈر کے ساتھ ساتھ کانٹے دار جھاڑیوں کے سبز پتوں میں سرخ پھول کھلے تھے وقفہ وقفہ سے ایسی پھول دار جھاڑیاں آنے لگیں تو ناصر چلایا "یہ ہے سیاچن"

"کون سا؟" سب نے ارد گرد دیکھا

"یہ ناہموار اشیدہ جھاڑیاں آپ دیکھ رہے ہیں نا"

ڈرائیور بھی شاید سیاچن کے جادو میں گم ہو گیا تھا جیپ پسینے کے ایک تیز دھارے میں پھنس گئی اس نے سارے گیئر آزمائے سپیشل گیئر لگا کر دیکھا مگر پسینے میں چھپے پتھروں اور مٹی نے اس کی ہر کوشش ناکام بنا دی ناصر نے نیچے اتر کر ارد گرد کا جائزہ لیا سامنے سے ٹھیکیدار کے کے چند گدھے آرہے تھے ان کے ساتھ ایک گدھا آشنا لجتی بھی تھا وہ ارد گرد سے پتھر چن چن کر دھار کے زور کے سامنے پھینکتے رہے شرافت سپیشل گیئر دبا تا رہا تب کہیں جیپ نے خلاصی حاصل کی۔ کسی نے پتھروں کی زیادتی کا شکوہ کیا تو ناصر نے جواب دیا

"یہ تو کچھ بھی نہیں تھا نا"

اسی نالی کے ایک موڑ پر ایک چٹان پر "سبکتگین شہید موڑ لکھا تھا" ہم نے انداز شہادت کے بارے میں جاننا چاہا تو ناصر نے بتایا کہ سندھ رجمنٹ کا میجر سبکتگین اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلہ میں ادھر سے گزر رہا تھا وہ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا اس موڑ پر اوپر سے بھاری پتھر آیا اور نوجوان سبکتگین وہیں شہید ہو گیا۔ توپ کا گولہ نہ بندق کی گولی نہ برف کا طوفان نہ کوئی بلندی والی بیماری اوپر کہیں سے پتھر آیا اور بندہ ختم جو زمین بندوں کے لئے بنائی ہی نہ گئی ہو وہاں پر بندوں کے ساتھ اور کیا سلوک ہو گا؟

چمکدار دھوپ میں گلیشیر کا سر اور سینہ پارے کی مانند چمک رہے تھے ناڑوں کی پتھروں سے جنگ

اور انجن کی گھاں گھاں کی آوازیں فضا کے خاموش تقدس کو مجروح کر رہی تھیں ہوا کی کمی کی وجہ سے جیپ کی سواریاں بھی خاموش تھیں میں نے اندر باہر جہاں تک نظر جا سکتی تھی دیکھا اور خالق کائنات کی ارضی حد بندی کو سمجھنے کی ناکام کوشش کرنے لگا جہاں سے ہم آئے تھے تپتے میدان اور شرف اللہ میاں نے اپنی اشرف المخلوقات کے مستقل قیام و طعام کے لئے بنائے اور یہ پہاڑ اور گلیشیر اس کی پہنچ سے بہت دور رکھے کھیت وہاں بنائے ان کو سیراب کرنے کے لئے آب حیات کے ذخیرے ادھر محفوظ کر دیے۔ انسان کھیت پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کر سکتا ہے چشمہ آب حیات اس کی ملکیت اور دعووں سے بہت دور رہا اس کا خالق ہی اس کا مالک رہا زمین کی شریانوں اور نسوں میں خون کی مانند دوڑنے والا پانی بھی ان بلندیوں سے ان پستیوں تک جاتا ہے دھرتی کے سینے پر بہنے والے راوی اور چناب اسی ذخیرہ سے سیراب ہوتے ہیں میدانوں کی زندگی کا جوہر میدانوں اور انسانوں سے اتنا دور کیوں رکھا گیا؟ اس جوہر زندگی تک رسائی کی جسارت کرنے والے انسانوں کے لئے زندہ رہنا اتنا مشکل کیوں بنایا گیا؟ اگر یہ چشمۂ آب حیات خشک ہو جائے ان پہاڑوں پر برف پڑنا بند ہو جائے یہ آدم بیزار گلیشیر معدوم ہو جائیں تو اولاد آدم کا کیا انجام ہو گا؟ میں جتنا سوچ کی وادیوں میں اترتا گیا اتنا ہی پہاڑوں اور ان سے پرے چھپے گلیشیروں کا خوف دور ہوتا گیا پہلے دونوں طرف برف اور پتھر کی بلند دیوار کو دیکھ کر خوف آتا تھا اب ان پر پیار آنے لگا۔

اگر اس جگہ بھی سڑکیں ہوتیں درخت ہوتے کھیت اور باغات ہوتے انسان اور گدھے ہوتے تو اس جوہر زندگی کا تقدس اور وجود کتنا عرصہ زندگی کا ساتھ دیتا یہاں بھی جھگڑے ہوتے عدالتیں اور تھانے ہوتے نفرتیں اور لڑائیاں ہوتیں مگر لڑائی تو اب بھی ہے ہم اسی لڑائی کی بدولت تو یہاں ہیں جب تک لڑائی نہیں آئی تھی ہم کب ادھر آئے تھے؟ انسان تو کیا گدھے نے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا اب انسان اور گدھا دونوں چشمۂ آب حیات تک پہنچ گئے ہیں دیکھیے حیات جیتی ہے یا گدھا کامیاب رہتا ہے؟

توپوں کا مشاعرہ

ہمارے سیاچن کے پہلے اور دوسرے دورے کی درمیانی مدت میں پاکستان کے دو وحد وزرائے اعظم نے اس محاذ پر حاضری لگوائی پیرودوزیر اعظم محمد خان جونیجو ہمارے پہلے دورے کے تھوڑی دیر بعد سیاچن کی طرف گئے تھے' خاتون وزیر اعظم بینظیر بھٹو ہمارے دوسرے دورے سے تھوڑی دیر پہلے کسی پچھلی چوکی پر اعلانات فرما آئی تھیں ان کے ایک شریک سفر سے بے نظیر بھٹو کے دورے کا حال پوچھا تو انہوں نے سوال کیا "آپ نے ٹیلی ویژن پر وزیر اعظم کا سیاچن پروگرام نہیں دیکھا تھا؟" ہم نے اپنی اس محرومی کا اعتراف کیا تو انہوں نے بتایا کہ دو تین ابتدائی فقروں کے بعد ہی وزیر اعظم کی سانس پھول گئی تھی اور لفظوں کی روانی ٹوٹنے لگی تھی اسی وجہ سے ٹیلی ویژن والوں نے وزیر اعظم کی سیاچن یاترا کی فلم تو تفصیل سے دکھائی مگر تقریر برائے نام ہی سنائی جس مقام پر وزیر اعظم فوجیوں کو اپنی قیادت سے متعارف کرانے گئی تھیں وہاں آکسیجن بھی کم ہی تھی اس لئے وزیر اعظم نے زیادہ وقت اپنے سر کا دوپٹہ درست کرنے میں گزارا تھا دوپٹہ پر جمائی ٹوپی کے باوجود وہاں سے واپس آ گئی تھیں بے نظیر نے اس محاذ کے شہدا کے لواحقین کے لئے پانچ کروڑ روپے کے عطیہ کا بھی اعلان کیا تھا محاذ پر بتایا گیا کہ ہمارے دورہ تک یہ اعلان بس اعلان ہی تھا ہم چونکہ وزیر اعظم نہیں تھے اور یہاں وہ سہولتیں بھی میسر نہیں تھیں اس لئے ہم کسی بھی وزیر اعظم سے بہت آگے تک اور زیادہ بلندی پر چلے گئے تھے ایک مقام پر نوجوان افسروں نے ہمیں اپنے درمیان میں موجود دیکھ کر پریشانی کا اظہار کیا "اس جگہ تو کسی بھی ایسے بندے کا آنا منع ہے جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو" ڈاکٹر جست پیچھے

روک لیتے ہیں آپ کیسے آ گئے؟"

"بس ذرا اڑا کنز سے بچ کر نکل آئے ہیں" ہم نے جواب دیا۔

ہم دونوں چالیس سے آگے تھے شیخ صاحب تو ساٹھ کو چھو چکے تھے نوجوان افسر نے مزید حیرانی سے انکشاف فرمایا "آپ کی عمر کا کوئی بندہ آج تک یہاں نہیں آیا"

"اور اس طرح غاروں اور نالوں کو ناپ کر تو کوئی جوان اخبار نویس بھی کبھی نہیں آیا" دوسرے نے پاس سے مزید انکشاف فرمایا۔

مگر ہمیں ان انکشافات سے نہ کوئی خوشی ہوئی نہ خوف محسوس ہوا البتہ شیخ کی بحفاظت واپسی کے بارے میں ہم مزید محتاط ہو گئے ایک باوردی آدمی کو ان کے پیچھے لگا دیا تاکہ وہ انہیں جوانوں کی طرح گھومنے پھرنے سے باز رکھے وہ مقام استقبال سے کافی دور گلیشیر سے دست پنجہ ہوتے پھر رہے تھے ایریا کمانڈر سے ذرا کھل کر بات کرنا چاہی تو ہماری بھی سانس پھولنے لگی انہوں نے جلدی سے جھاگ دار گرم گرم کافی منگوائی اور اس میں میدانی پیمانہ سے دگنی چینی ڈال کر پیش کر دی یہ نسخہ کافی کامیاب رہا مگر بولنے میں ہم اس کے باوجود محتاط ہو گئے۔

ہم نے جوان سے کہا تھا شیخ کو عشق سے باز رکھیں وہ انہیں گھیر کر واپس لے آیا عشق اور اس سے واپسی کی مشقت سے ان کا برا حال ہو رہا تھا مگر وہ اسے چھپا کر رکھنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہو گئے آدمی خواہ عمر کے کسی حصہ میں ہو وہ اپنا عشق معاشقہ دوسروں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا طویل القامت پٹھان بھی کوئی کمزوری ماننے پر آمادہ نہیں تھا اس نے دعویٰ کیا کہ جب سے اس نے اس ایریا کی کمان اپنے ہاتھ میں لی ہے دشمن کو "سیدھا" کر دیا ہے اپنی شکل وصورت سے وہ دکھائی بھی کافی خطرناک دیتا تھا جوانوں نے بتایا کہ صبح ہوتے ہی وہ اکیلا کوہ پیمائی کیلئے نکل جاتا ہے ارد گرد کے برف پوش پہاڑوں کی اونچائی پندرہ سے سولہ ہزار فٹ تھی ایک جوان نے ہنس کر کہا یہ تو کمانڈر کے کندھے کے برابر آتے ہیں کھانے کی میز پر انہوں نے اگلے مورچوں کی فلم بھی دکھائی ایک فلم میں وہ خود اگلی چوکیوں کے جوانوں سے رسم ملاقات پوری کر رہے تھے اس قسم کے خلائی لباس میں جس قسم کا پہلے دورہ میں ہمیں پہنایا گیا تھا کمانڈر نے مزید دعویٰ کیا کہ اس کی منصوبہ بندی کی وجہ سے دشمن نے پندرہ روز سے ہماری پوسٹوں پر کوئی گولہ نہیں پھینکا ابھی وہ بات مکمل ہی کر پائے تھے کہ نظام سماعت پر پیغام آیا کہ دشمن نے گولہ باری شروع کر دی ہے انہوں نے اسی اطمینان سے حکم دیا کہ گولے کا جواب گولے سے دیا جائے سیاچن گلیشیر بذات خود اس مقام سے دو کلو میٹر دور تھا اور اتنی قربت کے احساس سے ہمارے دل اچھلنے لگے تھے کمانڈر نے فوری وضاحت کی کہ اتنی خوشی کی ضرورت نہیں یہاں فاصلے ناپنے کا پیمانہ کلو میٹر نہیں گھنٹے ہے اور اکثر یہ گھنٹے ہم رات کے اندھیرے میں گنتے ہیں شیخ نے میری طرف دیکھا توپوں کا مشاعرہ شروع ہو چکا تھا۔

"آپ ہمیں ان منہ زور توپوں تک لے جا سکتے ہیں؟"

کمانڈر نے اپنے نائب کی طرف دیکھا نائب نے پہلے روز ہمارے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ تصور کو پہاڑی کے منتشر اجزا سپرد سندھ کرنے میں گزارا تھا اس نے جواب دینے سے پہلے شیخ کا جائزہ لیا "وہاں تک پیدل چل کر جانا پڑے گا"

"کوئی بات نہیں ہم پیدل چل کر جائیں گے" شیخ خوش ہو گئے۔

مگر کمانڈر سوچ میں پڑ گئے "اچھا میں توپوں کے افسر کو بلاتا ہوں"

توپوں کے افسر کے انتظار میں ہم آگے کی باتیں کرنے لگے جہاں ان دنوں برف پگھل رہی تھی برف کے نیچے چھپے اتھاہ غاروں نے سانس لینا شروع کر دیا تھا ان زیر برف غاروں میں سے بعض کے منہ تو بہت بڑے بڑے تھے اور ان پر پل بنا کر گزرنا پڑتا تھا پل اور غار کے منہ پر سے گزرتے وقت جوان اور افسر سب ایک دوسرے کے ساتھ رسے سے باندھ کر چلتے ہیں۔ تاکہ کسی کو غار نگلنے کی کوشش کرے تو دیگر ساتھی اسے غار کے پیٹ سے باہر کھینچ سکیں ہم باتوں باتوں میں اس مقام سے مرحلہ وار چلتے ہوئے برف زاروں اور ان میں پوشیدہ غاروں سے گزر کر گلیشیر کے عین اوپر واقع چوکیوں تک پہنچ گئے ایک بلندی کے نیچے کمانڈر نے مسکرا کر کہا "ہماری زبان میں ایسی چڑھائی کو کمینی چڑھائی کہتے ہیں"

"اگر آپ اسے محض کمینی چڑھائی کہیں تو یہ اور بھی اچھا ہو گا" نیچے برف اوپر سینکڑوں فٹ عمودی برف کی دیوار ایسی چڑھائی کو صرف کمینی کہنا تو اس کی عزت افزائی ہے۔

سیاچن کے جن دروازوں پر ہماری پوسٹیں ہیں وہ گلیشیر کے عین کنارے پر نہیں ہماری طرف سے آٹھ سے دس کلو میٹر سیاچن پر پیدل چلنے کے بعد آتے ہیں ان پہاڑی چوٹیوں پر کسی جگہ بھارتی اونچائی پر ہیں اور کسی جگہ ہماری پوسٹ بلندی پر ہے وہ ہمارے آدمیوں کو آتا جاتا دیکھ سکتے ہیں ہمارے جوان ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اگلی پوسٹوں پر فوجی جوانوں کے ساتھ ایک ہفتہ گزار کر واپس آنے والے ایک زیر تربیت افسر نے ان دیکھے دکھانے کے واقعات کے بیان میں بتایا کہ ایک دوپہر سورج پوری طرح چمک رہا تھا بھارتی پوسٹ سے کچھ جوان نیچے اترے جب وہ ذرا کھلی جگہ پہنچ گئے تو ہماری پوسٹ کے انچارج نے کہا چلو ذرا چھیڑ چھاڑ ہو جائے ڈیوٹی پر جوان نے ان کے سامنے کچھ فاصلہ پر برسٹ مارا وہ پیچھے مڑے دوسرا برسٹ اس طرف پھینکا افسر کا حکم تھا کہ کوئی گولی کسی بندے کو نہ لگے مشین گن پر ڈیوٹی والا اس حکم کی پابندی میں آگے پیچھے برسٹ مار رہا تھا اور بھارتی سپاہی بری طرح ہانپ رہے تھے اتنی بلندی پر آکسیجن کی کمیابی میں برف کے دلدل میں ان کی حالت مردوں سے بری ہو گئی تو انہوں نے بازو اوپر اٹھا دیئے اور پاکستانی افسر نے چھیڑ چھاڑ بند کر دی۔

ہم ابھی اگلی پوسٹوں پر ہی گھوم پھر رہے تھے کہ توپ خانہ کا چاک و چوبند افسر ہمارے سامنے آن موجود ہوا کمانڈر نے اسے ہماری خواہش سے آگاہ کیا اس نے ایک ایک کر کے ہمارا جائزہ لیا اور ہمارے استقبال میں خوشی محسوس کرنے کا اعلان کر دیا ہم باہر آئے تو کمانڈر اور ان کے نائب بھی ذرا بلند ٹیلے تک

ہمیں خدا حافظ کہنے چل پڑے۔ شیخ نے سب کو اکٹھے پا کر کیمرہ تان لیا ہم لائن میں لگے تو کمانڈر کے سردی سے دانت بجنے لگے وہ مناسب لباس کے بغیر ہی مروّت میں چلے جا رہے تھے ان کی حالت کا اندازہ کر کے ہم نے انھیں واپس بھیج دیا اور اگلا پڑاؤ جونیئر افسروں اور توپ خانہ کے کمانڈر کے ساتھ طے کیا ہم قدم قدم دیکھ کر چل رہے تھے توپ خانہ کا افسر جوش جوانی میں اچھلتا ہوا چل رہا تھا توپوں کے روبرو پہنچے تو اس کی سانس بھی اکھڑی اکھڑی سی تھی اس کا عملہ وقفہ وقفہ سے طرح مصرع عرض کر رہا تھا چھوٹی چھوٹی توپیں ان کے سامنے ہزاروں فٹ اونچے پہاڑ ان سے پرے دشمن شیخ نے ارد گرد کا جائزہ لیا قریب ہوئے اور رازداری سے پوچھا "یہ گولے پہاڑوں کے اوپر سے کیسے گزر جاتے ہیں؟"

"رسے کی مدد سے" ہم نے انھیں مزید تنگ کرنے کو کہا۔

جوان توپ کے منہ میں مصرع ڈال چکے تھے حسب کتاب لگا کر شمع کا رخ متعین کر چکے تھے میزبان نے اپنے اپنے کانوں کی خود آپ حفاظت کرنے کی ہدایت کی تو ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا دونوں کانوں کا بندوبست کرنے کے لئے دو ہاتھوں کی ضرورت ہوتی ہے کیمرے کا اچھی طرح بندوبست کرنے کے لئے بھی دو ہی ہاتھ چاہئیں اب اکیلا شیخ مزید دو ہاتھ کہاں سے لائے اس کا فوری طور پر حل یہ نکالا گیا کہ دو ساتھی اپنا ایک ایک ہاتھ شیخ کے کانوں کی حفاظت کے لئے سپیئر کر دیں وہ اپنے کانوں سے بے نیاز فوری طور پر راضی ہو گئے شیخ کیمرہ تان کر تیار ہو گئے تو میزبان کے اشارے پر توپ جواب آں غزل دینے میں مصروف ہو گئی بے فائدہ جنگ میں اتنے قیمتی گولے ضائع ہونے پر شیخ کو اور بھی شدید صدمہ ہوا مگر گولے رسوں کی مدد کے بغیر پہاڑوں کے اوپر سے اڑتے دیکھ کر کچھ پریشانی دور ہو گئی۔ کمانڈر نے بتایا کہ اس بلندی پر ہوا کی مزاحمت نہ ہونے کی وجہ سے توپوں کی مار کا معینہ فاصلہ بڑھ جاتا ہے میدانی علاقہ کی نسبت سیاچن پر توپیں آٹھ دس کلو میٹر گولہ زیادہ فاصلہ پر پھینکتی ہیں اب یہ ایک اور حیران کن بات تھی ایک شیخ اور کئی حیرانیاں جن میں سے اکثر کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔

واپس چلے تو اس مزید سفر اور بلندی کے باوجود ان کی سانس معمول کے مطابق تھی سوچ پر بلندی اور آکسیجن کی کمی کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تھا اصل مقام پر پہنچتے ہی انھوں نے ایریا کمانڈر سے پوچھا "وہ جوان صبح پیدل کیوں آ رہا تھا؟"

"سب ہی جوان پیدل آتے جاتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس ٹرانسپورٹ کا کوئی بندوبست نہیں"

"کتنا وقت لگتا ہو گا؟"

"بس کوئی چھ سات گھنٹے"

شیخ کے لئے ایک اور پریشان کن بات ہو گئی۔

سورج کی رنگت تبدیل ہونے لگی تھی ہمیں ان پتھریلے راستوں اور اندھے غاروں میں سے گزرنا تھا شیخ نے آخری تصویر بنائی ہم نے روانگی کا بگل بجا دیا جیپ کا توازن برقرار رکھنے کے لئے انھوں نے اپنے

پاس سے روز پر تربیت سول افسر فارغ کر دیئے سول افسروں کی تربیت کے ذمہ دار نے انھیں سیاچن تک جا کر فوج کا انتظام اور کام سمجھنے بھیجا تھا وہ ایک ہفتہ ایک اگلی پوسٹ پر گزار کر آئے تھے اور بڑے حیران اور پشیمان واپس جا رہے تھے "ہمارے ذہن میں محفوظ فوج کا سارا تصور ہی برباد ہو گیا ہے" ایک نوجوان نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔

"آپ کا مغفور تصور تھا کیا؟" ہم نے وضاحت چاہی۔

"فوجی میسوں میں چاندی کے چھری کانٹے سنہری کلغیوں والے بیرے گردن اکڑا اکڑا کر انگریزی مارتے افسر ماتحتوں کے سلیوٹ پر سلیوٹ سینئروں کی بے نیازی کلف لگے افسر اور استری شدہ ماتحت"

"لاہور اور کھاریاں کی چھاؤنیوں میں ایک چکر لگالیں آپ کا تصور شاید بحال ہو جائے"

"ناممکن بات ہے اب ہم ان کے درمیان دو ہفتے گزار چکے ہیں فوج اور افسر سارے وہی کھاریاں والے تو نہیں ہوتے"

"معلوم ہوتا ہے آپ کی برین واشنگ کی گئی ہے"

"برین تو کیا انھوں نے سب کچھ ہی واش کر دیا ہے یہی تو مصیبت ہے کیا کوئی اسسٹنٹ کمشنر یا تحصیلدار اپنے سب سے نچلے درجہ کے ملازم کے ساتھ مل کر کھائے گا؟ اس کے ساتھ ہی زمین پر سوئے گا؟ ہم تو خود ان کے درمیان کھاتے اور سوتے رہے ہیں لاہور میں دو آدمی ایک وقت میں جتنے روپے کا کڑاہی گوشت کھا جاتے ہیں ہمارا دو ہفتے کا میس کا بل اتنا بنا ہے اس سے خوراک کے معیار کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں"

سامنے ٹھیکیدار کے گدھے جا رہے تھے "وہ لیڈی گیانگ بھی ان میں شامل ہے" ایک افسر نے گدھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی کو آہستہ سے خبر دی۔

ہم نے غور سے دیکھا وہاں گدھوں اور ایک عدد بلتی کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا "معلوم ہوتا ہے آپ کے ذہن پر ابھی تک بلندی کے اثرات باقی ہیں"

وہ مسکرایا "وہ جو گدھوں کے گروپ میں ایک طرف جا رہی ہے وہ لیڈی گیانگ"

ایک طرف ایک گدھی تھی گدھوں کے گروپ کی واحد جنس لطیف۔

ان افسروں نے عید قربان بھی اسی اگلی چوکی پر جوانوں کے ساتھ گزاری تھی انھوں نے بتایا کہ سیاچن کے محاذ پر یہ پہلی عید تھی جس پر دشمن نے "لڈو" نہیں بھیجے جوان اور افسر سارے انتظامات کر کے نماز عید کے لئے کھڑے ہوئے صبح سے رات گئے تک منتظر رہے مگر بڑے بھائی کی طرف سے کچھ آیا ہی نہیں۔ اس پہلے ناغہ کی وہ مختلف وجوہ بیان کر رہے تھے "بھارت کے نئے چیف آف آرمی سٹاف نے دو روز ہی پہلے چارج لیا تھا ممکن ہے کثرت امور میں اسے لڈو بھیجنا یاد ہی نہ رہا ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عیسائی ہونے کے حوالے سے اس کے دل میں دیگر مذاہب کے تہواروں کا کچھ احترام ہو یا پھر وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو بھارت والے

اپنی نیک نیتی کا پیغام پہنچانا چاہتے ہوں "

سیاچن کے محاذ پر فوجی افسروں سے بات چیت سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جب سے دوسرے محاذوں پر پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہوا ہے سیاچن کے محاذ پر فوجی گرمی ٹھنڈی رہی ہے بس توپوں کے گولوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ دونوں طرف سے کسی نے اپنی پوزیشن بہتر بنانے کی کوئی بڑی کوشش نہیں کی۔

سول افسروں نے بتایا کہ سیاچن کی لڑائی میں سب سے بڑا دشمن موسم اور سب سے اہم ہتھیار مٹی کا تیل ہے۔ اسی سے اگلو (پلاسٹک کے خیمے) گرم رکھے جاتے ہیں کھانا پکایا جاتا ہے برف پگھلا کر پانی بنایا جاتا ہے اور ہتھیاروں کو گرم رکھا جاتا ہے۔ مٹی کے تیل سے چلنے والے ہیٹر ہمہ وقت چلتے رہتے ہیں یہ سب تیل برف میں سے رات کے اندھیرے میں جوان اپنی کمر پر اٹھا کر لے جاتے ہیں روزمرہ کی ضروریات کے علاوہ ہنگامی صورت حال اور خرابی موسم کے لئے مٹی کے تیل کا وافر ذخیرہ محفوظ رکھنا پڑتا ہے۔ مٹی کا تیل ڈالنے کے لئے موٹی چادر کے وہ کنستر استعمال کئے جاتے ہیں جو بجارو گاڑیوں کے پیچھے پٹرول سے زیادہ نمائش کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بندھے ہوتے ہیں تیل کی مانند تیل ڈالنے کے کنستر بھی سیاچن کے محاذ پر متعدد ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ تیل ڈال کر اٹھا لے جانا اور محفوظ کرنا تو ہوتا ہی ہے اگر کسی جگہ سے برف زار میں سوراخ نمودار ہو جائے جس میں آدمی گر کر غائب ہو جاتے ہیں تو ان کی نشاندہی کے لئے بھی وہاں پر کنستر رکھ دیتے ہیں جیسے کسی مصروف سڑک پر سے گٹر کا ڈھکنا چوری ہو جائے تو اس جگہ اینٹ پتھر چن کر آنے جانے والوں کو خطرے سے خبردار رکھا جاتا ہے انسانی ضروریات کے لئے پانی بنانے کی خاطر برف بھی انہیں کنستروں میں گرم کی جاتی ہے یہی جیری کین تکیہ اور کرسی ہوتے ہیں۔

نوجوان اور بزرگ افسروں کو جن مسائل پر سب سے زیادہ جذباتی پایا ان میں ایک اہم تیل ڈالنے کے ناقص کنستروں کی فراہمی تھی برف میں مٹی کے تیل کے برف ہو جانے سے تدارک کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ اس میں تیزاب کی آمیزش کا ہے لیکن اگر یہ کنستر ناپائیدار ہوں تو تیزاب ملا تیل رسنا شروع ہو جاتا ہے ایسے کنستر ٹھیکیدار اس مقام تک بھی اٹھا نہیں لے جاتے جہاں تک گدھے جا سکتے ہیں یا لک کو ظاہر ہے گدھوں کی کھال کی سلامتی سب سے عزیز ہوتی ہے دشوار راستوں میں سے اگلی چوکیوں تک تو یہ کنستر جوانوں کو ہی اٹھا کر لے جانا پڑتے ہیں لیکن گدھوں کے مالک کے انکار یا اپنے گدھوں سے پیار کے بعد ان کا کنستر اٹھانے کا کام بھی جوانوں سے ہی لیا جاتا ہے کہ ان کا وہاں کوئی مالک نہیں ہوتا اس تیزاب یا تیل کے رسنے سے کپڑوں کے علاوہ جوانوں کے جسم بھی جل جاتے ہیں تیل کے ساتھ بندے بھی ضائع ہو رہے ہیں ہم نے ایک بڑے افسر سے اس گدھوں سے بھی بدتر سلوک پر انسانی طریقہ سے احتجاج کیا تو وہ الٹا ہم سے احتجاج کرنے لگا " اتنے بندے دشمن کی گولیوں سے ہسپتال نہیں جاتے جتنے تیزاب سے جل جل کر ہسپتالوں میں پڑے ہیں ہم نے اوپر والوں کو کئی بار لکھا ہے کہ آپ جوانوں کو کم از کم گدھوں کے برابر ہی

سمجھ لیں کنستر کون سے درآمد کرنا ہیں اندرون ملک بنتے ہیں یہ تو اچھے بھیج دو ان کا جواب ہے کہ اپنے ویلڈنگ پلانٹ رکھو اور انہیں ویلڈ کر کر کے استعمال کرو اب ہم دشمن سے لڑائی کریں یا ویلڈنگ کا کاروبار کریں ؟ " ہمارے پاس ظاہر ہے اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

ایک نوجوان افسر کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا " موسم اور بھارتی دشمنوں سے تو ہم لڑ ہی رہے ہیں میرا دل چاہتا ہے میں کسی روز لاہور جاؤں اور مٹی کے تیل کے سٹوو فراہم کرنے والی فرم کے مالک کو گولی مار کر اس کی لاش چوراہے میں لٹکا دوں معلوم ہوتا ہے وہ دشمن کا ایجنٹ ہے وہ ہمیں اندر سے نقصان پہنچا رہا ہے "

معلوم ہوا لاہوری ٹھیکیدار بڑے مہنگے اور ناقص سٹوو فراہم کر رہا ہے ان کے پھٹنے سے اگلو اور اس میں رہنے والے جوان جل رہے ہیں مگر کمائی کرنے والے پھر بھی کرتے ہی جاتے ہیں ایک اگلو کی اگلی چوکی تک اٹھا کر لے جانے کی اجرت اور قیمت کا تخمینہ کریں تو تیرہ چودہ لاکھ میں پڑتا ہے ایک بندے کی قیمت اگر اتنی ہی لگائیں جتنی حادثات اور دھماکوں میں مرنے والے افراد کی حکومت ڈالتی ہے تو بھی مبلغ تین ہزار روپے قیمتی سٹوو پھٹنے سے سولہ سترہ لاکھ کا نقصان تو ہو ہی جاتا ہو گا۔

ایک اور نوجوان افسر صرف اتنی سی بات پر آگ بگولہ ہو رہا تھا کہ خشک دودھ کے ڈبوں میں سے پرانی ٹاکیاں برآمد ہوتی ہیں ہم نے انہیں سمجھایا کہ لڑائی اور محبت میں ایسا ہوتا ہی ہے پھر آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ نیا کپڑا برآمد کر کے ہم اس سے ملنے والے زرمبادلہ سے آپ کے لئے اسلحہ خریدتے ہیں اب نیا کپڑا خشک دودھ کے ڈبوں میں ڈال کر آپ کو بھیجنا شروع کر دیں تو اسلحہ کیسے خریدیں ؟ جمہوری حکومت کے وزرا اور ارکان اسمبلی دھڑا دھڑ ملیں لگا رہے ہیں وزیر اعظم کی خصوصی ہدایت پر قومی بینک دھڑا دھڑ انہیں قرض فراہم کر رہے ہیں آپ دعا کریں وہ ملز جلد از جلد چالو ہو جائیں مگر وہ ہماری بات پر دھیان دینے پر آمادہ ہی نہیں تھا۔

ایک صاحب نے آہستہ سے ہمارے کان میں کہا " آپ کو بتایا تھا نا کہ اس بلندی پر آکسیجن کی کمی کی وجہ سے اکثر جوانوں کا دماغی توازن خراب ہو جاتا ہے " ہم نے غور کیا تو اس کی بات میں تیزاب ملے مٹی کے تیل سے بھرے اس جیری کین سے بھی زیادہ وزن تھا جو رات کے اندھیرے میں برف میں پوشیدہ دم خور غاروں پر سے گزر کر جوان اٹھا کر لے جاتے ہیں بیچ سے ہماری دوستی کوئی ڈیڑھ دو در جن سالوں پر محیط ہے وہ عام زندگی میں گالیاں سن کر بھی دعائیں ہی دیتے ہیں مگر بلندی پر آکسیجن کی کمی کی وجہ سے وہ بھی چالیس چالیس پونڈ وزنی گالیوں کے گولے پھینک رہے تھے ہم نے انہیں کئی بار بتایا کہ اسلام آباد بہت دور ہے سیاست دان ملک بھر میں بکھرے ہوئے ہیں آپ خواہ مخواہ سیاچن کے توپچیوں کی مانند گولے ضائع کر رہے ہیں مگر وہ تھوڑی دیر بعد پھر سے پوچھتے " کو نہیں معلوم کہ سیاچن پر جوان کس حالت میں ہیں یہ ملک کے لئے خون دے رہے ہیں اور وہ ملک کا خون چوس رہے ہیں ان سے بڑا ملک دشمن کون ہو سکتا

ہے "ہم انہیں سیاست دانوں کی ملک دوستی اور خدمت کی کہانیاں سنا کر ان کا ذہنی توازن ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے تو وہ اور بھی غصہ میں آ جاتے "اس بچارو پارٹی سے ملک بچاؤ سرحدوں پر دشمن للکار رہا ہے اور اندر انہوں نے لوٹ مچا رکھی ہے" لاہور اور اسلام آباد میں زرداری کے زر اور سیاست دانوں کی زر اندوزی کے قصے سنا کرتے تھے ان بلندیوں پر ہر جگہ ان قصوں کہانیوں کے اثرات نمایاں تھے گزشتہ دورہ میں سپاہی سے افسر تک کی زبان پر ایک ہی بات تھی مارشل لا لگانے والوں کا شکوہ جن کی وجہ سے قوم ملک کے دفاع کے لئے قربانیاں دینے والوں کو بھی انہیں میں سے سمجھ رہی ہے اس دفعہ ہر جگہ ایک بات سننے کو ملی "ہم ملک کی خاطر جانیں قربان کر رہے ہیں اور وہ ملک کو برباد کر رہے ہیں قوم ان کا ہاتھ کیوں نہیں روکتی؟"

بلندی سے اترتے گئے ہوا میں آکسیجن کی مقدار میں اضافہ ہوتا گیا اور سواریاں نارمل ہونے لگیں اب بات چیت شمالی علاقہ کے لوگوں کے بارے میں ہونے لگی صوفی نجم الدین نے خواتین سے کام لینے کی وجہ بتائی تھی کہ وہ "مضبوط ہوتی ہیں" سول افسروں کی تحقیقات تھی کہ زمانہ قدیم میں ان علاقوں میں جب بدھ مت نافذ تھا تو مردوں پر خواتین کی بہت زیادہ برتری تھی ایک عورت کئی مردوں پر بھاری تھی اسلام کی آمد کے بعد مردوں پر سے یہ "بھار" کم کرنے کی خاطر عورتوں کو مشقت پر لگا دیا گیا اور اب تک وہ یہ مشقت کرتی آ رہی ہیں سڑکوں پر اور کھیتوں میں جو خواتین نظر آئیں ان میں اکثریت بوڑھی خواتین اور بچیوں کی تھی ہمارا خیال تھا کہ جوان خواتین سے مشقت کم لی جاتی ہو گی ایک فوجی افسر نے بتایا کہ مشقت کی زیادتی اور خوراک کی کمی کے سبب ان علاقوں میں عورتوں کی جوانی چاند کی چاندنی سے بھی کم دیر پا ہوتی ہے زچگی کے بعد مناسب خوراک اور علاج نہیں ملتا بڑھاپا جلد آ جاتا ہے اور کافی دیر تک ساتھ رہتا ہے۔

"آغاخان انہیں خواتین سے اس غیر انسانی سلوک سے منع نہیں کرتے؟"

"اس سلوک میں آغاخانی شیعہ اور سنی سب برابر ہیں"

صحت کے پاس سے گزرے تو صوفی نجم الدین بوڑھوں کی ایک ٹولی کے ساتھ سر راہ بیٹھے تھے انہوں نے ہمیں پہچان تو لیا مگر ہاتھ نہیں ہلایا شاید خدمت خلق میں مگن تھے یا پھر خدمت خلق میں عدم تعاون کی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے سڑک کے بیچوں بیچ بچے کھیل رہے تھے ایک جگہ ایک بچے نے جیپ کے سامنے سے ہٹنے سے انکار کر دیا دو بڑے بچوں نے اسے کھینچ کر سامنے سے ہٹایا میرے لئے یہ ایک نیا تجربہ تھا اب تک جہاں بھی گئے بچے ہاتھ ہلا ہلا کر سلام کرتے رہے تھے سامنے ایک نوکیلی پہاڑی نے سر اٹھایا تو چھوٹے قد اور عمر کے سول افسر نے پوچھا "آپ نے کوئی شیطان پہاڑی بھی دیکھی؟"

"شیطان اور پہاڑی؟ شیطان تو وہ ہے جو چھپا ہوا ہو قید مکاں سے آزاد ہو"

"یہ لوگ جنات کو بھی شیطان کہتے ہیں اور جس پہاڑی کے بارے میں شبہ ہو جائے کہ اس پر جنات کا بسیرا ہے اسے شیطان پہاڑی کہتے ہیں"

Scanned by iqbalmt

"مگر جنات اتنی ویران اور مشکل پہاڑیوں پر لینے کیا آتے ہیں؟"

"کوہ پیمائی کے لئے ہی آ سکتے ہیں"

ہمارے پروگرام میں پھولوں کی نمائش دیکھنا بھی شامل تھا ایک گیاری پلٹ افسر نے اطلاع دی تھی کہ برف ڈھلنے سے بے نقاب ہونے والی پتھریلی زمین میں بڑے خوب صورت جنگلی پھول کھلے ہیں ہم نے وہاں برف کی بہار ہی دیکھی تھی پھولوں کی بہار کیسی ہو گی؟ ان کی رنگت اور مہک سے برف گزیدہ جوانوں کی زندگی میں کیا حسن آیا ہو گا؟ مگر گیانگ کے مراحل میں ہی دن صرف ہو گیا ہم نے گیاری موڑ پر اس وادی کی بہار کو سلام بھیجا اور پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے لہروں کی گونج میں ابھی کوئی کمی نہیں آئی تھی دن بھر کی دھوپ سے سیاچن اور اس کے دربان گلیشیر پر جو برف پانی پانی ہوئی تھی وہ ابھی تک مائل بہ رم تھی شرافت ہماری مصروفیت اور شیخ کی بے دھیانی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا پل صراط پہ یا مگر شیخ خاموش بیٹھے رہے ان کے کندھوں پر دن بھر کی بنائی تصاویر کا اتنا زیادہ بوجھ تھا کہ وہ اس میں مزید اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

رات اونچی پہاڑیوں سے دھیرے دھیرے نیچے اتر رہی تھی ہوا میں خنکی بڑھنے لگی تھی ماحول میں زندگی کی واحد علامت لہروں کے پتھروں سے سر پھوڑنے کی آوازیں اور جیپ کا نغمہ سرور تھا اتنے پتھریلے اور برفیلے سفر کے بعد ان کا سرور میں آ جانا بجا تھا۔

ملکۂ کہسار کے دربار تک

ایک شام ہم سیاچن کے مظالم کی کہانیاں سن رہے تھے کیپٹن اختر کسی اگلی پوسٹ سے آیا تھا۔شمالی ایریا کمان کی والی بال ٹیم کی کپتانی کرنے پیچھے جا رہا تھا ہم نے اسے دعوت اظہار دی تو وہ کسی سوچ میں پڑ گیا "ایک دفعہ عید پر مجھے دو تین عید کارڈ موصول ہوئے لکھا تھا"پیارے چچا عید مبارک" میں سوچنے لگا یہ میرے بھتیجے بھتیجیاں کہاں سے آ گئے ہ میں ماموں تو ہوں چچا تایا نہیں دوسری عید پر پھر انہی بچوں کے کارڈ آئے ذہن پر زور ڈالا تو ایک واقعہ یاد آیا وہ موسم سرما کی ایک سرد رات تھی سیاچن کے اس محاذ پر سخت برف باری ہو رہی تھی آٹھ بجے شب پیچھے سے پیغام ملا کہ صبح پانچ بجے جو پانچ جوان اگلی پوسٹ کیلئے روانہ ہوئے تھے وہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچے جس مقام سے وہ چلے تھے وہاں سے اگلی پوسٹ کا فاصلہ پانچ گھنٹے کا تھا پندرہ گھنٹے میں وہاں تک نہ پہنچنے کا مطلب صاف ظاہر تھا ہم اس پوسٹ پر تین افسر تھے میں نے کہا دو تو بال بچوں والے ہیں میں خود ان جوانوں کی تلاش میں جاتا ہوں میری یہ پیشکش قبول تو کر لی گئی مگر حکم دیا گیا کہ آپ اتنی برف باری میں ابھی نہیں جائیں گے صبح پانچ بجے روانہ ہوں گے پچیس جوانوں کا دستہ لیکر صبح جب میں روانہ ہوا تو طوفان کی وجہ سے گھپ اندھیرا تھا ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا پہلے ہم اس چوٹی پر پہنچے جہاں سے وہ پانچ جوان اگلی چوکی کیلئے روانہ ہوئے تھے وہاں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد تلاش کا سفر شروع کیا عام طرف میں ہم ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہیں مگر میں نے جوانوں کو ایک صف میں چلنے کو کہا تاکہ زیادہ سے زیادہ جگہ پر تلاش کیا جا سکے یہ طریقہ بہت خطرناک ہوتا ہے مگر مجبوری یہ تھی کہ کچھ دکھائی نہیں

دیتا تھا۔دن بھر ہم ڈھونڈتے ہوئے اس چوکی کی طرف بڑھتے رہے،شام پانچ بجے کے قریب ایک جگہ تین ہیولے سے نظر آئے۔ہم قریب پہنچے تو تین جوان پانچ فٹ کے دائرہ میں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے گھوم رہے تھے،میں نے حوصلہ بڑھانے کے انداز میں کہا،جوان یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا سر ہم صبح پانچ بجے فلاں پوسٹ کیلئے روانہ ہوئے تھے شام ہونے کو ہے مگر پوسٹ ہی نہیں آرہی۔ انہیں یاد تک نہ تھا کہ وہ کل صبح سے چلے ہوئے ہیں۔میں نے کہا کوئی بات نہیں ہم آگئے ہیں آپ کو وہاں لے چلتے ہیں میرا اتنا کہنا تھا کہ وہ تینوں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ہم انہیں اٹھا کر اگلی پوسٹ پر لے گئے جو صرف پانچ منٹ دور تھی،ان جوانوں کے دستانے پھٹ چکے تھے ہاتھ اور چہرے برف سے جل گئے تھے رات بھر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ادویات دیتے رہے،مالش کرتے رہے،صبح اذان کے وقت ان میں سے ایک کو ہوش آیا تو ہم نے پوچھا ہوا کیا تھا؟ اس نے بتایا کہ وہ پانچوں ایک قطار میں چلے آرہے تھے دو چند قدم آگے تھے اور وہ تینوں پیچھے کہ طوفان آگیا،طوفان میں وہ دونوں ان سے بچھڑ گئے،وہ چلتے رہے طوفان جاری رہا،پھر رات آگئی ان کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا،صرف ایک بستر کی چادر تھی وہ تان کر تینوں سر جوڑ کر بیٹھ گئے،ان میں ایک حافظ قرآن تھا،اس نے تلاوت شروع کر دی،رات بھر طوفان جاری رہا،وہ تلاوت کرتا رہا،ایک لمحہ کیلئے نہ طوفان رکا نہ تلاوت،صبح وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر پھر چل پڑے اور دائرہ میں گھومتے رہے،اپنے خیال میں تو وہ سیدھے جا رہے تھے،یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ گول دائرہ میں گھوم رہے ہیں۔"

"دوسرے دو جوانوں کا کیا بنا؟"

"ان دونوں کی نعشیں دس پندرہ فٹ دور برف میں دبی مل گئی تھیں"

"ان کے پاس برف والا لباس نہیں تھا؟"

"ان کے پاس بھی تھا مگر ان میں سے کوئی حافظ قرآن نہیں تھا،ان تینوں کا ایمان ہے کہ وہ خدا کے کلام کی برکت سے زندہ بچ گئے"کپتان نے جواب دیا۔

"وہ عید کارڈ؟"

"اب معلوم ہوا ہے کہ وہ عید کارڈ ان جوانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھیجتے ہیں مگر جب بھی مجھے عید کارڈ موصول ہوتے ہیں میں سوچتا ہوں کاش جو تھے جوان کی بچی بھی مجھے کبھی عید کارڈ بھیج سکتی مگر میں نے تو اس کے باپ کی لاش اسے بھیجی تھی وہ عید کارڈ کیسے بھیجے؟ وہ اپنے باپ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کہ باپ کی لاش پہنچ گئی اس کا کیا حال ہوا ہو گا؟ اس کا باپ صرف اس کی محبت میں پینشن جا رہا تھا،اس نے اپنی سروس کے پندرہ سال پورے کر لئے تو اس کی ترقی کے کاغذات بننے لگے مگر اس نے ترقی لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میری بچی نہیں مانتی،اس نے سیاچن کے اس محاذ پر سات ماہ گزارے تھے،وہ اس کا اس محاذ پر آخری دن تھا،وہ اگلی پوسٹ سے ریٹائرمنٹ سے متعلق کوئی کاغذ لینے گیا تھا"

ہم کچھ دیر خاموش رہے،کپتان نے پھر بات شروع کی "برف اور طوفان میں زیادہ وقت رہنے سے

ویسے ہی آدمی کے اعصاب جواب دے جاتے ہیں۔ اسے معلوم نہیں رہتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ ایک دفعہ ہم کہیں جا رہے تھے کہ طوفان آگیا،شدتِ طوفان اور اندھیرے میں ہم راستہ بھول گئے اور کافی دیر تک بھٹکتے پھرے،پھر ایک جگہ پہاڑ کی اوٹ میں دبک کر بیٹھ گئے،جب ہماری تلاش میں نکلنے والی پارٹی ہم تک پہنچی تو ہم طوفان میں ایک کتے کے پیچھے بھاگتے پھر رہے تھے"

"وہ کیوں؟"

"بھوک سے تنگ آکر"

اگلی چوکیوں سے واپس آنے والے افسروں نے بتایا کہ ان بلندیوں پر ایک سی افراد و مقامات اور ایک ہی قسم کی زندگی میں چند روز میں ہی آدمی چڑچڑا ہو جاتا ہے،ہر کسی سے لڑنے کو دل چاہتا ہے،جوان سارا دن تاش کھیلتے ہیں،ریڈیو پر قوالیاں اور نغمے سنتے ہیں،افسر دن بھر کتابیں اور رسالے پڑھتے ہیں جب کسی افسر کی ڈیوٹی اگلی پوسٹ پر ختم ہوتی ہے تو وہ اپنی جمع کردہ کتب اور رسائل نئے آنے والے کے سپرد کر آتا ہے نیا آنے والا پہلے وہ کتابیں اور رسائل ختم کرتا ہے،جو وہ خود ساتھ لاتا ہے اور پھر پرانے ذخیرہ کو ختم کر دیتا ہے اس کے بعد اس کیلئے کرنے کو کچھ نہیں ہوتا

"گولہ باری کے وقت کیا کرتے ہیں؟"

"گولے گرتے رہتے ہیں ارد گرد دور و نزدیک وہ ایک جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھتے ہیں جیسے دھوپ سے چھاؤں یا چھاؤں سے دھوپ میں ہو جائیں اس مقام پر گولے بھی اپنی دہشت اور اہمیت کھو دیتے ہیں"

جنگلی گلاب کے پھول سیاچن گلیشیر کی برفیت 'اندھے طوفان' 'موت کے غار' 'عید کارڈ' 'بچے بھوت' 'کتے' رات بہت دیر تک مجھے نیند نہیں آئی۔کتنی بچیاں اپنے باپ کا انتظار کرتی رہیں اور لاشیں پہنچ گئیں کتنی مائیں انتظار کرتی رہیں مگر ان کے بیٹوں کی لاشیں بھی ان تک نہ پہنچ سکیں کتنی لاشوں کی تلاش میں کتنی زندگیاں لاشہ بن گئیں،ابھی دونوں ممالک کتنی مزید لاشیں اٹھائیں گے کتنی مزید لاشیں سیاچن کی نذر کریں گے؟

صبح اٹھا تو روح اور جسم میں کچھ باہمی ناچاقی سی محسوس ہوئی گرم پانی سے جسم تو کچھ گرم ہو گیا مگر روح پر اب بھی بہت بوجھ تھا،شیخ شیو سے فارغ ہو کر کیمرے کو کھر کنا کر رہے تھے اس کی آنکھیں صاف کر کے سرمہ لگا رہے تھے،کمر کس کر نئی منزل کیلئے تیار بیٹھے تھے میں نے روح کو پوری طرح جھنجوڑا مگر محفل شب کے اثرات بہت گہرے تھے۔

"آج کہاں جانا ہے؟"انہوں نے متبادل کیمرے کے گال تھپکتے ہوئے پوچھا

"جہاں سے دریائے ژوم سم آتا ہے"میں نے جواب برائے جواب دیا

"اچھا! اللہ خیر کرے گا"وہ اس منزل کیلئے بھی تیار ہو گئے

"آپ تھک تو نہیں گئے تھے کل؟"

تھک تو گیا تھا مگر اتنا نہیں جتنا گھر میں فارغ بیٹھا تھکتا ہوں اس سفر میں تو سارے مرض ہی دور ہو گئے ہیں"
میری کچھ پریشانی دور ہو گئی۔

جیپ دریا کے کنارے پر اتری تو دریا اور سڑک دونوں نے سر جھکا کر سلام کیا نہ دریا میں کوئی تندی نہ سڑک میں کوئی ترشی، سورج پہاڑ کی متوازی فصیل کے پیچھے سے جھانکنے کی کوشش میں چوٹیوں پر کرنوں کی کمندیں ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا فوجی انجینئر جگہ جگہ پہاڑیوں کے بکھرے اجزا جمع کر رہے تھے اور دور کہیں ایک پتھریلے قلعہ کے نوکیلے برج چمک رہے تھے ہم نے کیمروں کی آنکھ سے ان برج مناروں کا جائزہ لیا مگر وہ آنکھ کے نور کی مانند ہماری اور کیمروں کی دسترس سے کافی پرے تھے کیمرے بند کر کے ہم دریا کی ست رو لہریں گننے میں مصروف ہو گئے ایک پہاڑی موڑ گھوم کر آگے نکلے تو شرافت نے یکدم جیپ روک لی سامنے سڑک بالکل صاف ستھری تھی نہ کوئی پتھر نہ سلائیڈ میں نے اس حرکت کی وجہ پوچھی تو اس نے دوسری طرف کھڑی جیپ کی طرف اشارہ کر دیا اس کی سواریاں جیپ سے بر آمد ہو کر پہاڑ کی بلندی کی طرف دیکھ رہی تھیں ہم سب نے بھی ان کی تقلید میں پہاڑی کے اسی مقام کو گھورنا شروع کر دیا

"یہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے" متبادل ڈرائیور نے پہاڑ کی بلندی کی طرف دیکھتے ہوئے خبردار کیا
ہم نے خطرے کا جائزہ لیا تو کہیں کوئی خطرہ نظر نہیں آیا پہاڑ کی بلندی سے پسینے کی ایک ہلکی سی دھار نیچے کی طرف آ رہی تھی اور اس کے وزن سے پہاڑ میں سے دھواں سا اٹھ رہا تھا سڑک پر ہلکی ہلکی سنگ باری ہو رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" شیخ نے ارد گرد کے ماحول کا تصویری جائزہ لینے کے بعد پوچھا
"سڑک بند ہے" شرافت نے آہستہ سے اطلاع دی
"سڑک تو بالکل کھلی ہے بند کیسے ہے؟" شیخ نے سامنے دیکھتے ہوئے انکشاف فرمایا
"رکاوٹ سڑک پر نہیں پہاڑ پر ہے"
"مگر ہمیں تو سڑک پر سے گزرنا ہے نا؟"
"یہی تو مشکل ہے کیا معلوم پہاڑ کب کوئی بھاری رکاوٹ سڑک پر دے مارے اور وہ رکاوٹ ہمیں اپنی راہ کی رکاوٹ جان کر اس راستے سے ہی ہٹا دے"

"جلدی سے نکل جاتے ہیں"
"کیا معلوم پہاڑ ہماری جلدی کا ہی منتظر ہو"

ہم سب جیپ سے نکل کر پہاڑ کی نیت کا جائزہ لینے لگے دوسری طرف والے بھی آگے بڑھے پانی کی رفتار اور اس کے اثر سے پہاڑ کے سینے سے اٹھنے والی آہوں کے غبار کا جائزہ لیا اور پیچھے ہٹ کر مودب کھڑے ہو گئے فریقین کافی دیر تک کھڑے رہے پہاڑ سڑک پر کنکر پتھری چھڑکاؤ کرتا رہا ڈرا آپریشن ابھی باقی

تھا اس آپریشن کے بعد کتنا عرصہ کھڑے رہنا پڑے گا؟ کسی کو علم نہ تھا اس خوف سے سب پریشان تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد پہاڑ کے مزاج کا جائزہ لے رہے تھے آخر دوسری طرف والوں نے پہاڑ اور خدا پر بھروسہ کیا اور جیپ میں بیٹھ کر تیزی سے گزر گئے ان کی یہ حرکت متبادل ڈرائیور کی غیرت کیلئے چیلنج تھی اس نے پانی پہاڑ اور اس کے سینے سے اٹھنے والے غبار کو گھورتے ہوئے فیصلہ سنایا کہ ہم بھی تیزی دکھا کر وہاں سے نکل سکتے ہیں اگر پہاڑ کے مزاج کی درستگی کا انتظار کرتے رہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے سڑک بند ہو جائے اور ہم اپنی دور دراز کی منزل کے درشنوں سے محروم رہ جائیں ہم نے اس رائے کو قبول کر لینے کا فیصلہ سنا دیا شرافت جیپ کی کلی دبا کر بجلی کی سی رفتار سے پہاڑ کے پسینے کی زد میں سڑک کا خطرناک حصہ عبور کر گیا متبادل ڈرائیور نے گردن گھما کر سب کی طرف دیکھا وہ اپنی دانش اور پہاڑوں کی مزاج شناسی کی داد کا حقدار تھا مگر سب ہی اس کی بجائے دریا کے اس پار پہاڑ کے سرسبز دامن سے لپٹی جھونپڑیوں کا نظارہ کر رہے تھے پیچھے بلند و بالا پہاڑی آگے دریا اور درمیان میں پھنسی چند کھیتیاں اور جھونپڑیاں سبزہ اور انسان کو جہاں کہیں قدم رکھنے کو مٹی مل جائے وہ وہیں جم جاتے ہیں سامنے سڑک پر کوئی چیز رینگتی ہوئی جا رہی تھی قریب پہنچے تو وہ حضرت انسان نکلے چھوٹا سا قد کمر پر بھاری بیگ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ اس انداز میں چلا جا رہا تھا جیسے سفر نہ ہو اپنے گھر کے باغیچہ میں چہل قدمی فرما رہا ہو ان پہاڑیوں اور ان کے درمیان مقید وادیوں میں ڈیوٹی دینے والے فوجیوں کو ہدایت کی جاتی ہے

"DON'T TIRE YOURSELF, TIRE THE MOUNTAIN"

یہ اصول اہل حرب نے ان پہاڑی لوگوں سے سیکھا ہے جو ذاتی تجربہ اور پہاڑوں کی محبت صالح سے اس اصول پر صدیوں سے عمل کرتے آ رہے ہیں آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور مسلسل چلتے رہتے ہیں پہاڑ اور گلیشیئر تھک کر پیچھے رہ جاتے ہیں عزم اور استقلال منزل پا لیتے ہیں شیخ کو چونکہ پہاڑی لوگوں کے اس عزم اور انداز قدم کا اندازہ نہیں تھا وہ کسی کو اس طرح پہاڑوں کے جنگل میں اکیلا چلتے دیکھتے تو فوراً اسے اٹھا اور بٹھا لینے کا حکم جاری کر دیتے اکیلے ماحول میں گم سم ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے ان کے حکم سے پہلے ہی جیپ کی طنابیں کھینچ لیں بیگ بردار مڑ کر ہماری طرف دیکھنے کی بجائے جلدی سے پہاڑ کے سینے سے چمٹ گیا ہم نے اسے اپنی محبت سے سرفراز فرمانے کی دعوت دی تو وہ کوئی لفظ کہے بغیر جیپ میں گھس آیا میں نے غور سے دیکھا تو وہ وہی آشنا آشنا سا نا آشنا ڈاکیہ تھا جو ایک روز صبح سویرے دم سم کی وادی میں بکھرے گھروں میں ڈاک تقسیم کرتا پھر رہا تھا اور اب پہاڑوں اور وادیوں میں بکھری جھونپڑیوں میں ڈاک تقسیم کرنے جا رہا تھا نہ سواری نہ سائیکل ایک تھیلا اور ایک عدد ڈاکیہ اور پتھریلے راستے ویران پگڈنڈیاں خوفناک چوٹیاں میں نے اس سے تبادلہ معلومات شروع کر دیا
"کہاں جانا ہے؟"

"کرمنڈی"

"کہاں سے چلا تھا؟"

"تھنفس سے"

"کتنا فاصلہ بنتا ہے؟"

"چوبیس کلومیٹر"

"کتنے دن میں پہنچتا ہے؟"

"ایک دن میں"

"کتنا پیسہ ملتا ہے؟"

"پندرہ سو روپے ماہانہ"

"چوبیس کلومیٹر میں کتنے گاؤں آتے ہیں؟"

"سات گاؤں ہیں جی"

"کیا نام ہیں"

"دم سم تو پیچھے رہ گیا سامنے پھت ہے" اس نے پہاڑ کے زیر سایہ جھونپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس سے آگے کون کون سا گاؤں ہے؟"

"تھنگ، شوگرو، کرمنڈی اور آخری گاؤں ہے خور کنڈ"

"اس سے آگے کوئی آبادی نہیں؟"

"بس اس سے آگے اللہ کا نام ہے"

"خور کنڈ کی آبادی کتنی ہو گی؟"

"آبادی مجھے یاد نہیں ہے"

"کتنے دن بعد چکر لگاتے ہیں"

"پندرہ دن بعد"

"ایک چکر میں کتنے خط تقسیم کرتے ہیں؟"

"پچاس ستر خط ہو جاتے ہیں"

"آتے کہاں کہاں سے ہیں؟"

"آتے تھنفس سے ہیں جی"

"آپ نہیں، خط؟"

"کوئی لاہور سے آتا ہے کوئی پنڈی سے آتا ہے کوئی فوج سے آتا ہے"

"فوج میں ملازم ہیں ادھر کے لوگ؟"

"اب ہیں"

"آپ رات کہاں رہتا ہے؟"

"جہاں رات پڑ جاتی ہے وہیں رہ جاتا ہے" ۔ "کس کے پاس رہتا ہے؟"

بنا یار دوست بنائے

"اگر نہیں یار... دوست نہ ہو تو؟"

"کسی ہوٹل میں یا کسی اور کے پاس"

"ہوٹل ہیں ان گاؤں میں؟"

"ایک ہے ادھر"

"سکول ہیں ان گاؤں میں؟"

"ہاں ہیں؟"

"پرائمری یا مڈل؟"

"پرائمری سکول ہے جی"

"لوگ بچوں کو سکول بھیجتے ہیں؟"

"اب بھیجتے ہیں"

"ایک برفیلی چوٹی سامنے آن کھڑی ہوئی تبادل ڈرائیور نے بات کاٹی " یہ برف آج ہی پڑی ہے کل نہیں تھی"

"اس موسم میں بھی برف پڑتی ہے؟" ہم نے راہ اور موسم شناس ڈاکیے سے پوچھا

"چار گھنٹے بادل ہوں اور ہوا چلے نا تو پھر برف پڑے گی"

"اس موسم میں بھی؟"

"ہر موسم میں"

"اس گاؤں کا کیا نام ہے؟" میں نے سامنے دریا پر سر افگندہ جھونپڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا

"تھنگ"

"کتنی آبادی ہو گی اس گاؤں کی؟"

"زبانی یاد نہیں ہے سر اتنی نوے ہو گی"

"اسی نوے گھر یا بندے؟"

"اسی نوے چولہے"

"یہاں بھی سکول ہے؟"

"ہاں ہے"
"آپ نے کتنی تعلیم حاصل کی ہے"
"آٹھ جماعت تک پڑھا ہے"
"کہاں پڑھے تھے؟"
"تحصیل میں"

"وہاں لڑکیوں کا بھی سکول ہے؟"
"ہاں اب ہے"
"آپ کے والد صاحب کیا کام کرتے تھے؟"
"ان کی زمین تھی"
"کتنی زمین تھی ان کی؟"
"زمین جی کوئی پچیس کنال" اس نے طویل سوچ بچار کے بعد بتایا
"آپ کتنے بھائی ہیں؟"
"بھائی جی؟ ہم تین بھائی ہیں" اس دفعہ اس نے جواب دینے میں اتنی دیر نہیں لگائی
"باقی دو بھائی کیا کام کرتے ہیں؟"
"باقی دو بھائی جی؟ ایک زمیندارہ کرتا ہے ایک فوج میں ہے"
"زمین ساری پر آپ کا بھائی کام کرتا ہے؟"
"الگ الگ کرتے ہیں"
"آپ کے حصہ میں کتنی زمین آئی ہے؟"
"زبانی یاد نہیں ہے سر"
"پچیس کنال کا تیسرا حصہ ہی آیا ہو گا"
"پتہ نہیں ہے سر"
"آپ کو اپنی زمین کا بھی پتہ نہیں، زمین کا تو بہت خیال کرتے ہیں لوگ"
"زبانی یاد نہیں ہے ناجی"
"آپ اپنی زمین میں کیا بوتے ہیں؟"
"گندم جی"
"اور کوئی فصل نہیں ہوتی؟"
"اور فصل اناج ہوتا ہے جی"

allurdu.com

"گندم بھی تو اناج ہی ہے"
"ہم جو کو اناج بولتا ہے"
"آپ کے بچے کتنے ہیں؟"
"تین ہیں جی"
"پڑھتے ہیں؟"
"نہیں لڑکا بھی چھوٹا ہے"
"لڑکیاں نہیں پڑھتیں"
"سکول نہیں ہے"
"آپ تو پڑھا سکتے ہیں گھر میں پڑھائیں بچیوں کو"
"یہاں کا ماحول ایسا ہے جی یہاں لڑکیوں کو نہیں پڑھاتے"
"اگر آپ پڑھائیں تو لوگ آپ کو منع تو نہیں کریں گے"
"منع تو نہیں کریں گے مگر یہاں کا رواج نہیں ہے جی"
"آپ تو پڑھے لکھے ہیں آپ رواج سے کیوں ڈرتے ہیں"
"بس جی رواج نہیں ہے"
"آپ نے کتنی شادیاں کیں؟"
"بس ایک ہی کی ہے"
"سنا ہے لوگ ادھر زیادہ شادیاں کرتے ہیں؟"
"کرتے ہیں جی کوئی دو کوئی تین کرتا ہے مگر ہم نے ایک ہی کی ہے"
"کیوں آپ کی تو زمین بھی ہے اور آپ سرکار سے تنخواہ بھی لیتے ہیں"
"بس جی ہم نے ایک ہی کیا ہے"

"آپ کی بیوی کیا کام کرتی ہے؟"
"کھیتی باڑی کا کام کرتی ہے جی"
"ساری زمین میں کھیتی باڑی وہی کرتی ہے؟"
"جی ہاں وہی کرتی ہے"

بچوں کی پرورش، گھر کی دیکھ بھال اور کھیتی باڑی کی ذمہ داری اور اکلوتی بیوی واقعی ان لوگوں کو ایک سے زیادہ بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے
"آپ کتنے دن بعد گھر جاتے ہیں؟"
"جمعہ کی ہفتہ وار چھٹی کے دن"

"آپ خواتین سے اتنا زیادہ کام کیوں لیتے ہیں؟"

"وہ طاقتور ہوتی ہیں کام نہ کریں تو تنگ کرتی ہیں"

"اب سامنے ایک اور گاؤں نمودار ہونے لگا تھا فدا حسین نے بتایا کہ اس کا نام ہی شوگرو ہے میں نے دریا کا نام پوچھا انہوں نے ایک بار پھر لاعلمی کا اظہار کیا تبادل ڈرائیور نے لقمہ دیا" کندس "وہ ہوشیار ہو گیا" جی کندس دریا" پہاڑی علاقوں کے یہ تند و تیز دریا میدانی دریاؤں کی مانند عریض اور عمیق نہیں ہوتے اس لئے زیریں علاقہ میں کسی مرکز تک پہنچنے تک کبھی دریا بن جاتے ہیں کہیں نالہ کہلاتے ہیں سڑک پر فوجی جوان کام کر رہے تھے چھوٹے قد کے بلتیوں نے ہاتھ ہلا کر سلامی دی اور فدا حسین تھیلا سنبھال کر نیچے اتر گیا کافی دور سے کئی بھٹی نوکیلی چوٹیوں کا جو دلفریب مجموعہ ہر موڑ پر سامنے آ موجود ہوتا تھا اب بالکل سامنے آ گیا تھا دریا حسب توفیق اس کے پاؤں چھوتا ہوا بہہ رہا تھا شیخ کی بیتابی دیکھ کر جیپ رک گئی دائیں طرف کے پہاڑ کے دامن سے شروع ہونے والے سیڑھی دار کھیتوں میں گندم اور جو کی فصل لہلہا رہی تھی شیخ تصاویر بنانے لگ گئے میں کھیتوں کی سیر پر چل پڑا جیپ بہت پیچھے رہ گئی میں کھیتوں کے اوپر ہی سے بہت آگے نکل گیا چشمہ کی ایک دھار کی مدد سے سڑک پر اترا تو سانس کا ترنم دریا کی لہروں کے شور پر غالب آنے لگا دور دریا کے کنارے دنیا و مافیہا سے بے نیاز شیخ جنگ تصویر کشی میں معروف تھے میں نے ان تک جانے کی کوشش کی مگر درمیان میں زرد بھاری پتھر آ گئے ایک پتھر کی بلندی سے دیکھا تو ڈرائیور اوپر کھیتوں میں مجھے تلاش کر رہے تھے ہاتھ ہلا کر انہیں تسلی دی شیخ کو مراحل عشق و مستی سے نکالا اور راہ منزل ناپنے لگے۔

وادی نہایت ہی خوبصورت تھی دو بہت ہی بلند پہاڑی سلسلے ایک دوسرے سے دو چار کلو میٹر کا فاصلہ رکھ کر نصف دائرے میں گھوم گئے تھے ان کے درمیان بہتا دریا بھی اسی زاویہ پر گھوم گیا ایک سلسلہ سے بالکل چھوتا ہوا دوسرے سے اتنا ہی دور جتنا پہاڑ دور تھا دریا اور مشرقی پہاڑ کے خم کے درمیان سرسبز وادی میں ہریالی کی حکمرانی تھی جو کے کھیتوں کے درمیان میں آبادی چھپی ہوئی تھی ایک طرف سے چند جتی کستر اٹھائے نمودار ہوئے گائیڈ نے بتایا کہ وادی میں چشمۂ آب شفاف بھی ہے دل میں آیا کہ گھوم پھر کر وادی ناپی جائے چشمہ سے ہاتھ ملایا جائے دریا کے کنارے ہزاروں فٹ اونچی عمودی دیوار کا قریب سے جائزہ لیا جائے مگر منزل ما دور نیست کی خوشخبری کے باوجود زور تیز ترک گامزن پر تھا اپنی پوری سیاحت کوہستان کے دوران ہم نے کہیں ایسی سنگین دیواریں نہیں دیکھیں جیسی اس وادی کی حفاظت کرتی ہیں پتھر کی ایک ہی سل ہزاروں فٹ بلند بالکل عمودی اس کے اوپر جگہ جگہ نگران چوکیاں اور ان میں پہرہ دینے والے فضائی بندے کسی کے ہاتھ میں نیزہ کسی کے ہاتھ میں بندوق ان سے پرے گردن اٹھا کر جھانکتی ایک سفید چوٹی میں نے اس کی طرف کیمرہ اٹھایا تو اس نے سر نیچے کر لیا میں اس وادی کی قلعہ بندیوں کی تصویر کشی کرنے لگا تو کیمرے کی آنکھ تنگ پڑ گئی اس پر کمل کر دیکھنے کا چشمہ لگایا مگر فصیل کی بلندی پھر بھی پوری نہ سما سکی بڑھ کر

مغربی فصیل کے اوپر سے جھانکتی چوٹی کو دیکھا وہ پھر سے جھانک رہی تھی کیمرے کا بٹن دبایا تو میجر شمیم نے پوچھا کس امتحان میں ہو میں نے اس چوٹی کی طرف اشارہ کر دیا "ہم اسی طرف جانے والے ہیں فکر نہ کریں "مگر جو حسن تانک جھانک کے منظر میں تھا وہ صاف سامنے آ جانے میں کب ہو سکتا تھا۔

اس گاؤں کی کل آبادی پانچ سے چھ سو افراد پر مشتمل ہے۔ یہ اس راہ پر آخری گاؤں ہے اور اس سے آگے وہی "نام اللہ کا" والی صورت حال ہے جیپ نے رخ بدلا تو بزرگ اپنی زبان میں کچھ پکارنے لگا "یہ گانا گا رہا ہے" شیخ نے پوچھا مگر سواریوں میں کوئی بھی اس کی زبان سمجھتی تھی نہ گیت اس گاؤں کے بوڑھے بچے اور بھی چھوٹے سائز کے تھے بہت کم مردوں کے جسموں کے جملہ اجزا متناسب ملے۔ کسی کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی ہے۔ کسی کا ایک کندھا اونچا اور دوسرا نیچا ہے۔ کسی کی دونوں ٹانگوں میں فرق ہے میں نے میجر سے اس غیر معمولی عدم توازن کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ ناقص اور ناکافی خوراک کی وجہ سے ان علاقوں میں اکثر مرد جسمانی نقائص میں مبتلا ہیں بہت سے بچے ذہنی طور پر معذور ہوتے ہیں۔ پانی میں نمکیات کی کمی سے امراض عام ہیں قدرتی حسن عام اور انسانی حسن معدوم صدیوں کے غربت کے بوجھ نے ان لوگوں کو ذہنی اور جسمانی طور پر مفلوج کر دیا ہے۔ علاج معالجہ کی سہولتیں نہ ہونے سے امراض لازوال بن جاتے ہیں اب فوجی ڈاکٹر ان لوگوں کا مفت علاج کرتے ہیں فوجیوں کے کوٹہ سے سول آبادی کو ادویات جاری کی جاتی ہیں۔ سڑک اور فوج کی برکتوں سے سوچ اور صحت بہتر ہونے لگی ہیں مگر صدیوں کا بوجھ مہینوں اور سالوں میں ہلکا نہیں کیا جا سکتا۔

وادی سے چلے تو ڈرائیور سیٹ پر میجر خود آ گیا' دو سواریاں تین ڈرائیور' شرافت جو سکردو سے ہمارے ساتھ آیا تھا رفیق جو ان سڑکوں کا وسیع تجربہ اور مشاہدہ رکھتا تھا اور میجر جو اس روز ہمارا افسر مہمانداری تھا کھیتوں سے نکل کر ویرانے میں داخل ہوئے تو ہر طرف پتھر بکھرے ملے مختلف سائز اور مختلف شکلوں کے پتھروں کے درمیان میں مختلف قسم کی جھاڑیاں سر اٹھا کر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہی تھیں وادی کے دونوں طرف کی سنگین دیواروں میں فاصلہ آہستہ آہستہ کم ہونے لگا سڑک دونوں کے درمیان میں رہ کر پتھروں سے ٹکراتی ہوئی گزر رہی تھی۔ دائیں طرف کی دیوار کی ماہیت میں کوئی زیادہ فرق نہیں آیا البتہ بائیں طرف دریا کے ساتھ ساتھ دوڑنے والی دیوار کی برجیوں کے پیچھے سے جھانکنے والی چوٹیوں کی نظر بازی بڑھ گئی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وادی اور اس کی محافظ پہاڑیوں کے اوپر سے ایک برف پوش چوٹی دکھائی دی اس کے پہلوؤں میں بھی ایک ایک برف پوش چوٹی تھی یہ سرسبز وادی تین طرف سنگین فصیل اور سامنے کی فصیل کے اوپر کی تین برف پوش چوٹیاں شیخ کی حالت خراب ہونے لگی ہمیں مجبوراً جیپ روکنا پڑی "عشق نہیں صرف معاشقہ" کی پختگی دار تنگ اور ضمانت کے باوجود وہ معاشقہ کی حدود سے نکل گئے افسر مہمانداری خاموش رہا ہم نے ذرا زور دار کھنگورا مارا تو انہیں یاد آیا کہ وہ عشق سے مکمل پرہیز کا وعدہ کر کے نیچے اترے تھے وہ بھاگنے کی کوشش کرنے لگے تو رفیق نے انہیں یاد دلایا کہ یہ جلپور جناں نہیں جیپ چلی تو

دونوں دیواروں کی دوری اور بھی کم ہو گئی سڑک میدان سے اتر کر دریا کے کنارے چھونے لگی دائیں طرف کے پتھروں میں جنگلی گلاب کے پھول مہکنا شروع ہو گئے سامنے دونوں فصیلوں کے مقام اتصال پر ایک سفید پوش پہاڑ سر اٹھا رہا تھا اس کی پہلی جھلک ہمیں وادی میں داخلہ کے وقت ہی دکھائی دی تھی مگر اب وہ کھل کر سامنے آ رہا تھا اور شیخ کھل کر بے تاب ہونے لگے تھے میجر نے دریا کے دوسرے کنارے بلند پہاڑ کے دامن میں ایک ویرانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کسی قدیم بستی کے کھنڈرات ہیں شیخ کی بے تابی اور کھنڈرات کو دیکھ کر ایک بار پھر جیپ روک دی گئی اس جگہ دریا اور پہاڑ کے درمیان قابلِ آبادی فاصلہ تھا پہاڑ سے دریا تک پتھریلے مکانات کے کھنڈرات اور بنیادیں صاف دکھائی دے رہی تھیں کھنڈرات کے درمیان میں دریا کے کنارے تک ہر طرف بھاری پتھر بکھرے ہوئے تھے کھیتوں کی پتھریلی منڈیروں کے نشانات بھی دکھائی دے رہے تھے کسی قافلہ رفتہ کے قدموں کے یہ نشان پہاڑ کے عین نیچے سے دریا کے عین کنارے تک ثبت تھے یہ لوگ کون تھے؟ میجر نے مقامی روایات کے حوالے سے بتایا کہ مٹنے والے چین کی طرف سے آئے تھے۔ کب آئے تھے اور کتنا عرصہ بعد مٹ گئے مقامی روایات میں یہ اعداد و شمار نہیں ملتے ان کی کھیتیاں اور گھر برباد کیسے ہوئے؟ اس کا آسان جواب پہاڑوں کی ناراضگی ہے مگر اس ناراضگی کا پہاڑوں نے اظہار کیسے کیا؟ ان کی کھیتیوں کو سیراب کرنے والے چشمے لپیٹ لیے؟ ان پر برف کا سیلاب نازل کر دیا؟ یا پھر سب کو پتھر مار مار کر بھگا دیا؟ آہنی فصیل۔ بھرے پر کسی چشمہ کا کوئی داغ نہیں تھا مگر یہ گھر اور کھیت کہیں سے سیراب تو ہوتے ہوں گے۔ دریا کی سطح تنی نیچے ہے کہ پانی اوپر اٹھانا اور کھیتوں تک لے جانا ممکن نہیں پہاڑوں نے اہلِ بستی پر اتنے پتھر برسائے اتنے بڑے بڑے پتھر برسائے کہ بستی کھنڈر کھنڈر ہو گئی؟ برفیلی چوٹیوں کے سامنے اس طرح چٹانیں جن دیں کہ لہرتے کھیت ہمیشہ کیلئے خشک ہو گئے اس لوگوں کا طرزِ رہائش کیا تھا؟ تہذیب اور تاریخ کیا تھی؟ کوئی بتانے والا بھی نہ بچا اہلِ تاریخ و تہذیب کو علم تک نہیں کہ اس راہ سے بھی کبھی کوئی قافلۂ تہذیب گزرا تھا۔ نہیں تو خود ان راہوں اور منزلوں کا علم نہیں ان راہوں سے گزرنے والے قافلوں کا علم کیسے ہو گا؟ دریا کی ایک ہموار سطح پر اس بستی والوں کیلئے پل کا خیال کافی مثبت تھا میجر اچھے افسر کے ساتھ ساتھ ایک اچھا ماہر آثار بھی تھا۔

سڑک ایک دفعہ پھر دریا سے دور اور پہاڑ سے قریب ہونے لگی دریائی نشیب سے میدانی فراز پر اٹھ آئی پہاڑوں کا درمیانی فاصلہ مزید سمٹنے لگا میں سوچنے لگا یہ وادیاں اور تنگیاں کیسے بنی ہوں گی؟ ایک سلسلہ کوہ نے دھرتی پر قدم جمائے اور دوسرے کو کندھا مار کر ذرا ہٹ کر کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا دونوں کے قدموں کا درمیانی فاصلہ ندی نالوں کے حصہ میں آیا ندی نالوں اور پہاڑوں کے گھوم جانے سے کسی موڑ پر تھوڑی سی گنجائش پیدا ہو گئی تو حضرتِ انسان وہاں۔ آن بسا پہاڑوں کو اس کی حالت پر رحم آ گیا تو اس کی طرف چشمہ رواں کر دیا اس کی عادات پسند نہ آئیں تو پتھر مار مار کر نابود کر دیا خدا تعالیٰ کے حضور صف بستہ یہ سلسلے اگر وہابی ہوتے ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہوتے تو اتنی جگہ بھی نہ بچتی کہ ان کا

پسینہ بہہ جائے ایک دوسرے کو کندھا مارنا قانونِ فطرت ہے؟ اصولِ زیست ہے؟ ان علاقوں میں تو ایسا ہی دکھائی دیتا ہے۔

سڑک کے کنارے پر پتھر کی فصیل سے بہت دور ایک بہت ہی بڑا پتھر ایک ٹانگ پر کھڑا اٹھا رد گرد چٹیل میدان اور درمیان میں ایک پہاڑ سائز کا پتھر یہ کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ ہم اس کے زیرِ سایہ رک گئے شیخ بلا اجازت جیپ سے کود گئے پانی میں ایک ٹانگ پر آنکھیں بند کر کے کھڑا بگلا بھگت اور میدان میں آنکھیں بند کر کے ایک ٹانگ پر جما پتھر بھگت کیا یہ بھی کسی مچھلی کا منتظر ہے؟ شیخ یہ سوچے بغیر ماحول کشی میں مصروف تھے ہم نے اس بلا اجازت اس عشق و مستی پر اظہار افسوس کیا تو وہ دبک کر بیٹھ گئے بائیں فصیل کے پیچھے سے جھانکنے والے برف پوش پہاڑوں کی آمد و رفت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

"میں نے اب بالکل نہیں بولنا" شیخ نے ایک حسین موڑ پر بلند آواز میں کہا۔

میں نے مڑ کر دیکھا پتھروں کے سحر کے اثر سے انکی آنکھیں پتھرا گئی تھیں میں انہیں ٹھیک ٹھاک ان کے گھر والوں کے سپرد کرنا چاہتا تھا میجر سے درخواست کی کہ ان کی نظر کی سلامتی کیلئے ذرا بریک لگائیں وہ پتھر بنے بیٹھے رہے۔

"بس صرف معاشقہ

"اچھا؟" وہ ہوش میں آ گئے اور مدہوش جوانوں کی مانند سر ہلانے لگے

"آپ ہی تو کہتے تھے کہ اس علاقہ کا چپہ چپہ قابلِ تصویر ہے" انہوں نے نصف درجن تصاویر بنانے کے بعد یاد دلایا۔

"لیکن اگر ہر چپہ کی تصویر بنانے لگ گئے تو اکیسویں صدی میں ہی سیاچن پہنچ سکیں گے" میں نے حسنِ طلب کا وار بچانے کیلئے جواب دیا میجر نے ایک مقام پر گاڑی روکی اور میدانی نظام پر ہدایت کی کہ اگلی کسی منزل پر کھڑی گاڑی کو روانہ ہونے کی اجازت نہ دی جائے اس وقت ہمیں اس حکم کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھوڑا آگے چلے تو دونوں طرف کی آسمان کو چھوتی پہاڑی فصیلوں کے درمیان صرف دریا ہی حائل رہ گیا جیپیں گزارنے کیلئے فوج والوں نے ایک طرف کی فصیل کی کمر میں کھردری رسی باندھ رکھی تھی اس رسی پر ایک گیئر کی بھی سہولت حاصل نہیں تھی صرف آگے جا سکتے تھے سڑک پر پھولوں کی مانند بکھرے چھوٹے موٹے پتھروں پر سے کہیں ایک دفعہ بھی پھسل نہیں سکتے تھے نیچے بہت دور دریا منہ کھولے بہہ رہا تھا ابھی جیپ پہلے گیئر میں ستر اسی درجہ کے زاویہ پر اوپر جا رہی ہے اور بلندی سے فوراً ہی ساٹھ درجہ پر نیچے کا سفر شروع ہو جاتا ہے پچھلے پہیے بلندی پر پوری طرح آتے بھی نہیں کہ اگلے مکمل طور پر پستی کی طرف رواں ہو جاتے جیپ اس طرح اوپر اٹھی ہوتی کہ ڈرائیور کو سامنے موجود ہونے والا نشیب دکھائی ہی نہیں دیتا تھا سب ہی خاموش تھے سب ہی دل میں کلمہ پڑھ رہے تھے کیا معلوم یہ سفر کس وقت زندگی کا آخری سفر ثابت ہو جائے جیپ چلنے کی بجائے رینگ رہی تھی۔ میجر شمیم انسان کی بجائے روبوٹ معلوم ہوتے تھے پھر ایک ایسا موڑ

آ گیا جہاں ان کی بھی سانس پھول گئی سیدھی چلتی سڑک دائیں گھوم کر نشیب میں اتر گئی انتہائے نشیب سے فوراً ہی بائیں مڑ کر سیدھی اوپر کو اٹھنے لگی دونوں ڈھلوانوں اور نشیب پر سے پھسلتا ہوا گلیشیر دریا کی طرف رواں دواں تھا نرم سرد برف پر پھیلائے پتھروں پر جیپ آگے بڑھنے کیلئے زور لگاتی تو پتھر اسی رفتار سے پیچھے اور نیچے پھسلنا شروع ہو جاتے بریک لگاتے تو جیپ برف میں دھنسنے لگتی تین ڈرائیور ایک جیپ اور دو سواریاں سب کا برا حال ہو رہا تھا دو ڈرائیوروں نے جیپ سے کود کر گلیشیر پر پوزیشنیں سنبھال لیں ایک نے آگے دوسرے نے پیچھے ہم بلندی پر پہنچ کر دعا کرنے لگے وہ پتھر اٹھا اٹھا کر جیپ کے قدموں کے نیچے رکھنے لگے ٹائر دو چار دفعہ آگے کی طرف گھومتا اور چار چھ الٹے چکر گھومتا جاتا مگر الٹا گھومنے کی بھی زیادہ گنجائش نہیں تھی پیچھے گلیشیر کی بلندی نیچے اس کی گزرگاہ کی پستی خدا خدا کر کے اس گلیشیر مقابلے میں سرخرو ہوئے تو سب کے طوطے اڑ رہے تھے ڈرائیوروں نے داخل جیپ کی دعوت دی تو شیخ حیرانی سے میری طرف دیکھنے لگے جیسے پوچھ رہے ہوں "کافی نہیں ہو گئی؟" ہو تو واقعی کافی گئی تھی مگر اب کیا بھی کیا جا سکتا تھا آگے آگ پیچھے پانی والی صورتحال تھی۔

دوسری طرف شفاف ہیروں سے مزین تاج اور زرق برق لباس میں ملبوس چوٹیوں کا جلوس ساتھ چلنا شروع ہو گیا "میں نے تو اپنی آنکھوں پر پٹیاں باندھ لی ہیں" شیخ مجبوراً بول پڑے یہ بڑی دہشت ناک اطلاع تھی مگر ہم سب ہی مجبور تھے جیپ روکنے کی کوئی جگہ ہی نہیں تھی وہ آنکھوں پر پٹیوں کی اطلاع دیکر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حسن فطرت کو آنکھوں کے شیشوں کے ذریعے دماغ کی سکرین پر محفوظ کرنے لگے میجر شمیم انسانی آواز اور حسن فطرت کی پکار سے کان اور آنکھیں بند کئے سڑک کے خم ناپتے جا رہے تھے سڑک کی اس نازک حالت کے باوجود میں خود ان سے بریک لگانے کی درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا سامنے ملکۂ کہسار اپنے گھٹر کی نقاب میں سے جھانک رہی تھی وہ جیپ کھڑی کرنے کی جگہ کی تلاش میں چلتے رہے ہم فطرت کی بے نیازی پر حیران ہوتے رہے پورے برصغیر کے مغل شہنشاہ کے تاج کیلئے ایک کوہ نور اور یہاں ہر چوٹی کے سر پر ہزاروں کوہ نور جیپ روک کر اس نے چاروں طرف دیکھنے کیلئے وقت نکالا اور اطلاع دی "یہ تو کچھ بھی نہیں اصل منظر تو آگے آئیں گے" اگر یہ کچھ بھی نہیں تھا تو اصل مناظر کیا ہوں گے یہ سوچ بچار کون کرے زندگی میں کون پھر آئے گا ہم جھولیاں بھرنے لگے میجر نے ایک بلند چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس سے پرے بہت بزرگ اور شاہزور قسم کے مارخور بستے ہیں کبھی کبھار وہ ٹہلتے ہوئے فصیل پر بھی آ جایا کرتے ہیں مگر ہم اتنے اہم نہیں تھے کہ قدیم اور عظیم مارخور ہمارا ابھی نوٹس لیتے فصیل کی طرف آ جاتے ان مارخوروں نے حضرت انسان کی زیارت کا پہلی دفعہ شرف ابھی حال ہی میں حاصل کیا تھا جنرل چنیز کی گلیشیر پیمائی کے بھی بہت بعد ان مارخوروں نے اپنی قدیم سلطنت میں اس دو ٹانگوں والے بغیر سینگوں کے جانور کو دیکھ کر کیا محسوس کیا ہو گا؟ میجر شمیم نے بتایا کہ وہ خاموش کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھتے رہتے ہیں۔

م نہیں بھی فوٹو گرافی کا شوق ہو گا"

فوٹو گرافر نے پہلی بار کان استعمال کرنے کی کوشش کی۔ "ان بلندیوں سے پیچھے روپہلی تاجوں والی چوٹیوں کے جنگل میں ان خوروں اور جوڑوں کے کتنے تاج محل ہوں گے؟"

کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کائنات کے وجود میں آنے سے اب تک کسی انسان کو ان کی سلطنت میں قدم رکھنے کی سعادت نصیب نہیں ہو سکی انسان نے ان علاقوں میں مارخور کے تحفظ کا قانون تھوڑا عرصہ ہی پہلے نافذ کیا تھا۔ فطرت نے کائنات کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کا اہتمام کر دیا تھا ان مارخوروں کو اس انسانی قانون کی ضرورت ہی نہیں وہ فصیل کی بلندی سے انسان اور اس کے قانون پر سینگ ہلاتے رہتے ہیں قانون فطرت کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کر کے چپکے سے برف کا لحاف اوڑھ کر ہمیشہ کی نیند سو جاتے ہیں۔

سڑک کی سامنے کی صورتحال دیکھ کر شیخ نے فیصلہ سنایا کہ باقی سفر وہ پیدل چل کر طے کرنا پسند کریں گے میجر شمیم نے انہیں بتایا کہ منزل سامنے ہے مگر راستہ طویل تو وہ دل اور کیمرہ تھام کر پھر سے ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئے۔ ایک جگہ سڑک کے کنارے ذرا کھلی جگہ آئی جس کے تین طرف نصف دائرہ کی صورت میں کئی ہزار فٹ پتھر کی عمودی دیوار کھڑی تھی پتھر سے سڑک تک بھاری پتھر پھیلے تھے ان کے درمیان میں آگ بجھی ہوئی اِدھر ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر دیکھ کر ہم نے میجر سے اس مقام کی تعریف پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ سیاچن کا دفاع کرنے کے سفر پر رواں اولیں دستہ نے اولیں دنوں میں اس جگہ کیمپ لگایا مگر پہاڑ کو آمادہ سنگباری دیکھ کر وہ یہ جگہ خالی کر گئے اس کے باوجود پہاڑ نے اوپر سے اتنے زیادہ اور اتنے بڑے بڑے پتھر برسائے کہ اب وہاں کوئی کیمپ جمانا بھی چاہے تو نہیں جما سکتا ہم نے ایڑی سے چوٹی تک اس دیوار کی تصویر بنانے کی کوشش کی مگر شیخ کے مبلغ ڈیڑھ لاکھ روپے قیمت کے کیمرے کی آنکھ بھی تنگ نکلی اونچے پہاڑ کے دل کی مانند اونچے کیمرے کی آنکھ بھی انسانی خواہش کے جواب میں تنگ پڑ گئی وہ چوٹی جو ہم سفر کے دوسرے مرحلے سے ہر دوسرے موڑ پر سامنے محسوس کر رہے تھے اب ہمارے ساتھ ساتھ چلنے لگی اور فوٹو گرافر میجر کے وعدۂ فردا پر آنکھوں پر پٹیاں باندھتے کھولتے رہے ڈزنی لینڈ کی جادو کی ریل کی پٹڑی کی مانند پتھریلی سڑک کے بل کم ہوئے تو ہم ایک اور چھوٹے سے میدان میں پہنچ گئے اس کے گرد بھی اتنی ہی بلند فصیل تھی مگر اس کے پاس اپنی خلوت و جلوت کا تقدس پامال کرنے والے بندوں کو مارنے کیلئے کوئی پتھر نہیں تھا نیچے سے اوپر تک ایک ہی سل آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ان خدا کے بندوں کی خدا تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی۔

ذرا رک کر آگے چلنے کی اس منزل کے مسافروں نے تازہ انسان دیکھے تو انکی خوشی اور حیرانی ہر ہر حرکت سے ٹپکنے لگی انہوں نے اپنے سنور سے از جل کے پیکٹ نکال نکال کر نثار کرنا شروع کر دیا مگر ہماری نسبت سے ہماری آنکھیں شدت پیاس سے زیادہ بے حال ہو رہی تھیں ہم جو دیکھ آئے تھے کبھی سنا

تک نہ تھا جو ادرگرد دیکھ رہے تھے بھی تصور اور تخیل کے پردے پر اس کی جھلک نہ دیکھی تھی ہم دریا کی تہ میں پوشیدہ ملکۂ کہسار کے گہرے سیاہ قدموں کے پاس کھڑے تھے جس کے چہرے کی چمک کے سامنے سورج کی کرن ماند پڑ جاتی اس کے پاؤں کی سیاہی کو چھونے والا پانی بھی سیاہ ہو گیا تھا۔

پہاڑ کی بلندی سے برف پھسلتی ہوئی انتہائے پستی کے سفر میں اگر مٹی سے چھو کر گزرے تو مٹی اور برف آپس میں مکمل مل جاتی ہیں۔ صدیوں کے سفید برف اور بے رنگ مٹی کے ملاپ کے نتیجے میں جو سیاہ چیز وجود میں آتی ہے اسے مورین کہتے ہیں برف اور مٹی کا بنا پتھر صدیوں سے تہ در تہ پہاڑ کے نشیب میں جمتے رہنے سے بعض مقامات پر اس کا اپنا سائز پہاڑی ہو جاتا ہے اوپر کے وزن سے اس سیاہ پہاڑ میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اس کی تہ میں غار بن جاتے ہیں جن میں کسی سے پانی نکل رہا ہوتا ہے اور کسی میں پانی داخل ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے مورین کے اپنے وجود کے کسی غار میں اس کا کوئی حصہ ٹوٹ کر گرتا تو اس کی تہ سے اس کی وصولی کا مکمل نغمہ میں پہنچتے پہنچتے نہایت مترنم ہو جاتا نیچے دریا اس میں دھنسی ہوئی مورین کی سیاہ بنیاد اس کے اوپر اٹھا ہوا پہاڑ جس کے سیاہ جسم پر برف کا کفن نما لبادہ جس میں بلندی پر سبز رنگ کے پیوند دکھائی دیتے ہیں اور اس سے اوپر سورج کو شرمسار کرتا گلیشیر جس کی چوٹی دھند میں چھپی ہوئی تھی آسمان کی طرف پھیلتی کہر کی باریک اوڑھنی تانے کسی مقام پر کہریں معدوم ہوتی ہوئی میجر شمیم نے بتایا کہ اگر سورج بھی جلال میں آ جائے اور اس کے جلال کی تپش سے کہر کی نقاب اٹھنے لگے تو گلیشیر کی چوٹی کا حسن و جمال ناقابل برداشت ہو جاتا ہے ہمارے لئے پردوں میں چھپا حسن ہی وبال جان بن رہا تھا اس لئے۔ ہم نے سورج سے جلال میں آنے کی درخواست کی نہ اس نے ہماری خاطر جلال دکھانے کی ضرورت محسوس کی۔ ہم چوٹی پر تنتے بادلوں سے پرے دیوتاؤں کا رقص دیکھنے میں محو ہو گئے۔ "میں نے اپنی روح کو ایک گیت میں سمو دیا اور یہ گیت آدم زادوں کو سنایا" انہوں نے سنا اور ہنس دیئے میں نے اپنا بربط اٹھایا اور ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھا اور اپنا وہی گیت جسے آدم زاد نہیں سمجھ سکے تھے دیوتاؤں کو سنانا شروع کیا۔

آفتاب مغربی پہاڑوں کے پیچھے منہ چھپا رہا تھا آسمان پر برخ برخ سرخ بادل تیر رہے تھے اور ان پر دیوتا میرے گیت کی لے پر رقص کر رہے تھے"۔

ملکۂ کہسار کے گرد بلند و بالا سیاہ حبشی اس کی حفاظت کیلئے متعین کر دیئے ہیں ان حبشیوں نے بھی اپنے اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق شفاف ہیروں سے مزین عبائیں پہن رکھی تھیں ان کے جھرمٹ میں بھی دور تک ملکہ کی شفاف پوش کنیزیں اور خادمائیں سر اٹھائے اور چہرے چھپائے کھڑی تھیں۔

جب پہاڑوں پر آسمانوں سے برف نازل ہوتی ہے تو وہ اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس کو محفوظ کرتے رہتے ہیں پہاڑ جو فضول خرچ ہوتے ہیں وہ اپنے مقدر کی ساری برف ساتھ ساتھ ہی خرچ کرتے رہتے ہیں ان فضول خرچ پہاڑوں اور ان کی لمبی ڈھلوانوں پر جو برف کے قدم نہیں جمنے دیتیں برف کے ساتھ آنے

والی مٹی رفتہ رفتہ جمع ہوتی رہتی ہے شدید برف کے وقت ایسے ہی پہاڑوں اور ڈھلانوں پر سے پھسلنے والی برف طوفان بن کر برستی ہے گلیشیر کے جسم کی سیاہی اور سفیدی کے درمیان بلندی پر سبز پیوند دوہی اسکی ڈھلوان پر جمنے والی مٹی تھی۔

ایک منظر جو اس میدان میں داخل ہونے کے بعد ہم پر منکشف ہوا وہ پتھر کے نیزے چن چن کر کھڑی کی گئی وہ ہزاروں فٹ بلند فصیل تھی جو ملکۂ کہسار کے بائیں طرف دریا کے ساتھ ساتھ بنادی تھی یہ نیزے کہیں اکہری لائن میں تھے کہیں دوہری لائن میں اور کہیں ان کے جتھے باندھ کر چن دیئے تھے پیالہ کے اس موڑ پر ایک ہی مقام پر اتنا کچھ جمع ہو گیا تھا کہ شیخ میزبانوں کی چائے اور ہماری موجودگی سب کچھ بھول گئے اپنے تمام تر کمالِ فن کے باجود انسان ابھی تک ایسا کیمرہ نہیں بنا سکا جو حسنِ فطرت کے ان مناظر کی اس کی تمام وسعتوں اور جہتوں کے ساتھ تصویر بنا سکے۔ انسانوں کے روزمرہ بین دین کی زبانوں کی کسی لغت میں ایسے الفاظ نہیں ملتے جن سے فطرت کی اس فیاضی کی تصویر کشی کی جا سکے انسان کے تخیل اور تبادلہ کے الفاظ کی اس معذوری کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہو کہ انسان نے ان مناظر اور مقامات سے کبھی تبادلۂ تخیل و تصور بھی نہیں کیا" یہ ہزار جلوے ادھر ادھر میری آنکھ دیکھے کدھر کدھر"

ہم پتھروں پر بیٹھ کر بلتی باورچی کے تیار کردہ تازہ تازہ چپس اور میٹھے پکوڑے کھا رہے تھے تو ایک ڈرائیور حیرانی سے دیکھ رہا تھا آلو کچے تھے چپس جلے ہوئے تھے پکوڑوں سے تیل ٹپک رہا تھا لیکن خلوص اور چاہت کی مہک سے پورا ماحول سرشار ہو گیا تھا باورچی سے افسر تک ایسے خوش تھے جیسے سارا گلیشیر فتح کر لیا ہو وہ منظر، شتابیہ اور میزبانوں کی ڈھیروں خوشی نہ کبھی ملی نہ زندگی بھر مل سکے گی۔

میجر شمیم انتظامات کا جائزہ لینے میں معروف ہو گئے شیخ ایک بار پھر عشق بتاں میں جت گئے میں مورین کے رخنوں کی گہرائی ناپنے لگا۔

"اگر چلتے چلتے راہ میں زخمی مورین آ جائے تو آپ کیا کرتے ہیں؟"

"زخم در مورین کی صورتحال پر منحصر ہے" میجر نے جواب دیا "یہاں سے کچھ آگے زخم سو ڈیڑھ سو فٹ چوڑا ہے اس کی گہرائی اتھاہ ہے ہزاروں فٹ سے بھی بڑھ کر لاکھوں فٹ بتائی جاتی ہے اس زخم کو ایک طرف چھوڑ کر پاس سے گزر جانے کی بھی کوئی صورت نہیں مجبوراً اس کے اوپر سے گزر کر آگے جاتے ہیں"

"پل بنایا ہے کیا اس پر؟"

"پل نہیں پل صراط"

"وہی جیسا دا میں آیا تھا"

"ہمارے پل کے مقابلہ میں تو یہ عکس کا پل ہے"

ہمیں پل صراط دیکھنے کا اشتیاق تھا مگر ہمارا پل صراط وہیں سے شروع ہو گیا تھا گلیشیر کے سینے پر

سیڑھیاں باندھ باندھ کر بنایا گیا پل صراط اس سے بھی آگے تھا اور ہمارے پاس اس پل صراط سے سلامت گزر جانے کے لئے بھی نیکیاں کافی نہیں تھیں ہمیں تو اگر یہ علم ہوتا کہ سیالا کی سڑک اس محاذ کی دوسرے نمبر کی مشکل ترین سڑک ہے تو ہم دور سے ہی گلیشیر کو پرنام کر کے لوٹ آتے صبح ہمیں یہی بتایا گیا تھا کہ "تھوڑی سی سڑک خراب ہے باقی بہت اچھی ہے" واپسی پر بتایا کہ یہ تو کٹھنائی میں دوسرے نمبر پر ہے مگر غلطی اور غلط فہمی میں ہم ان مراحل سے گزر گئے

بلتستان کا موہنجو داڑو

آباد گھروں کے پیچھے برباد گھروں کا ایک جنگل تھا پہاڑ کے دامن تک پھیلا ہوا تنگ پتھریلی گلیوں میں چلتے ہوئے میں نے ایک دیوار کے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو ہر طرف ویرانی تھی چھوٹی چھوٹی حویلیوں کے آثار دو دو کمروں کے ویران گھر چھتیں اور دروازے سب غائب پتھر کی دو چار فٹ بلند دیواریں اور موٹی بنیادیں مکانات کے آثار سے معدوم باسیوں کی مل جل کر رہنے کی عادت کے علاوہ یہ بھی اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے گھروں اور حویلیوں کے دروازے بہت چھوٹے ہوتے تھے اتنے چھوٹے کہ چھوٹے قد کاٹھ کے بلتی بھی جھک کر گھر میں داخل ہوتے ہوں گے ان کے مال مویشی بھی زیادہ موٹے تازے نہیں ہو سکتے تھے چھوٹے چھوٹے کمروں کے یہ بیت صرف انسانوں کے ہی نہیں ان کے حیوانوں کے بھی مسکن ہوا کرتے تھے موسم سرما میں جب برف نازل ہوتی ہے تو انسان اپنے حیوانوں کی محبت میں زیادہ گرمی محسوس کرتے ہیں اور ان علاقوں کے باسی گھروں اور کمروں میں حیوانوں کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں میں نے فوٹو گرافر کو دیوار سے پرے جھانکنے کا اشارہ کیا تو وہ چلا اٹھا "یہ تو دوسرا موہنجو داڑو ہے ذرا غور سے دیکھیں بالکل ویسا ہی ہے" ہم مزید غور سے دیکھنے کیلئے ان بے آباد گھروں اور حویلیوں میں اتر گئے محمد علی بھی ہمارے ساتھ تھا اور ان محروم گھروں کے قدیم باسیوں کی مجبوریاں بیان کرتا جا رہا تھا اس کے مطابق یہ سارا گاؤں قلعہ بند ہوتا تھا پیچھے پہاڑ آگے نصف دائرہ میں پتھروں کی دیوار۔ گاؤں میں داخلہ کے صرف دو دروازے تھے ایک مشرقی سمت میں اور دوسرا مغربی سمت میں سرِ شام لوگ گاؤں بند ہو جاتے تھے اور دونوں دروازے بند کر

دیئے جاتے تھے کیوں؟ "حملہ آوروں کے خوف سے" یہ حملہ آور کون تھے محمد علی بھی اچھی طرح نہیں جانتا تھا وہ حملے کیوں کرتے تھے اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا یہ کتنی پرانی بات ہے؟ وہ کچھ نہ بتا سکا پھر وہ سارے ہی اپنے گھر اور حویلیاں کیوں چھوڑ گئے؟ محمد علی کا خیال تھا کہ جب حملہ آوروں کا خطرہ نہ رہا تو لوگ ایک ایک دو دو کر کے نیچے کی طرف سرکنے لگے پہاڑ سے دوری اور دریا سے قربت اختیار کر لی مگر وہ ان کھنڈرات سے زیادہ دور نہیں گئے ان کے ساتھ ہی نئے مکانات بنا لئے ہیں ہم گلی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک گئے قلعہ بندی کے قدیم دروازوں کے نشانات بڑے صاف اور واضح تھے ہم تھنفس کی قدیم خانقاہ اور مزار دیکھنے آئے تھے نئی گلیوں سے پرانی گلیوں میں نکل آئے تو گزرے لوگوں کی یہ بستی اتفاقاً سامنے آن موجود ہوئی تھی دریائے وم سم کے کنارے تھنفس ایک بہت پرانی آبادی ہے پختہ سڑک آ جانے سے جس میں اب خوشحالی کے آثار بھی دکھائی دینے لگے ہیں موجودہ تھنفس کے اندر سے گزرتی سڑک پر چائے خانے اور شہری بابوؤں کی ضروریات کے "سٹور" بھی ملتے ہیں شہری طرز کے مکانات تعمیر ہونے لگے ہیں مگر سڑک سے ہٹ کر نیا تھنفس بھی پرانی طرز کا ہی ہو جاتا ہے جس طرح کی پرانی پتھر کی گلیوں اور پتھر کے چھوٹے چھوٹے گھروں والی آبادیاں ان پہاڑوں سے چمٹی ملتی ہیں اور اس پرانی طرز کے نئے تھنفس کے عقب میں بلتستان کا "موہنجو داڑو" بکھرا ہوا ہے لکڑی کی بنی صدیوں پرانی خانقاہ کھنڈرات اور جدید تھنفس کے سنگم پر ہے اس سے ملحق دو مزار ہیں میر عارف اور میر اسحاق کے مزار اپنے طرز تعمیر اور لکڑی کے کام کی وجہ سے یہ بہت منفرد مزار ہیں بنیاد سے چھت تک ہر چیز لکڑی کی صدیوں پرانے ان مزارات کا انجر پنجر بکھرتا جا رہا ہے پرانی دیواروں کو لکڑی کے نئے پیوند لگا کر سہارا دینے کی کامیاب کوششوں کے باوجود ان کا مستقبل کوئی زیادہ درخشاں دکھائی نہیں دیتا لکڑی پر بیل بوٹے بنانے کا کام بہت عمدہ ہے پوری عمارت پر مختلف حصوں میں مختلف انداز کے بیل بوٹے بنے ہیں مختلف حصوں کی لکڑی کی جالیوں کے ڈیزائن بھی مختلف ہیں چھتیں زیادہ اونچی نہیں چھتیں دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے کی طرف لکڑی کی جھالر بنا کر لگائی ہے ایک مزار کی چھت کے چار کونوں پر نیچے کی طرف لکڑی کے بنے لٹو لٹک رہے ہیں دیواروں کی سطح سے چھت اوپر کو اٹھتی ہوئی مرکز میں ایک تختہ پر جا کر مل جاتی ہے اس مقام اتصال پر لکڑی کا ہوادان بنا ہے ایک مزار پر شش پہلو ہر پہلو میں چھوٹی سی کھلی کھڑکی ہے ان چھ کھڑکیوں کے اوپر لکڑی کی چھت اوپر اٹھتی ہوئی جس مقام پر ملتی ہے وہاں چوکور بنیاد بنا کر اوپر چوکور بھی بنائی ہے جو اوپر باریک ہوتی جاتی ہے اس کے سرے پر تانبے کا کلس لگا ہے جس پر "اللہ محمد" کندہ ہے ایک مزار کی چھت پر کا یہ ہوادار ہشت پہلو ہے مگر ہر طرف سے بند ہے کلس اس کا بھی چوکور ہے جس میں چار طرف لکڑی سے بازو بنا کر ان پر لٹو لگا دیئے ہیں۔ یہ انداز تعمیر و تزئین شاید کہیں اور نہیں یہ تبتی فن تعمیر کا اثر ہے یا ترکستانی فن تعمیر کا؟ محمد علی کو بھی میری طرح کوئی علم نہیں تھا مزاروں کی دیواروں کے ساتھ رنگ رنگ کے کپڑے لٹک رہے تھے اندر قبر پر کپڑوں اور چادروں کی اتنی کثرت تھی کہ سن تعمیر دیکھنے کیلئے

محمد علی پوری قوت اور کوشش سے یہ سب اٹھا نہ سکا اس نے بتایا کہ گاؤں میں ایک آدمی ان بزرگوں اور مزارات کی تاریخ سے واقف ہے اس لئے اس کے علم سے فائدہ اٹھانے کا پُرزور مشورہ بھی دیا مگر اس روز بھی منزل ما بہت دور تھی۔ گاؤں کی پوری آبادی اڑھائی صد چولہے بتائی گئی ان میں کچھ شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ نور بخشی ہیں جو شیعہ اور سنی کے درمیان کی کوئی چیز ہیں مگر مزارات اور خانقاہ پر نہ علم تھا اور نہ ہی پنجہ کلس پر بھی "اللہ" اور "محمد" ہی لکھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نور بخشیوں اور شیعاؤں کے یہ دونوں مرشد سنی تھے اور ان کی وفات تک تھنفس والے ابھی شیعہ یا نور بخشی نہیں ہوئے تھے مزارات ایک وسیع قبرستان کے ایک کنارے پر ہیں خانقاہ کی دیوار سے ملحق قبرستان میں قبروں کی نشانیاں پتھر چن کر بنائی چھوٹی چھوٹی کیاریاں سی رہ گئی ہیں جیسے پھول لگانے کو بنائی ہوں ذرا بلند سطح کو اس قسم کے میدان کے ایک طرف پتھروں میں قطار در قطار بڑے بڑے سوراخ تھے جیسے سطح زمین سے نکلے ہوئے خانے میں زمین کی سطح کے اوپر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر روشندان بنا دیئے ہوں قریب جا کر دیکھا تو اوپر کی سطح پر بھی قبروں کی کیاریاں بنی تھیں میں نے محمد علی سے اپنا شبہ بیان کیا تو اس نے تصدیق کر دی کہ یہ روشندان زمانہ قدیم کی قبروں میں نکل آئے ہیں قبریں اتنی قدیم ہیں کہ جدید لوگوں میں سے شاید کوئی بھی ان کی ملکیت کا دعویدار نہیں ورنہ اپنے آبا کی آخری آرام گاہوں کے روشندان اس انداز میں کون کھلے چھوڑتا ہے۔

سڑک پر ایک نوٹس میں گاؤں کو نور بخشیوں اور شیعاؤں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ خانقاہ کی مرمت کیلئے دل کھول کر چندہ دیں جوتے اتار کر وسیع و عریض خانقاہ میں داخل ہوئے تو تعمیر و مرمت کا کام جاری تھا میں نے محمد علی سے پوچھا کہ اس عمارت کی قدیم تزئین اور انداز کو برقرار رکھنے کا بھی کوئی ارادہ ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک ایک جالی اور بالے کو جب الگ کرتے ہیں تو اس پر نمبر لگا دیتے ہیں تاکہ اسے واپس اسی جگہ پر لگایا جا سکے جہاں سے اتارا ہے جو جالی یا بالا استعمال کے قابل نہیں اس کی جگہ پُر کرنے کیلئے اسی انداز کی متبادل چیز بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے دور دراز کی اس قدیم خانقاہ کی تعمیر نو میں اس احتیاط سے اندازہ ہوا کہ تھنفس کے لوگ لاہور کے ماہرین آثار قدیمہ کی نسبت سے اپنے تاریخی اور فنی ورثہ سے زیادہ اُنس رکھتے ہیں خانقاہ کے بعد وہ گاؤں کے بچوں کے جلوس کی معیت میں "موہنجو داڑو" کے مشرقی کنارے ایک قدیم مسجد دکھانے لے گئے پہاڑ کی بلندی سے دریا کی طرف دوڑتے پُرشور نالے کے کنارے اس چھوٹی سی مسجد کے دروازے بہت ہی چھوٹے تھے بیرونی دروازہ ساڑھے چار فٹ اونچا اور اڑھائی فٹ چوڑا تھا اندر اور باہر سے مسجد کی قدامت کا پتہ تو چلتا تھا مگر اس کی اصل عمر کا اندازہ ناممکن تھا نالے پر لکڑی کا ایک پرانا پل ہے جس پر سے دو بچوں کو گزرتا دیکھ کر فوٹوگرافر مچل گئے "میں تو لکڑی کے پل پر چلتی بچوں کی تصویر بنائے بغیر نہیں جاؤں گا"

گاؤں اور موہنجو داڑو کے کھنڈرات کی سیاحت سے فارغ ہو کر سڑک پر واپس آئے تو گاؤں کے

دیئے جاتے تھے کیوں؟ "حملہ آوروں کے خوف سے" یہ حملہ آور کون تھے محمد علی بھی اچھی طرح نہیں جانتا تھا وہ حملے کیوں کرتے تھے اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا یہ کتنی پرانی بات ہے؟ وہ کچھ نہ بتا سکا پھر وہ سارے ہی اپنے گھر اور حویلیاں کیوں چھوڑ گئے؟ محمد علی کا خیال تھا کہ جب حملہ آوروں کا خطرہ نہ رہا تو لوگ ایک ایک دو دو کر کے نیچے کی طرف سرکنے لگے پہاڑ سے دوری اور دریا سے قربت اختیار کر لی مگر وہ ان کھنڈرات سے زیادہ دور نہیں گئے ان کے ساتھ ہی نئے مکانات بنالئے ہیں ہم گلی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک گئے قلعہ بندی کے قدیم دروازوں کے نشانات بڑے صاف اور واضح تھے ہم تھکنس کی قدیم خانقاہ اور مزار دیکھنے آئے تھے نئی گلیوں سے پرانی گلیوں میں نکل آئے تو گزرے وقتوں کی یہ بستی اتفاقاً سامنے آن موجود ہوئی تھی دریائے دم سم کے کنارے تھکنس ایک بہت پرانی آبادی ہے یہاں سڑک آجانے سے جس میں اب خوشحالی کے آثار بھی دکھائی دینے لگے ہیں موجودہ تھکنس کے اندر سے گزرتی سڑک پر چائے خانے اور شہری بابوؤں کی ضروریات کے "سٹور" بھی ملتے ہیں شہری طرز کے مکانات تعمیر ہونے لگے ہیں مگر سڑک سے ہٹ کر نیا تھکنس بھی پرانی طرز کا ہی ہو جاتا ہے جس طرح کی پرانی پتھر کی گلیوں اور پتھر کے چھوٹے چھوٹے گھروں والی آبادیاں ان پہاڑوں سے چمٹی ہیں اور اس پرانی طرز کے نئے تھکنس کے عقب میں بلتستان کا "موئن جودڑو" بکھرا ہوا ہے لکڑی کی بنی صدیوں پرانی خانقاہ کھنڈرات اور جدید تھکنس کے سنگم پر ہے اس سے ملحق دو مزار ہیں میر عارف اور میر اسحاق کے مزار اپنے طرز تعمیر اور لکڑی کے کام کی وجہ سے یہ بہت منفرد مزار ہیں بنیاد سے چھت تک ہر چیز لکڑی کی صدیوں پرانے ان مزارات کا انجر پنجر بکھرتا جا رہا ہے پرانی دیواروں کو لکڑی کے نئے پیوند لگا کر سہارا دینے کی کامیاب کوششوں کے باوجود ان کا مستقبل کچھ زیادہ درخشاں دکھائی نہیں دیتا لکڑی پر بیل بوٹے بنانے کا کام بہت عمدہ ہے پوری عمارت پر مختلف حصوں میں مختلف انداز کے بیل بوٹے بنے ہیں مختلف حصوں کی لکڑی کی جالیوں کے ڈیزائن بھی مختلف ہیں چھتیں زیادہ اونچی نہیں چھتیں دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے کی طرف لکڑی کی جھالر بنا کر لگائی ہے ایک مزار کی چھت کے چار کونوں پر نیچے کی طرف لکڑی کے بنے لٹو لٹک رہے ہیں دیواروں کی سطح سے چھت اوپر کو اٹھتی ہوئی مرکز میں ایک نکتے پر جا کر مل جاتی ہے اس مقام اتصال پر لکڑی کا ہوادان بنا ہے ایک مزار پر شش پہلو ہوادان ہے چھوٹی سی کھلی کھڑکی ہے ان چھ کھڑکیوں کے اوپر لکڑی کی چھت ویسے ہی اٹھتی ہوئی جس مقام پر ملتی ہے وہاں چوکور بنیاد بنا کر اوپر چوکور [illegible] بنا دی ہے جو اوپر باریک ہوتی جاتی ہے اس کے سر پر تانبے کا کلس لگا ہے جس پر "اللہ محمد" کندہ ہے ایک مزار کی چھت پر کام ہوا ہوا [illegible] ہے مگر ہر طرف سے بند ہے کلس اس کا بھی چوکور ہے جس کی چاروں طرف لکڑی کا [illegible] ہوا ہے یہ انداز تعمیر و تزئین شاید [illegible] نہیں یہ تبتی فن تعمیر کا ہے یا خالص بلتستانی فن تعمیر کا؟ محمد علی کو بھی میری طرح کوئی علم نہیں تھا مزاروں کی دیواروں کے ساتھ [illegible] قبریں [illegible] کی کثرت تھی [illegible] تعمیر دیکھنے کیلئے

محمد علی پوری قوت اور کوشش سے یہ سب [illegible] اس نے بتایا کہ گاؤں میں ایک آدمی ان بزرگوں اور مزارات کی تاریخ سے واقف ہے اس نے اس کے علم سے فائدہ اٹھانے کا پر زور مشورہ بھی دیا مگر اس دورہ میں [illegible] بہت دور تھی گاؤں کی پوری آبادی اڑھائی صد چولہے بتائی گئی ان میں آدھے شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ نور بخشی ہیں یا شیعہ اور سنی کے درمیان کی کوئی چیز ہیں مگر مزارات اور خانقاہ پر [illegible] کلس پر بھی "اللہ" اور "محمد" ہی لکھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نور بخشیوں اور شیعوں کے یہ دونوں مرشد سنی تھے اور ان کی وفات تک تھکنس والے ابھی شیعہ یا نور بخشی نہیں ہوئے تھے مزارات ایک وسیع قبرستان کے ایک کنارے پر ہیں خانقاہ کی دیوار سے ملحق قبرستان میں قبروں کی نشانیاں پتھر چن کر بنائی چھوٹی چھوٹی کیاریاں سی رہ گئی ہیں جیسے پھول لگانے کو بنائی ہوں [illegible] اس قسم کے میدان کے ایک طرف پتھروں میں قطار در قطار بڑے بڑے سوراخ تھے جیسے سطح زمین سے لگے ہوئے تہہ خانے میں زمین کی سطح کے اوپر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر روشندان بنائے ہوں قریب جا کر دیکھا تو اوپر کی سطح پر بھی قبروں کی کیاریاں ہی تھیں میں نے محمد علی سے اپنا شبہ بیان کیا تو اس نے تصدیق کر دی کہ یہ روشندان زمانہ قدیم کی قبروں میں نکل آئے ہیں قبریں اتنی قدیم ہیں کہ جدید لوگوں میں سے شاید کوئی بھی ان کی ملکیت کا دعویدار نہیں ورنہ اپنے آبا کی آخری آرام گاہوں کے روشندان ایسے کون کھلے چھوڑتا ہے۔

سڑک پر ایک نوٹس میں گاؤں کے نور بخشیوں اور شیعوں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ خانقاہ کی مرمت کیلئے دل کھول کر چندہ دیں جوتے اتار کر وسیع و عریض خانقاہ میں داخل ہوئے تو تعمیر و مرمت کا کام جاری تھا میں نے محمد علی سے پوچھا کہ اس عمارت کی قدیم حیثیت اور انداز کو برقرار رکھنے کا بھی کوئی ارادہ ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک ایک جالی اور بوٹے کو جب الگ کرتے ہیں تو اس پر نمبر لگا دیتے ہیں تاکہ بعد میں واپس اسی جگہ پر لگایا جا سکے جہاں سے اتار رہے ہیں جو جالی یا لکڑی استعمال کے قابل نہیں اس کی جگہ پر کرنے کیلئے اسی انداز کی متبادل چیز بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے دور دراز کی اس قدیم خانقاہ کی تعمیر نو میں اس احتیاط سے اندازہ ہوتا ہے کہ تھکنس کے لوگ لاہور کے ماہرین آثار قدیمہ کی نسبت سے اپنے آثار کی اور تاریخ کی زیادہ حس رکھتے ہیں خانقاہ کے بعد وہ گاؤں کے بچوں کے جلوس کی معیت میں "موئن جودڑو" کے مشرقی کنارے ایک قدیم مسجد دکھانے لے گئے پہاڑ کی بلندی سے دریا کی طرف دوڑتے پر شور نالے کے کنارے اس چھوٹی سی مسجد کے دروازے بہت ہی چھوٹے تھے بیرونی دروازہ ساڑھے چار فٹ اونچا اور اڑھائی فٹ چوڑا تھا اندر اور باہر سے مسجد کی قدامت کا پتہ تو چلتا تھا مگر اس کی اصل عمر کا اندازہ ناممکن تھا لے پالک [illegible] پرانا لگتا تھا جس پر سے بہت [illegible] کو دیکھ کر [illegible] "میں تو لکڑی کے پل پر بیٹھی بچوں کی تصویر بنائے بغیر نہیں جاؤں گا"

گاؤں اور موئن جودڑو کے کھنڈرات کی سیاحت سے فارغ ہو کر سڑک پر واپس آئے تو گاڑی ن [illegible]

بچوں کے علاوہ بوڑھے بھی جمع ہو چکے تھے اور کپتاناں دی جوڑی سے مذاکرات میں سرکھپا رہے تھے ہمیں واپس آماد دیکھ کر ڈپٹی کمانڈر نے یہ نئی جوڑی ہمارے ساتھ کر دی تھی ان میں سے ایک کی ڈیوٹی بہاولپور میں تھی اور دوسرے کی راولپنڈی میں مگر وہ دونوں چھٹیاں لیکر سیاچن کی اگلی پوسٹوں پر اپنے دوستوں کے ساتھ پکنک منانے گئے تھے اور اب واپس آ رہے تھے محمد علی اور گاؤں کے بوڑھے ہمیں چائے پلانے پر بضد تھے اور بچے خاموش نعرے لگا لگا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے محمد علی اور ساتھی اپنی پوری پوری کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح جلوس منتشر ہو جائے ایک دو دفعہ انہوں نے ہلکی پھلکی خشت باری بھی کی مگر منتشر ہونے کے فوراً بعد وہ پھر سے جلوس بنا لیتے تھے میں نے محمد علی سے کہا کہ آپ سے باقی تبادلہ معلومات آپ کی لاہور واپسی پر ہو گا اب آپ ہمیں ان بچوں سے مذاکرات کی اجازت عنایت فرما دیں آپ تو ایئر فورس کے طیاروں کے نٹ بولٹ دیکھتے ہیں ممکن ہے ان میں کوئی طیارے بنانے اور اڑانے والا بھی نکل آئے مگر زبان کی مشکل کی بنا پر بچوں سے مذاکرات مکمل کر نہ ہو سکے اگلی آبادیوں کے بچوں کی نسبت ان کی صحت اور صفائی قدرے بہتر تھی آدھے بچوں کے پاؤں میں جوتے تھے آدھے ننگے پاؤں ہی آ گئے تھے تقریباً سب ہی سکول جاتے تھے میں نے کیمرہ اٹھایا تو وہ خوش ہو گئے پتھریلی دیوار کے ساتھ پتھر بن کر لگ گئے کپتان صاحبان ایک ریٹائرڈ بزرگ سے مذہبی بحث میں لگ گئے تھے بزرگ ذرا زیادہ زور شور میں تھے ہمیں بتایا گیا تھا کہ ان علاقوں کے لوگ بہت معصوم ہوتے ہیں مگر بحث کرنے والے بڑے میاں کوئی زیادہ معصوم نہیں تھے مذہبی جوش انسانوں سے معصومیت بھی چھین لیتا ہے میں نے کپتانوں کو اس محاذ سے پسپائی پر آمادہ کیا اور بچوں بوڑھوں کے نعروں اور تالیوں کے درمیان وہاں سے چل پڑے۔

دریائے دم سم اور شیوق ایک دوسرے میں مل کر بھی کافی دور تک الگ تھلگ بہتے ہیں دونوں آپس میں مکمل مل جانے سے پہلے ایک پہاڑی کو ٹکریں مارتے ہیں دریاؤں کے اس منفرد ملاپ اور ان کے پہاڑ گریہ کی وجہ سے چھ سات کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتے کرتے گھنٹہ سوا گھنٹہ صرف ہو جاتا ہے تیس پینتیس کلو میٹر پر کبھی ایک دریا کے کنارے اور کبھی دوسرے کے کناروں کے ساتھ ساتھ چلنا پڑتا ہے دریائے دم سم کے بہاؤ کے ساتھ چلتے چلتے دریائے شیوق کے بہاؤ کے الٹے رخ چڑھائی شروع ہو جاتی ہے اس طرف کو مڑے تو شیوق کے بہاؤ کے رخ پتھر چن کر دریا میں ایک مضبوط دیوار سی بنائی تھی ذرا آگے بڑھے تو اس طرح کی ایک اور دیوار دکھائی دی ان دیواروں اور کنارے پر کی آبادی کے درمیانی دریائی حصہ کو مزید دیواریں بنا کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا ان ٹکڑوں میں سے کسی میں دریا کا پانی بھرا تھا کسی میں درخت کھڑے تھے کسی کا حفاظتی بند توڑ کر پانی نے راستہ بنا لیا تھا درختوں کا کوئی جھنڈ کنارے سے دور پانی کے اندر آ گیا تھا کہیں کوئی مکان بھی دریا کے درمیان دکھائی دیتا تھا اس جگہ دونوں طرف کی پہاڑیوں میں ذرا فاصلہ دیکھ کر دریا کافی پھیل گیا ہے بہت سے کھیت اور درخت اس کے پھیلاؤ کی زد میں آ گئے ہیں پتھر کی بڑی دیواریں شاید لہروں کا رخ تبدیل کرنے کو بنائی گئی تھیں جن علاقوں میں زمین اتنی تھوڑی

اور اتنی کمیاب ہو وہاں لہروں کو اس سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی پھر وہاں تو دریا پہلے ہی کافی کھیل کھیل چکا تھا سڑک دریا سے قریب اور پہاڑ سے ہٹ کر چلنے لگی تھی شیخ صاحب کی اصطلاح میں ہم میدانی علاقہ میں داخل ہو گئے تھے سڑک کے نشیب اور پہاڑ کے فراز کے درمیان بھی پہاڑی تھا مگر وہ سید حاتن کر کھڑا نہیں تھا اس میدان سے آگے اس حصہ کا خطرناک ترین سفر شروع ہونے والا تھا مگر اگلی منزلوں کی مشکلوں اور سڑکوں کے سفر کے بعد شیخ نے یہ سفر پیدل چل کر طے کرنے کا اپنا اعلان واپس لے لیا تھا وہ منزل شوق کی اتنی مشکلیں دیکھ چکے تھے کہ یہ مشکل آسان ہو گئی تھی وہ کپتانوں سے بڑی خوشگوار گپ شپ میں مصروف تھے کہ اچانک دریا کی طرف سے ایک ژاک آن کر بیچ سڑک کے کھڑا ہو گیا جیپ کی نظروں میں نظریں ڈال کر تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر ٹہلتا ہوا بلندی کی طرف چلا گیا مجنوں کو ویرانے میں تنہا دیکھ کر شیخ خوشیاں اور غم سب کچھ بھول گئے انہیں خبردار کیا گیا کہ اگر یہ غصہ میں آ جائے تو بہت تیز دوڑتا ہے بڑا خطرناک ہوتا ہے شرافت نے پیشکش کی کہ وہ جیپ قریب ترین زاویہ پر کھڑی کر دیتا ہے وہ کھڑکی میں سے ژاک کا شکار کر لیں مگر شیخ کھلے میدان میں مقابلہ پر بضد تھے۔

ہم اسوقت تک سٹینڈ ٹو پوزیشن میں رہے جب تک وہ جیپ میں محفوظ نہیں ہو گئے ژاک آہستہ آہستہ بلندی کی طرف جا رہا تھا شیخ گردن گھما گھما کر اس کو دیکھ رہے تھے۔

"اس کے جسم پر یہ جو بال ہیں یہ اس کا گرم کمبل ہے" انہوں نے ژاک کو گھورتے ہوئے خبر نشر کر دی

"مگر کمبل تو ان سلا ہوتا ہے" ایک کپتان نے اعتراض کیا

"چلو آپ یہ کہہ لیں یہ اس کا گرم سویٹر ہے جو اللہ میاں نے اسے سردی سے بچانے کیلئے اسے پہنا رکھا ہے ورنہ تو یہ برف باری میں مر جائے گا قدرت کا اپنا نظام ہے" شیخ نے کمبل کا سویٹر بناتے ہوئے قدرت کے نظام کی وضاحت کر دی۔

ہم خطرناک پل سے قریب ہو رہے تھے پل سے آگے بلند پہاڑی کے پہلو سے سڑک کی تلوار لٹک رہی تھی جس کی دھار پر جیپ دوڑانے کے تصور سے ماہرین کانپ کانپ جاتے ہیں مگر ڈرائیور سے شیخ تک سب ہی ژاک کے لباس کی نفاست کی تعریف میں مصروف تھے اور کپتاناں دی جوڑی کسی نئی شرارت کے امکانات تلاش کر رہی تھی۔

تلوار کی دھار کے خاتمہ پر ذرا کھلی سڑک پر سے دائیں طرف دیکھا تو منظر بہت ہی قابل تصویر تھا عریض دریا کے دوسری طرف سرسبز وادی کا محافظ برہنہ پہاڑ اور اس سے پرے برف پوش چوٹیاں ہم پستی سے بلندی پر آئے تھے بلندی سے پستی اور اس کی محافظ بلندیوں کا نظارہ بہت دلکش تھا ذرا دوسری طرف گردن گھما کر دیکھا تو دو دریاؤں کے ملاپ اور پہاڑ گریہ سے ان کا سر پھوڑنا صاف دکھائی دیا میں نے جیپ رکوا دی شیخ نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہوا؟"

"ذرا باہر نکل کر تھوڑا سا معائنہ فرمالیں"۔ وہ خوش ہو گئے بن مانگے ملے تو کون خوش نہیں ہو گا اور وہاں تو بہت کچھ بکھا مل رہا تھا ڈرائیور کو چھوڑ سب ہی باہر آ گئے میں نے بھی کیمرہ آزمائی شروع کر دی اور پھر اس شدت سے سڑک پہ جیپوں نیچ قلابازی کھائی کہ کسی کو سمجھ ہی نہیں آیا کیا ہو گیا ہم ادھر کیمرہ ادھر پڑے ہوئے ایک کپتان نے بھاگ کر اٹھایا دوسرا کیمرے کی طرف بھاگا شیخ ادھر ادھر بھاگنے لگے سب نے مل جل کر گرد و غبار صاف کیا تو پتہ چلا کافی خیریت گزر گئی ہے دائیں ہاتھ اور بائیں گھٹنے کے علاوہ کہیں زخم نہیں آیا کپڑے پھٹ تو گئے ہیں مگر فوری تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں کیمرے کی آنکھ سے منظر کو دیکھتے دیکھتے پیچھے مڑا تو ایک بھاری پتھر نے سامنے آ کر ہلکی سی ٹھبی لگائی اور میں اس کے اوپر سے اچھل کر پتھریلی سڑک پر گھٹنوں کے بل جا گرا خیلو تک سڑک کا حصہ بھی بہت خراب تھا مگر شیخ سب کچھ بھول گئے تھے خون میرا بہہ رہا تھا اور دسے چہرہ ان کا زرد ہو رہا تھا میں خون کو بھول کر انہیں تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا وہ اپنے رومال آفٹر شیو لوشن میں بھگو بھگو کر میرے زخموں پر رکھ رہے تھے اسی باہمی علاج معالجہ میں خپلو پہنچ گئے۔

خپلو ایک شہر بھی ہے اور ایک وادی بھی ایک قدیم راجہ کا دارالحکومت بھی ہے اور جدید ضلع کا ہیڈ کوارٹر بھی دریائے شیوق میں پاؤں لٹکا کر پہاڑی کی ڈھلوان پر بیٹھے خپلو شہر کی اس روز تک آبادی ساڑھے دس ہزار تھی دریائے شیوق کے دونوں طرف اس وادی کی مجموعی آبادی آج سے نو سال پہلے کی مردم شماری کے مطابق ستر ہزار افراد تھی ان نو سالوں میں اس وادی کی خوشحالی میں بہت اضافہ ہوا ہے آبادی میں بھی یقیناً اضافہ ہوا ہو گا مگر کتنا اس بارے میں تازہ اعداد و شمار نہیں اکٹھے کئے گئے۔ خپلو کی ریاست در ریاست کی حدود دریائے شیوق پر سر سوسے کرک تک اور دریائے دیم۔ ہم کے کنارے کنارے ششکس تک پھیلی ہوتی تھیں ہم اس وادی کا طول و عرض دیکھ چکے تھے مگر خپلو نہیں دیکھا تھا ریاست کا ناک نقشہ سمجھ گئے تھے اس کے موجودہ مالکِ تخت و تاج سے شرف ملاقات حاصل نہیں ہو سکا تھا اس کا جغرافیہ گھوم پھر آئے تھے اس کی تاریخ کھوجنا باقی تھا ان مقاصد پاکیزہ کی خاطر ہم نے اس روز کے پروگرام میں کافی گنجائش رکھی تھی اس حادثہ کو دیکھ کر شیخ گنجائش لپیٹنے پر تیار بیٹھے تھے مجھے انہیں مائل بہ کرم کرنے پر کافی محنت کرنا پڑی۔

خپلو پہنچنے کا ہمارا وعدہ ایک روز پرانا ہو چکا تھا دفتری اوقات ختم ہونے والے تھے ہم نے خان امان اللہ خاں کو شرف میزبانی بخشنے کی بجائے سرِ سڑک ہوٹل کے مالک کو دوپہر کے کھانے کی زحمت دینے کا فیصلہ کیا اس نے کچن سے باہر آ کر سب کا استقبال کیا عظمت شیخ نے کچن میں داخل ہو کر اس کا جوابی شکریہ ادا کیا اس بہانے وہ اس کے برتن اور پتیلیاں دیگچے بھی دیکھ آئے اور اس کے صحت اور صفائی کے معیار سے کافی حد تک مطمئن تھے ڈائننگ ہال کے سامنے سے چشمے کا ٹھنڈا شفاف پانی بہہ بہہ کر دریائے شیوق کے گدلے پانی سے گلے مل رہا تھا ٹھنڈا یخ پانی زخم دھونے اور خون روکنے کیلئے بڑا مفید بتایا گیا شیخ فوری طور پر

ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرنے پر زور دیتے رہے اور میں زخم دھو کر فارغ ہو گیا کھڑکی کے پاس آ کر بیٹھے تو شیخ نے شیوق کی طرف دیکھ کر پوچھا "یہ کیا؟" "شیوق" ہم نے جواب دیا

"آج تو یہ سڑک سے کافی پرے ہٹ گیا ہے" انہوں نے حیرت سے کہا

"آج ہم قبل از دوپہر خپلو پہنچ گئے ہیں پانی بعد از دوپہر پہنچے گا"

"ہاں بالکل ٹھیک میں سمجھ گیا"

اور سمجھنے کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر ہوٹل کے رہائشی حصہ کا جائزہ لینے چل دیئے واپس آئے تو کچھ پریشان سے تھے "یہاں تو گورے ٹھہرے ہوئے ہیں"

"چلیں نکالتے ہیں انہیں یہاں سے انہیں یہ جرات کیسے ہوئی؟" میں ان کے ساتھ چل دیا۔

ہوٹل کے لان میں ایک نہایت پستہ قامت سفری خیمہ نصب تھا برآمدے میں واقعی ایک گورا کرسی جمائے ڈائری لکھ رہا تھا "وہ دیکھو" شیخ نے دور ہی سے اشارہ کیا

گورا فرانسیسی ٹیلیوژن کا بندہ تھا اور ایک پوری ٹیم کے ساتھ ہمارے شمالی علاقوں کی فلم بناتا پھر رہا تھا اپنے اہل وطن کو شاہراہ ریشم کے ان علاقوں کی تہذیب اور ثقافت سے آگاہ کرنے کی خاطر وہ ہمیں بھی ان اثرات سے فیض یاب کرنے پر بضد تھا مگر کپتان ان دی جوڑی نے اطلاع دی کہ سالن ٹھنڈا ہو رہا ہے

"یہ لوگ اتنی دور سے آئے ہیں؟" شیخ کھانے کی میز پر پہنچ کر بھی غیر حاضر رہے

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے"

"یہ لوگ فرانس سے چل کر آئے ہیں ہم لوگ لاہور سے چل کر نہیں آتے"

"آئے تو بیٹھے ہیں"

"یہ بھی کوئی بیٹھنا ہے؟ کتنی شرم کی بات ہے" وہ اب تک پانی پانی ہوئے جا رہے تھے

امان اللہ خاں گزشتہ پچیس سال سے شمالی علاقوں میں زراعت اور باغبانی کی ترقی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں ان کا آبائی علاقہ چلاس ہے مگر گلگت سے سکردو اور خپلو تک گھومتے پھرتے وہ ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدہ تک پہنچ گئے ہیں اس سے فصلوں اور پودوں کے علم کے ساتھ ساتھ ان کا ان علاقائی نسلوں اور راجوں کے بارے میں علم بھی کافی وسیع ہو گیا ہے اور وہ افسر کی بجائے چھوٹا سا راجہ معلوم ہوتے ہیں ان کے دربار میں پہنچے تو وہ اکیلے بیٹھے چھت کی کڑیاں گن رہے تھے ہمیں مل کر خوش ہوئے ہمیں انہیں مصروفیت فراہم کر کے دلی مسرت محسوس ہوئی۔

انہوں نے فوری طور پر خوبانیوں کا آرڈر بک کرا دیا ہم نے کہا تکلف کی کیا ضرورت ہے وہ تو سامنے صحن میں کسی ناکام عاشق کی داستانِ حیات کی مانند ہر طرف بکھری پڑی ہیں جتنی حاجت ہوگی اٹھا لیں گے آپ ہمیں اپنے راجہ صاحب سے شرف باریابی کا وقت لے دیں۔ ہم چائے پینے لگ گئے اور وہ راجہ صاحب کی تلاش میں مصروف ہو گئے "محل میں نہیں ہیں؟ تو پھر تھانہ میں ہوں گے" راجہ اور تھانے میں؟ ہمیں

تھوڑی سی حیرانی ہوئی مگر وہ ٹیلیفون گھمانے میں مصروف تھے ہم ان سے اپنی حیرانی کا کھل کر اظہار نہ کر سکے سوچا جدید دور میں انداز حکمرانی بھی بدل گئے ہیں ملک کے سب سے بڑے ایوان اقتدار کیلئے چنے گئے ارکان جب بیشتر وقت تھانوں میں گزراتے ہیں بیشتر وقت حوالاتوں اور تھانوں میں گزارنے والے جب اقتدار کے ایوانوں میں رہنے لگے ہیں۔ خپلو کے راجہ کو بھی زندگی اور راجگی کے جدید تقاضوں نے تھانے پہنچا دیا ہو گا۔ جب انہوں نے خپلو کے وارث تخت محمد زکریا کو اپنے دفتر ہی چلے آنے کو کہا تو مزید تشویش پیدا ہو گئی اس جواب پر کہ راجہ صاحب تو پیدل ہیں خاں صاحب نے اپنی جیپ بھیج دی اور ہم خپلو کھنے بیٹھ گئے

ماہر زراعت اور باغبانی کے تاریخی علم کے مطابق بلتستان کے لوگ منگول نسل سے تعلق رکھتے ہیں چھوٹا قد اور چپٹی ناک اس نسل کی بنیادی خصوصیات ہیں غیر متوازن جسم اور ذہن کی ایک وجہ تو پانی میں آیوڈین کی کمی ہے اور دوسرے انہیں کبھی پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملا تھا خواتین سے کام کیوں لیتے ہیں؟ رواج ہے مرد فارغ بھی ہوں تو بھی کام خواتین ہی کرتی ہیں "کیا یہ الزام درست ہے کہ یہ لوگ خواتین کو زو کے ساتھ ہل میں بھی جوتتے ہیں؟"

"اب تو اتنا نہیں جوتتے مگر بعض جگہوں پر میں نے اب بھی دیکھا ہے" وہ اس ہل جوڑی کی وضاحت کرنے لگے مقامی صنعت کوئی نہیں صرف کھر درا پٹو بنا سکتے ہیں ذرا آگے چھوربٹ کے نرم پہاڑوں سے پتھر مانگ کر ان سے برتن بنانے کی قدیم روایت بھی ختم ہوتی جا رہی ہے پہلے کھانا پکانے کی ہانڈیاں بناتے تھے اب ایلش نرے تک آ گئے ہیں نرم پتھر کی ان ہانڈیوں میں کھانا جلد ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا اس کے علاوہ اس علاقہ میں کھیتی باڑی کے علاوہ کرنے کا کوئی مناسب کام بھی نہیں ہوتا تھا کھیتی بھی کیا ہو گی ایک خاندان کی حد ملکیت ڈیڑھ کنال تک تو پہنچ گئی ہے اس میں وہ بوئیں گے کیا اور کاٹیں گے کتنا سال میں ایک ہی فصل ہو سکتی ہے گندم اگائیں یا جو کاشت کریں پیداوار بیس من فی ایکڑ یعنی اڑھائی من فی کنال اب جس خاندان کی مبلغ آمدنی اڑھائی تین من گندم سالانہ ہو گی اس کی ذہنی اور جسمانی حالت اور کیا ہو گی خوبانی کے درخت البتہ کافی ہوتے ہیں اور ایک سروے کے مطابق ایک خاندان کی ملکیت پچاس درخت اوسط بنتی ہے اور دنیا میں جتنی قسم کی خوبانی بھی پائی جاتی ہے وہ سب اقسام اس جگہ اکٹھی ہو گئی ہیں کڑوی میٹھی چھوٹی موٹی سب اقسام عام ہیں پہلے لوگ خوبانی کا چھلکا اتار کر اسے جو کے آٹے کے ساتھ ابال کر کھاتے تھے اب حکومت نے آٹے کا وافر انتظام کر دیا ہے ہر گاؤں میں سرکاری ڈپو ہے رعایتی نرخ پر آٹا ملتا ہے سڑکیں بن جانے سے سارا سال فراہمی میں خلل نہیں پڑتا اس لئے وہ چھلکا اتارنے اور جو کے ساتھ ابال کر کھانے کا رواج کم ہو گیا ہے اب حکومت اس دولت کو مناسب طور پر استعمال کرنے کی ترغیب دے رہی ہے کڑوی خوبانی کے درختوں کی جگہ اچھی قسم کے درخت کاشت کرنے کا مشورہ ابھی تک زیادہ قبولیت اختیار نہیں کر سکا لوگ پرانے درخت کاٹنے پر آمادہ نہیں تھے اب مرحلہ وار پرانے درختوں پر نئی پیوند کاری کا طریقہ اپنایا گیا ہے

Scanned by iqbalkalmati.com

اور امان اللہ خان کو امید تھی کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ طریقہ کامیاب رہے گا اور لوگوں کی مالی حالت بہتر ہو سکے گی خوبانی کو تجارتی مقاصد کیلئے گھریلو پیمانے پر خشک کرنے اور ان کا تیل نکالنے کی چھوٹی چھوٹی مشینیں بھی لگ رہی ہیں۔

ہم اہل خپلو کی مالی حالت بہتر بنانے میں مصروف تھے کہ ایک معصوم سیرت نوجوان دبے قدموں کمرے میں آموجود ہوا خاں صاحب نے بتایا کہ وہی راجہ خپلو ہیں جناب محمد زکریا اور ان دنوں راجگی کے ساتھ ساتھ تھانیداری بھی کرتے ہیں اور تھانہ سے ڈیوٹی پر سے آ رہے ہیں ہم نے سوچا یہ جذبہ حکمرانی کی تسکین کا وسیلہ ہو گا مگر ظاہری شکل وصورت سے نہ راجگی کی کوئی علامت ٹپکتی تھی نہ تھانیداری پھوٹ رہی تھی اپنی سول شلوار قمیص میں ملبوس نہ جسم پر استری نہ لباس پر ہم نے تو اب تک اتنا معصوم اور بھولا بھالا کوئی محکوم بھی نہیں دیکھا تھا اگر یہ راجے اتنے مسکین اور تابعدار تھے تو اتنا عرصہ حکومت کیسے کرتے رہے؟ محمد زکریا "کچھ معلوم نہیں" کا مجسمہ ہیں ہم جو بھی بات پوچھتے وہ نہایت معصومانہ انداز میں "کچھ معلوم نہیں" کہہ کر خاموش ہو جاتے "آپ کے اجداد میں سے کس نے پہلے حکمرانی شروع کی ہے"

"کچھ معلوم نہیں"

"آپ کا خاندان کہاں سے آیا تھا؟"

"کچھ معلوم نہیں"

"آپ کی زمینیں کتنی ہیں؟"

"کچھ معلوم نہیں"

"آپ کے راجگی دور کے نوادرات کیا ہوئے؟"

کچھ معلوم نہیں"

اگر امان اللہ خاں صاحب ان کی طرف سے اپنے پاس سے جوابات نہ دیتے جاتے تو وہ "آپ ہی محمد زکریا ہیں؟" کے جواب میں بھی شاید یہی جواب دیتے "کچھ معلوم نہیں"

راجہ دیکھ لیا مگر راجہ کا محل دیکھنا باقی تھا اپنے خاندان کی تاریخ جغرافیہ کے بارے میں تو انہوں نے "کچھ معلوم نہیں" بتا دیا تھا مگر شجرہ نسب والی کاپی محل میں دکھانے کا وعدہ کیا تھا اس وعدہ کو نبھانے کی خاطر بھی محل کا سفر لازم ہو گیا تھا

تنگ و تاریک پتھریلی گلیوں میں گھومتے پھرتے عبداللہ نے بتایا کہ راجہ صاحب نے خود ایف اے تک تعلیم حاصل کر رکھی ہے ان کے چھوٹے بھائی ناصر علی خپلو کے پرائمری سکول میں استاد ہیں اور ان کے خاندانی منشی کا ایک بیٹا انجینئر ہے اور دوسرا ایئر فورس میں 'راجہ کے بیٹے راجگی کرتے رہے منشی کے بیٹے محنت کرتے رہے اب اپنی اپنی محنت کا پھل کھا رہے ہیں جس کسی نے جو کمایا پایا۔

ضلع کا ہیڈ کوارٹر خپلو میں ہے مگر نام گانچھے رکھا گیا ہے اس تبدیلی کی وجہ یہ بتائی کہ دو وادیاں

خپلو اور خرمنگ اس ضلع میں آتی ہیں اگر خپلو ہی ضلع کا نام رکھا جاتا تو خرمنگ کو کوئی نمائندگی نہیں ملتی تھی اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مشترکہ ضلع کا نام دونوں وادیوں کے مشترکہ نالہ گانچھے پر رکھ دیا گیا راجہ محمد زکریا کو اس کے آبائی محل کے سامنے اتار کر ہم مزید بلندی پر چق چن کی طرف جا رہے تھے تو پتھر چن چن کر بنائی ایک فصیل سامنے آن کھڑی ہوئی اس کو لکڑی کی گھوڑیوں سے سہارا دیا گیا تھا فصیل کے پل سے گزرے تو ایک منہ زور نالہ پستی کی طرف رواں تھا عبداللہ نے بتایا کہ یہی گانچھے ہے اور لکڑیوں کے سہارے کھڑی فصیل اس کا حفاظتی بند ہے جو قدیم زمانہ میں اسے راہ راست پر رکھنے کیلئے بنایا گیا تھا معلوم نہیں کب سے بند نالے کو راہ راست پر رکھے کھڑا ہے اور لکڑی کی گھوڑیاں بند کو کندھا دیئے ہوئے ہیں ان علاقوں میں مکانات بناتے وقت بھی پہلے لکڑی کا فریم بناتے تھے پھر اس فریم میں پتھر کی دیواریں چن کر ان پر مٹی گارے کا پلستر کر دیتے تھے ایسے مکان زلزلہ پروف ہوتے تھے کوہستان کے علاقہ میں زلزلہ آیا تو بغیر فریم کے ایک مکان نہ بچا لکڑی کے فریم میں پتھر چن کر اٹھائے گئے کسی مکان کا کچھ نہ بگڑا اب اینٹ پتھر اور لوہے سیمنٹ کے جو جدید مکانات بنائے گئے ہیں موسم سرما میں ان کے اندر تک برف رس آتی ہے قدیم طرز کے گھاس پھونس کے مکان گرم رہتے ہیں انسان کے صدیوں کے تجربہ کا ایک ہی طرز تعمیر ہر جگہ تو بدل نہیں ہو سکتا۔

چق چن کی خانقاہ کی لوک کہانیاں سنی تھیں اس کی زیارت اب نصیب ہو رہی تھی بنیادوں سے چھت تک لکڑی سے بنی یہ دو منزلہ عبادت گاہ قدیم طرز تعمیر اور لکڑیوں کی تزئین کا ایک نادر نمونہ ہے جو وقت کے ہاتھوں شکست و ریخت کے صدمے برداشت کرنے کے باوجود اب بھی بے مثل ہے ماہرین کی زیر نگرانی امیر کبیر علی ہمدان بین الاقوامی کانفرنس کے موقع پر 1984ء میں اس کی تعمیر و مرمت کا منصوبہ شروع کیا گیا تھا مگر اب تک اس کی تکمیل نہیں ہو سکی جن حصوں کی تعمیر و تزئین ہو چکی ہے وہ بھی نقل تو ہے مگر مطابق اصل نہیں رنگ روغن اور آئینہ کاری سے قدیم جمال و جلال واپس نہیں آ سکا تختی پر سید علی ہمدانی کے زیر نگرانی اس کی تعمیر کا سن 783 ہجری لکھا تھا یعنی جب سلاطین دہلی سلطنت کی بنیادیں مضبوط کر رہے تھے تو سید علی ہمدانی اس الگ تھلگ برفستان میں اسلام کی بنیادیں مضبوط کرنے میں مصروف تھے ان کے خلیفہ سید محمد نور بخش ان سے ساٹھ سال بعد 843 ہجری میں خپلو آئے میر شمس الدین عراقی ان سے بھی انسٹھ سال بعد وہاں آئے ان تینوں مبلغوں نے اس علاقہ میں کام کیا چق چن کی تختی پر تینوں کے نام درج ہیں اور یہ خپلو کو نور بخشی اور شیعہ دونوں فرقوں کی مشترکہ ملکیت ہے کچھ عرصہ پہلے تک دونوں فرقے مل جل کر عبادت کرتے تھے اب الگ الگ ہو گئے ہیں۔

سید علی ہمدانی سنی مسلمان تھے انہوں نے ان علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی اور تقریباً ساری آبادی مسلمان ہو گئی ان کے خلیفہ سید محمد نور بخش بھی سنی تھے ان کے جانے کے بعد بہت عرصہ تک ان دشوار گزار راستوں کی طرف کوئی نہ آ سکا جب میر شمس الدین عراقی ان علاقوں کی طرف آئے تھے تو انہوں

نے بھی اپنے کو سید علی ہمدانی کے سلسلہ سے منسلک ظاہر کیا اور آہستہ آہستہ شیعہ عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔ پہاڑوں اور برف زاروں میں مقیدان لوگوں نے ان کی باتیں بھی دل سے مان لیں پھر اکثریت پوری شیعہ مسلک میں داخل ہو گئی مگر کچھ لوگوں نے سید محمد نور بخش کے صوفیانہ مسلک کو بھی نہیں چھوڑا یہی لوگ اپنے کو نور بخشی کہلاتے ہیں اور بہت ہی صلح جو اور امن پسند ہیں نور بخشی بارہ آئمہ کو مانتے ہیں مگر ولایت فقیہ کو نہیں مانتے فقہ جعفریہ کو بھی نہیں مانتے بلکہ ان کی اپنی الگ فقہ ہے اذان شیعاؤں والی میں "محمد ولی خیرالبشر" کا اضافہ کرتے ہیں امام باڑہ نہیں بناتے بلکہ خانقاہ میں عبادت کرتے ہیں محرم میں گھوڑا اور جلوس نہیں نکالتے شیعاؤں کے برخلاف تراویح اور سنت اور نوافل پڑھتے ہیں سفر میں سنیوں کی مانند نماز میں کسر کرتے ہیں غرض انہیں سنی شیعہ یا شیعہ سنی کہا جا سکتا ہے شیعاؤں میں مذہبی شدت کے رجحان کے رد عمل میں اپنی شناخت اور عقائد پر زور دینے لگے ہیں۔

خپلو میں نور بخشیوں کی اکثریت ہے موجودہ راجہ کے والد بھی نور بخشی عقائد رکھتے تھے محمد زکریا نے بتایا کہ وہ خود شیعہ ہو گئے ہیں شیعہ فرقہ زیادہ منظم اور فعال ہے مدرسے زنانہ اور مردانہ فنی سکول امام باڑے جدید لائنوں پر قائم کر رہا ہے۔ خپلو میں اہلحدیث بھی ایک مدرسہ چلا رہے ہیں مدم سم سے آگے سنیوں کی بیلٹ ہے خانقاہ کی اوپر کی منزل کے پچھلے برآمدے میں لکڑی کی چھ سات ڈولیاں پڑی تھیں جس طرح کی ڈولیوں میں کچھ عرصہ پہلے پنجاب میں دلہن کو بٹھایا جاتا تھا میں نے عبداللہ سے ان کے استعمال کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ محرم کے دنوں میں جلوس کے ساتھ ڈولیاں بھی چلتی ہیں جن کے اوپر ریشمی کپڑا ڈال کر اندر ایک آدمی کو بٹھا دیتے ہیں اور شرکا اسے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

خانقاہ کے برآمدے سے میں نے ماحول کا جائزہ لیا دائیں طرف گھنے درختوں میں چھپے مکانات سے آگے دریائے شیوق بہہ رہا تھا مشرق میں آبادی کے خاتمہ پر ہری بھری کھیتیاں اور ان سے آگے برفیلی چوٹیوں والے پہاڑ بائیں سمت کو بلند کھردرے پہاڑ کی بلندی پر راجہ کے پرانے محل کے آثار نظر آئے امان اللہ خاں نے ان ہری بھری کھیتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ ان کا محکمہ زراعت وہاں پر آلو کا بیج تیار کرنے کا کامیاب تجربہ کر رہا ہے اور چند سال تک وہ پاکستان کو آلو کے بیج میں خود کفیل بنا دیں گے خپلو کی وادی میں تیار ہونے والا آلو کا بیج ہالینڈ سے درآمد کیے جانے والے بیج کی نسبت بہتر ثابت ہو رہا ہے اس وقت جتنا بیج تیار ہوتا ہے بعض پرائیویٹ کمپنیاں سارا خرید لے جاتی ہیں عبداللہ کا محکمہ ان علاقوں میں جنگل اگانے اور زرسریاں پھیلانے میں لگا ہوا ہے اور ان کے ذمہ سیاچن تک کا علاقہ ہے

پتھروں کی چھوٹی سی چار دیواری میں محفوظ چھوٹے سے میدان کے متعلق بتایا گیا کہ یہ راجگی کے دور کی پولو گراؤنڈ ہے جب وادی کے اندر اور باہر کے کھلاڑی پولو کے گھوڑے دوڑاتے تھے تو راجہ صاحب بنفس نفیس وہاں جلوہ افروز ہوا کرتے تھے راجگی تو ختم ہو گئی مگر شوق کی شدت باقی ہے موجودہ راجہ نے کچھ عرصہ پہلے ایک سو نو کنال زرعی اراضی کے عوض پولو کا ایک عدد گھوڑا خریدا تھا اب معاملہ عدالت میں ہے راجہ کے

شریکوں نے صرف ایک گھوڑے کے لئے اتنی زیادہ قیمتی زمین لکھ دینے کا معاملہ اٹھایا تو کہا گیا کہ اصل میں راجہ صاحب نے صرف نو کنال زمین دی تھی گھوڑے کے مالک نے اس کی سادگی اور معصومیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں ایک سو کنال کا خود ہی اضافہ کر لیا تھا مگر یہ قانونی مسئلہ ہے اصل چیز شوق ہے اور شوق دا کوئی مل نہیں کیا نو اور کیا ایک سو نو راجوں مہاراجوں کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ محل کے احاطہ میں داخلہ سے پہلے احاطہ کے دروازے کے ساتھ ایک اندھیرے حویلے سے مخصوص قسم کی شدید بدبو نے استقبال کیا میں نے اس مکان کا راجگی مقام دریافت کیا تو عبداللہ نے بتایا کہ یہ راجہ صاحب کے پولو کے گھوڑوں کا اصطبل ہوا کرتا تھا اندر جھانکنے کی کوشش کی مگر بدبو نے یہ کوشش بالکل ہی ناکام بنا دی۔

احاطہ میں داخلہ کی ڈیوڑھی کے ساتھ چند کمرے ہیں اصطبل کی مانند بدحال لکڑی کے نفیس کام سے مزین یہ ملازمین اور محافظین کی بارکیں ہوا کرتی تھیں بیرونی ڈیوڑھی سے تین چار فٹ پتھر کا راستہ سامنے جلوہ گاہ تک چلا گیا ہے اس کے دونوں طرف برہنہ پتھریلی مٹی کالان ہے سامنے دو تین منزلہ ایک ہی "محل" ہے جس کے عین درمیان میں فرش سے چھت تک لکڑی کا ایک جھروکہ بنا ہے اس کی باقیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبھی یہ کافی حد تک خوبصورت ہوتا ہوگا اس محل میں سامنے کی طرف کوئی دروازہ نہیں نچلی دو منزلوں میں صرف ایک ایک دو دو کھڑکیاں سی بنی ہیں سب سے اوپر کی منزل میں البتہ دونوں طرف لکڑی کے خوبصورت کام والی کھڑکیاں رکھی گئی ہیں محل کے اس طرف درمیان میں صرف ایک ایک دروازہ ہے جو سہ منزلہ جھروکے میں ہی کھلتے اور بند ہوتے ہیں راجہ صاحب جلوہ افروز ہونے کیلئے ان دروازوں میں سے طلوع و غروب فرمایا کرتے تھے درشنوں کی پیاسی رعایا سامنے پتھریلے برہنہ ارضی فرش پر بیٹھا کرتی تھی جلوہ گاہ کی پہلی منزل تک عرض داشتیں پہنچانے کیلئے نیچے اینٹوں کی سیڑھیاں بنا دی ہیں دوسری منزل میں جلوہ افروز راجہ خپلو کا صرف نظارہ کیا جا سکتا تھا آخری منزل میں وہ بھی ممکن نہ تھا اس کے سامنے لکڑی کی جالیاں لگا کر راجہ کیلئے چلمن سی بنا دی ہے جس کے پیچھے وہ صاف چھپ جاتے تھے اور سامنے ہر کسی کو دیکھ سکتے تھے محل میں داخلہ کا دروازہ حویلی کے دائیں طرف کی بلندی سے ہے اس بلندی پر ہی موجودہ راجہ کا رہائشی محل ہے اور اس کے سامنے پرانے محل کے پہلو میں محافظوں کے کوارٹرز بنے ہیں ہم اندر سے گھوم پھر کر محل نہ دیکھ سکے دروازہ مقفل تھا مالک تخت سے اس بندش کے بنیادی اسباب سمجھنے کی بہت کوشش کی مگر ان کا جواب "کچھ معلوم نہیں" قسم کا ہی تھا۔

دوسرے تختے پر موجودہ راجہ صاحب کا رہائشی "محل" جدید طرز کا پرانا مکان ہے برآمدے میں داخل ہوتے ہی مارخور کے حنوط شدہ تین چار سر اپنے سینگوں سمیت دکھائی دیتے ہیں اس کے علاوہ اس "محل" میں شانِ راجگی کی واحد علامت معمولی سے ڈرائنگ روم میں رکھی ننانویں انچ طویل توڑے دار بندوق ہے بلتی قد کاٹھ کیلئے اتنی لمبی اور اتنی وزنی بندوق دیکھ کر ہم سب سوچ میں ڈوب گئے اسے اٹھاتا کون تھا؟ چلاتے کیسے تھے؟ امان اللہ خاں توڑے دار بندوقوں کے اپنے علم کا حساب کتاب کر کے اس بندوق کا

سن پیدائش نکالنے لگے میں نے قدیم بندوق کے جدید مالک سے اس کی تاریخ جغرافیہ پوچھا "کچھ معلوم نہیں" انہوں نے روایتی معصومیت سے جواب دیا زمانہ حکومت کی نشانیوں میں ایک ان کے دادا مرحوم کا کسی مصور کا بنایا پورٹریٹ ہے ایک ان کے والد مرحوم کی تصویر جس میں فیلڈ مارشل ایوب خان اپنے ہاتھ سے ان کے سینے پر تمغہ سجا رہے ہیں اور ایک تصویر میں ان کے والد مرحوم بحیثیت راجہ بلتستان کراچی میں زیر تعلیم بلتی طلبہ کے درمیان تشریف رکھتے ہیں دو تین تصویریں موجودہ راجہ صاحب کے اپنے زمانہ طالب علمی کی ہیں ایک دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا مشینی قالین لٹک رہا تھا جس پر مارخور کی تصویر بنی ہے "زمانہ حاکمیت کے باقی لوازمات نوادرات کیا ہوئے؟" "کچھ معلوم نہیں" "آپ کے والد محترم کا تخت و کرسی؟" "یہی ہے" انہوں نے کمرے میں بچھے ایرانی قالین کی طرف اشارہ کر دیا پلیٹوں میں تازہ چیری کے ساتھ وہ اندر سے ایک پرانی کاپی بھی لائے اس میں انہوں نے کسی مال پٹواری کی مدد سے اپنے خاندان کا شجرۂ نسب مرتب کیا تھا مگر جوابات سے اندازہ ہوتا تھا کہ انہوں نے خود بھی یہ تحریر کبھی پڑھنے یا سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کی اس تحریر کو پڑھنے اور اس کے بارے میں تفتیش سے اندازہ ہوا کہ ان کے خاندان کا ایک بزرگ یبغو خان کاشغر کے راستے سے ہوتا ہوا سب سے پہلے ہوشے وادی میں آیا تھا اس کے بعد اس علاقہ میں اس خاندان کی حکومت قائم ہوئی تھی پہلا حکمران یبغو خان تھا؟ "کچھ معلوم نہیں" کے بعد ذہن پر زور ڈالتے ہوئے انہوں نے سرگوشی کی "حاتم خان سے شروع ہوا" ہم اس کا مطلب راج ہی سمجھے اگر کچھ اور مطلب یا پہلا راجہ تھا تو اس کی صحت کی ساری ذمہ داری راجہ محمد ذکریا پر ہے۔

کھڑکی سے باہر دور آبادی کے اوپر سفید سر چوٹیاں چمک رہی تھیں دروازے میں چار پانچ سال کا ایک بچہ بار بار اندر جھانک رہا تھا ہم نے اسے اندر بلایا تو خلافِ توقع وہ کافی کھل کر بول رہا تھا راجہ صاحب نے بتایا کہ یہ ان کا ولیِ عہد ہے ہم ولیِ عہد کی تصویر بنانے لگے تو اندر سے اور بھی بچے آ موجود ہوئے چمکتے چہرے میلے کپڑے "یہ سب آپ کے بچے ہیں؟" سوال لبوں پر آ کر رک گیا اگر جواب وہی ہوا تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔ خپلو کے حکمران خاندان کے قدیم محلات اور جوان وارثوں کو دیکھ بھال کر باہر نکلے تو شیخ پہلی بار بولے "اگر یہ محل ہے تو پھر دنیا میں اور کوئی محل نہیں"

"اور اگر یہ راجہ ہے تو پھر یہ دنیا میں اکلوتا راجہ ہے"

"اتنے معصوم راجے اتنا عرصہ چل کیسے گئے؟"

"اتنی معصوم رعایا پر اس سے بھی معصوم راجے چلتے رہے ہیں امان اللہ نے جواب دیا   راجہ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا افیون کے نشہ میں پڑا رہتا تھا ہل نہیں سکتا تھا پھر بھی لوگ اس کی تابعداری کرتے تھے کسی نے پوچھا اس میں کیا خوبی ہے تو دوسرے نے جواب دیا خوبی راجہ میں نہیں رعایا میں ہے اگر آپ دس بدمعاش اکٹھے کر کے انہیں ڈنڈے پکڑوا دیں تو یہ آپ کو راجہ مان لیں گے"

راجگی کے عروج میں کوئی بندہ سفید لباس نہیں پہن سکتا تھا ان کے سامنے لکڑی کے جوتے پہن کر

آتا تھا اگر کوئی اپنے بچے کو تعلیم کیلئے ریاست سے باہر بھیج دیتا تو راجہ اسے بلا کر حکم جاری فرماتا کہ اس سے پہلے کہ اس سے تمہارا بیٹا مزید خراب ہو اسے فوراً واپس بلاؤ اور چونکہ راجہ کا حکم ہوتا تھا لوگوں کیلئے اس کی پابندی لازم ہوتی تھی خپلو کا راجہ سکردو کے ڈوگرہ تحصیلدار لداخ کے ڈپٹی کمشنر کشمیر کے راجہ انڈیا کے وائسرائے بہادر کا درجہ بدرجہ ماتحت ہوتا تھا لوگ ان سب کے درجہ بدرجہ غلام رہے ہیں شمالی علاقہ جات کے آزاد کشمیر سے الحاق کے خلاف ان علاقہ جات میں درودیوار پر جو نعرے لکھے ہیں ان میں سے ایک "غلامی در غلامی نامنظور!" کا نعرہ ہے صدیوں کی غلامی در غلامی کے تلخ تجربہ کے بعد وہ آزاد کشمیر سے الحاق کیلئے بھی تیار نہیں۔

وادیوں میں دور دراز پہاڑوں کے دامن سے چمٹے مکانات کی مانند گانچھے کے ضلع کے ہیڈ کوارٹر خپلو میں بھی مکانوں کی چھتوں اور گھروں کی دیواروں پر کانٹے دار خشک جھاڑیاں بچھی تھیں امان اللہ خاں اور عبداللہ اس بات پر متفق تھے کہ بلتستان کے لوگ چوری نہیں کرتے بھیڑ بکریاں اتنی کم ہیں کہ گوشت کھانے کیلئے بھی اسلام آباد اور راولپنڈی کے قصابوں کی منت کرنا پڑتی ہے پھر یہ جھاڑیاں کس لئے؟ چھت پر تو ان لیا سردی کیلئے ذخیرہ کی گئی ہیں پختہ چاردیواری کے سرے پر کیوں جتی ہیں؟ کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔

دریا کے کنارے چھوٹی چھوٹی کھیتیوں میں خواتین درانتی اور کھرپے کی محتاجی کے بغیر گندم کاٹ رہی تھیں مٹھی بھر تنے پکڑ کر نہایت آسانی سے جڑ سے کھینچ لیتی تھیں ہم نے اس آسان کٹائی پر حیرانی ظاہر کرنا چاہی تو ترجمانوں نے بتایا کہ کھاد کی تیاری کے معاملہ میں یہ لوگ بہت ہی ترقی یافتہ ہیں ہر گھر میں ایک گڑھا ہوتا ہے جس میں کوڑا کرکٹ اور انسانی اور حیوانی گوبر اکٹھا کرتے رہتے ہیں اس انسانی کھاد کی بدولت پہاڑوں کے دامن میں ان کے کھیت بہت نرم مزاج ہوتے ہیں۔

سڑک پر واپس آئے تو شیوق کناروں تک لہروں سے بھر چکا تھا ہمارے بعد میں پہاڑوں کی بلندیوں اور ان سے پرے گلیشیروں سے روانہ ہونے والی لہریں خپلو سے بھی آگے نکل گئی تھیں سفر دو تہائی باقی تھا اور تین چوتھائی گزر چکا تھا پہاڑی میزبانی سے مزید لطف اندوز ہونے کا نتیجہ بہت خراب بھی ہو سکتا تھا شیخ کی مصروفیات کا فائدہ اٹھا کر میں نے شرافت کو ذرا کلی دبا کر رکھنے کا اشارہ کر دیا اور دریا اور سڑک کے باہمی تعلق کی نزاکت کو دیکھ کر شیخ نے ایک دو دفعہ شرافت کو شرافت دکھانے کا مشورہ دیا لیکن جب اس نے سورج کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھی صبر شکر کر کے خاموش ہو گئے۔

کپتانوں میں سے ایک گوشت نہیں کھاتا تھا دوسرا چائے نہیں پیتا تھا شیخ صاحب گوشت بھی جائز سمجھتے ہیں چائے سے بھی پرہیز نہیں کرتے ان باہمی اختلافات کے باوجود ان میں بڑی گوہڑی دوستی ہو گئی تھی جیپ کو جھٹکا لگتا تو تینوں مل کر چھت سے ٹکراتے جھٹکوں میں وقفہ آتا تو تینوں مل کر پریشان ہو جاتے مگر بعض مقامات پر ان کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہو جاتے خاص طور پر اس وقت جب سڑک اور دریا کا باہمی

رشتہ نازک صورت اختیار کرنے لگتا سڑک پہاڑ کی کمر سے لٹک جاتی اور لہریں اچھل اچھل کر سڑک کی چھپی چھڑانے کی کوشش کرتیں شیخ پہاڑ کی طرف منہ کر کے خاموش بیٹھ جاتے کپتان دریا کی طرف اشارے کر کے شور مچاتے "انکل انکل ادھر دیکھو اتنا خوبصورت منظر ہے" جب وہ پھر بھی ان کے شور پر توجہ نہ دیتے تو ایک کہتا "انکل فکر نہ کریں سب اکٹھے ہی چلیں گے" اور دوسرا اپنے ساتھی کی تائید کرتا "ہاں انکل ہم آپ کو اکیلا نہیں جانے دیں گے" شیخ ان کے قہقہہ کا بھی بائیکاٹ کر دیتے۔

ان سڑکوں پر کون کہاں چلا جائے گا کچھ پتہ نہیں چلتا بارہ جولائی کا سارا دن ہم نے خپلو میں گزارا اعلیٰ سرکاری افسر بھی ملتے جلتے رہے سولہ جولائی کو لاہور میں خبر پڑھی کہ گانچھے کے ڈپٹی کمشنر دس جولائی کو دریائے سندھ میں گر کر ہلاک ہو گئے وہ گلگت کسی اجلاس میں شرکت کرنے جا رہے تھے کہ جیپ دریائے سندھ میں گر گئی ڈرائیور اور ڈپٹی کمشنر دونوں ہلاک ہو گئے بارہ جولائی کی شام تک ان کے اپنے عملہ کو ان کی ہلاکت کا علم نہیں تھا چودہ جولائی تک سکردو والے بھی ان کے حادثہ سے لاعلم تھے ان سڑکوں پر ٹریفک اتنی کم ہوتی ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کون کہاں چلا گیا تھا خپلو سے سکردو تک سو کلومیٹر کے سفر میں صرف دو ویگنیں سامنے سے آتی ملیں دونوں کی ایک ایک بتی روشن اور ایک ایک بند اندر سواریاں بھیڑ بکریوں کی مانند بھری تھیں رات کو دریائے سندھ پر ایک ہی بتی جلا کر چلنا فیشن تھا یا اتفاق؟ کچھ اندازہ نہیں ہوا سڑک اور سفر کی اس صورت احوال میں نو بجے رات تک ہمارا منزل تک نہ پہنچنا میزبانوں کیلئے واقعی پریشان کن تھا انہیں اطلاع دی گئی تھی کہ ہم چار بجے تک پہنچ جائیں گے کمانڈر ہماری تاخیر پر پریشان تھے ماتحت ان کی تفتیش پر پریشان اس لئے جب ہماری صحیح سلامت آمد کا اعلامیہ جاری کیا گیا تو سب نے سکون محسوس کیا عظمت شیخ سکون کے ساتھ خوشی بھی محسوس کر رہے تھے انہوں نے اپنی اور ہماری عمر عزیز کا مشکل ترین پہاڑی سفر نہایت ثابت قدمی سے مکمل کر لیا تھا۔

پہاڑی علاقہ کے بارے میں کسی نے کہا تھا وہاں یا چڑھائی ہے یا اترائی ہے۔

پہاڑی سفر تو مزید اترائی تھی یا چڑھائی۔

وہ پُراسرار بندے

ہم بیلافونڈلا کی دوبارہ زیارت نہ کر سکے شیخ کی کویت کی سیٹ او کے ہو چکی تھی دو روز پہلے انہیں گھر پہنچ کر میں او کے رسید حاصل کرنا چاہتا تھا میرے پہلے اور دوسرے دورہ کے درمیان اس محاذ پر دنیا کی حربی تاریخ کا ایک ناقابل یقین کارنامہ انجام پا گیا سیاچن کے بغل بچہ چوک گلیشیر کی بلند ترین پہاڑی پر پتھروں کی مانند افسر اور جوان چپکنے کا عجیب و غریب کارنامہ کیا گیا اور سیالا کے سفر میں اس واقعہ کا ذکر تو ہوا مگر کچھ مختصر سا۔

سکردو میں ذرا رک کر سیاچن کے لئے کرپستہ افسروں نے اس کارنامہ کی بڑی تفصیلی کہانی سنائی تھی مگر اس جگہ اس ساری کہانی کو بیان کرنا سیاچن کا ایک اور سفر اختیار کرنا ہو گا ہمیں پہلے سفر کی کہانی مکمل کرنے کی جلدی ہے اس جناتی کارنامہ کا خلاصہ بیان کر کے آگے چلتے ہیں چوک گلیشیر پر پاکستان کی دو چوکیاں تھیں بھارتی کمانڈر نے ان چوکیوں سے بلندی پر اپنی مستقل چوکی قائم کرنے کا منصوبہ بنایا زمینی سروے کے بعد خفیہ خفیہ اپنے بندے آگے بھیجنا شروع کر دیئے پاکستانی سیکٹر کمانڈر کو علم ہوا تو جوابی آپریشن کا فیصلہ کیا گیا لیکن وقت بہت کم تھا اور راستہ بہت دشوار خدشہ یہ تھا کہ اگر دشمن نے نئی بلندی پر قدم جما لئے تو پاکستان کی دونوں چوکیاں اور ان سے آگے کا بہت سا علاقہ براہ راست اس کی زد میں آ جائے گا مگر آپریشن کیا کیسے جائے اس چوٹی تک زمینی راستہ سے پہنچنے کی کوششیں کی گئیں کامیابی نہ ہوئی جنرل اباز نے ہر صورت میں کامیابی کا حکم جاری کر دیا اب کیا کریں؟ ہیلی کاپٹر سے جوانوں نے اس بلندی

پر کود جانے کی کوشش کی کامیابی پھر بھی نہ ہوئی اور آخر ایسا طریقہ سوچا گیا جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں سوچا تھا آدمی کو رسے سے باندھ کر ہیلی کاپٹر کے نیچے لٹکا دیا جائے اور اس چوٹی پر پائلٹ اوپر سے رسا کھول دے آدمی کو لکڑی اور پتھر کی مانند باندھنا اور فضا سے گلیشیر پر پھینکنا آدمی کو پتھر بنا دینے والی بات تھی درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے تیس درجہ نیچے تھا ہیلی کاپٹر کے نیچے بندھا ہوا آدمی ہیلی کاپٹر کی رفتار اور ہوائی شدت اس کے بالکل ہی جم جانے کا شدید خطرہ تھا یہ خوف بھی تھا کہ جب ہیلی کاپٹر سے اسے ان دیکھی چوٹی کی ڈھلوان پر پھینکا جائے گا تو وہ نیچے کسی غار میں نہ جا پڑے پتھر سے نہ ٹکرا جائے تھکاوٹ سے ہی بیہوش نہ ہو جائے یہ سب کچھ تھا اور آپریشن بھی ضروری تھا کہ دوسری طرف سے دشمن بڑھا آرہا تھا چنانچہ ہیلی کاپٹروں کے نیچے بندے باندھ باندھ کر اس چوٹی کی برف پوش ڈھلوان پر پھینکے گئے جنہوں نے چوٹی دشمن سے خالی کروا کر وہاں پر اپنی مستقل چوکی قائم کر لی جس نوجوان افسر کو سب سے پہلے پھینکا گیا تھا اس کا نام نوید تھا اب اس پوسٹ کا نام ہی نوید پوسٹ رکھ دیا گیا ہے نوید دو راتیں اور دن اپنے ایک جوان کے ساتھ وہاں پڑا رہا طوفان کی وجہ سے کوئی مزید آدمی نہ پھینکا جا سکا ان دونوں نے بعد میں آنے والوں کیلئے انتظامات کئے اور فائرنگ کر کے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا اس ناقابلِ یقین کارنامہ پر نوید کو ستارہ جرات دیا گیا "مگر اس نے یہ معجزہ ستارہ جرأت کیلئے نہیں کر دکھایا تھا ملک اور قوم کیلئے سامنے کھڑی موت کو چیلنج کیا تھا"

میں خاموش رہا

"ہے کوئی ایک بھی سیاست دان جو ملک کی خاطر اس طرح موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکے؟" میرے ساتھی نے سوال کیا۔

"فوجی اپنا فرض ادا کر رہے ہیں سیاست دان اپنا فرض ادا کر رہے ہیں" میں نے بات ختم کرنا چاہی

"جی ہاں ملک کو اچھی طرح لوٹنے کا فرض"

"یہ بھی کوئی آسان کام تو نہیں بڑا جان جوکھوں کا کام ہے"

"کتنے سیاست دان لوٹ مار کے مشن کے دوران مرے ہیں؟"

"سارے اسی مشن کے دوران ہی تو مرتے ہیں"

معلوم نہیں سیاست دانوں کی لوٹ مار کی جنگ کیا رخ اختیار کرتی' جذبات بہت گرم تھے سیاچن کی سردی نے گرم جذبات کو گرم تر کر دیا تھا یہ سوال ہر جگہ اٹھتا ہی رہا کہ فوجی ملک اور قوم کے مستقبل پر اپنا آج قربان کر رہے ہیں اور سیاست دان اپنے آج اور کل کیلئے ملک کے ماضی حال اور مستقبل سے کھیل رہے ہیں۔

اطلاع ملی کہ جیپ تیار کھڑی ہے سورج بہت اونچا ہو گیا ہے کل صبح روانگی ہے جو کرنا ہے آج ہی کرنا ہے سکردو میں ہمارے کرنے کے ابھی بہت سے کام تھے نالہ منڈل کے کنارے مہاتما بدھ سے ملاقات

کرنا تھی شیخ صاحب کو شگر یلا سے چائے پلانا تھی سکردو کی گلیاں اور بازار ناپنا تھے اس کی تاریخ کا جغرافیہ سے موازنہ کرنا باقی تھا اور اہل سکردو کو اپنے اعزاز میں جلوس جلسہ کی ترغیب کے آپریشن فیئر پلے کو انجام تک پہنچانا باقی تھا ہم نے اس اطلاع کو غنیمت جانا اور لوٹ مار کی جنگ بندی کا اعلان کر دیا شیخ کو سیز فائر کا اعلان پسند نہیں آیا ہم نے انہیں خوبصورت مناظر کی خوشخبری دی تو فوراً خوش ہو گئے۔

سکردو ایک چھوٹا سا شہر نما ہے نئی اور پرانی آبادی کو جمع تفریق کریں تو کل پندرہ ہزار کے قریب بندے ہو جائیں گے سکردو وادی کی کل آبادی نوے ہزار افراد کے قریب ہو گی قیام پاکستان سے پہلے یہ ضلع لداخ کی ایک تحصیل ہوتی تھی لیکن آج یہ دنیا بھر میں مشہور ہے کچھ سیاچن کی جنگ کی وجہ سے اور باقی دنیا بھر کے کوہ پیماؤں کی میزبانی کی بنا پر کے ٹو اور کوہ پیماؤں کی دیگر محبوب چوٹیوں تک اسی راستے سے ہو کر جانا پڑتا ہے ہر سال درجنوں ملکی اور غیر ملکی کوہ پیما نہیں اس کے بازار سے گزرتی ہیں پرانی قسم کا بازار جواب نیا لباس زیب تن کرنے کی کوشش کر رہا ہے نئی زندگی کی نئی نئی ضروریات کے سٹور کھل گئے ہیں نئے ہوٹل اور موٹل بن رہے ہیں مگر مجموعی صاندرو پھر بھی قدیم ہی ہے ہم ایک جدید ہوٹل میں داخل ہوئے ساری کرسیاں اور کاؤنٹر خالی پڑے تھے گھوم پھر کر دیکھا کہیں کوئی بندہ بشر نہیں ملا پاس کے دکاندار سے پوچھا وہ بھی مالک کا پتہ نہ بتا سکا آگے گئے تو راستہ بند تھا چوک کے درمیان میں ایک جلسہ عام ہو رہا تھا مذہبی رہنما سیاسی حقوق کا مطالبہ کر رہے تھے سکردو کے در و دیوار پر جو نعرے گونج رہے تھے ان میں سے کسی میں شمالی علاقہ جات کو کشمیری کا درجہ دینے کا مطالبہ تھا کسی میں صوبہ کا درجہ دینے کا مقررین سامعین کو بتا رہے تھے کہ شمالی علاقہ جات کے لوگوں نے کسی ایک بھی فوجی کی مداخلت اور مدد کے بغیر یہ سارا علاقہ ڈوگرہ سامراج کے خلاف جہاد کے ذریعے خود آزاد کر دیا تھا پھر مجاہدین نے ایک انقلابی کونسل قائم کی تھی جس نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ حکومت پاکستان اپنی انتظامی مشینری قائم کرے آزاد کشمیر کی نسبت ان علاقوں کا رقبہ چھ سات گنا ہے اس کے باوجود انہیں کوئی سیاسی ڈھانچہ نہیں دیا گیا آزاد کشمیر میں ریڈیو اور ٹیلیویژن ہے۔ گلگت اور سکردو کی کونسل کے نمائندوں کو ٹیلیویژن پر وقت نہیں دیا جاتا ہمیں کتنی دیر تقاریر سنتا رہا سب مطالبات جائز تھے فوری توجہ کے مستحق تھے میں نے بہت سے اہم لوگوں سے پوچھا کہ ان مطالبات پر حکومت غور کیوں نہیں کرتی؟ کیا کسی منظم تحریک کا انتظار کر رہی ہے؟ کسی نے کہا قانونی مجبوری ہے کسی نے کہا بین الاقوامی مصلحت ہے مقبوضہ کشمیر کا فیصلہ ہوئے بغیر حکومت پاکستان ان علاقوں کو پاکستان کا صوبہ قرار نہیں دے سکتی اس سے پاکستان اور کشمیریوں کے موقف کو نقصان پہنچے گا لیکن گہرائی میں اتر کر دیکھا تو وجہ ایک ہی نظر آئی پاکستان کے حکمرانوں اور اہم فیصلے کرنے والوں کی کوتاہ بینی اور فکر و نظر کی کمی اس علاقہ کی وفاق کے زیر انتظام کوئی خود مختار یا نیم خود مختار سیاسی اکائی کیوں نہیں بنائی جا سکتی؟ ان علاقوں کی انقلابی کونسل نے خود آزادی حاصل کر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا تھا سے ان علاقوں کے لوگوں کی آزادانہ مرضی کیوں نہیں مانا جا سکتا؟ ان علاقوں میں تعلیم عام ہو

رہی ہے چند سالوں تک تعلیم یافتہ بےروزگار بے شمار ہو جائیں گے تب یہ مطالبات کیا صورت اختیار کر سکتے ہیں کسی کے پاس اس بارے میں سوچنے کا شاید وقت ہی نہیں۔

سکردو کے بازار میں ان شہدا کی یادگار بھی ہے جنہوں نے یہ علاقے آزاد کرائے تھے یہ یادگار چوک ہی بلتستان کی سب سے اہم سیاسی جلسہ گاہ ہے ایک روز ہم اُدھر سے گزر رہے تھے تو بے کار نوجوان یادگار شہدا کے چبوترے پر جمع تھے نہ صفائی نہ دیکھ بھال میں نے اپنے مقامی ساتھی سے پوچھا کہ اب تو پاکستانی فوج سکردو میں مقیم ہے اگر سول انتظامیہ اس طرف کوئی دھیان نہیں دیتی تو کیا فوج والوں کے پاس بھی دو چار سپاہی فالتو نہیں ہوتے کہ وہ صبح صفائی کر کے دو چار سبز پتے ہی چڑھا جائیں مہینہ میں ایک دو بار ایک دستہ وہاں سلامی دے جائے یادگار کو آوارگان سے محفوظ رکھنے کیلئے اس کے گرد زنجیر لگا دی جائے اس نے جواب دیا وسائل تو بہت ہیں احساس کی بہت کمی ہے میرا پروگرام تھا کہ کرنل حسن مرحوم کے فرزند مقامی بریگیڈ کمانڈر سے مل کر میں خود درخواست کروں مگر اس کی بھی گنجائش نہ نکل سکی ایک فوجی حکام بالا سے ان مجاہدین کے کارناموں کی بات ہوئی تو اس نے کہا تھا کہ ان میں سے ہر کوئی نشان حیدر کا جائز حقدار تھا میں یہ سوچتا ہوا وہاں سے واپس آ گیا کہ نشان حیدر کے حقداروں کی مشترکہ یادگار تو چند پھول کی پتیوں کا اپنا حق بھی تسلیم نہیں کروا سکی جو قوم اپنے محسنوں اور مجاہدوں سے اتنی بے مروتی برتتی ہے تاریخ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟

ڈرائیور نے جیپ گمبا کی طرف موڑی ہوائی اڈہ کے خوبصورت ملبور کو دیکھ کر ایک ساتھی نے کہا "یہ بھی تو انہی مجاہدینِ آزادی کی یادگار ہے" میں نے اس کی بات پر غور کرنا شروع کیا ریت کے ٹیلوں کے درمیان میں پختہ مورچوں کے ارد گرد فوجی جوان پہرہ دے رہے تھے اس سے آگے چلے تو سندھ کی موجیں کوئی نغمہ الاپتی ہوئی سکردو کی طرف رواں دواں تھیں میں نے فرض کر لیا کہ لہریں ان مجاہدین کے جرات وایثار کو خراج نیاز پیش کر رہی ہیں جن کا ذوق وشوق جہاد انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جن کا مقصود و مطلوب شہادت اور آزادی تھی مال غنیمت میں وہاں تھا ہی کیا اور کشور کشائی انہوں نے خود پاکستان کو پیش کر دی تھی۔

شنگریلا کی طرف مڑتے ہی زمینی منظر بدلنے لگا شیخ کیمرہ کس کر بیٹھ گئے میں شمالی علاقوں میں گھومنے چل پڑا بلند پہاڑوں برف پوش چوٹیوں اور پرشور دریاؤں کا یہ دیس پاکستان کا قدرتی حصہ ہے وادی سندھ کی تہذیب اور تاریخ اس کے خون پسینے سے بنتی اور بگڑتی رہی مگر سندھ کی تہذیب والوں نے اس کی طرف کبھی دھیان دیتے تاریخ والوں نے آج بھی ان علاقوں کی تاریخ اور تہذیب کے بنیادی عناصر کی تلاش کرنا چاہیں تو دور دیس والوں کی طرف ہی دیکھنا پڑتا ہے یونانی مورخ ہیروڈوٹس بتاتا ہے کہ اس کے وقت جو لوگ بلتستان میں بستے تھے وہ نسلاً شاید ترک تھے اور "درد" کہلاتے تھے البیرونی نے کشمیر سے کئی روز کے سفر پر واقع پہاڑوں میں بسنے والوں کو "بھٹ وان" لکھا ہے جن پر ان دنوں بھٹ شاہ حکومت کرتا تھا بھٹوت

گیز والے کہتے ہیں ان پہاڑوں کے راجہ نے پانڈوؤں کو سونے کے ٹکڑے خراج میں پیش کئے تھے اس طرح وہ آریاؤں کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاریخ کے اوراق سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ایران کے شہنشاہ دارا اول نے اپنے امیر البحر سکائی لیکس کو سندھ کا منبع ڈھونڈنے بھیجا تو وہ پونچھ سے آگے نہ بڑھ سکا تھا کسی نے لکھا سکندر کے حملہ کے وقت چانکیہ موریہ کے بیٹے چندر گپت کو لیکر ان پہاڑوں میں آن چھپا تھا سکردو کے قلعہ کے بارے میں روایت ہے کہ اس کی تعمیر راجہ مقپون نے شروع کی تھی اور تکمیل اس کے پڑپوتے شیر علی خاں انچن کے ہاتھوں ہوئی تھی لوک کہانیوں کے شوقین انچن کی دہلی کے مغل شہنشاہوں سے رشتہ داری بھی قائم کر دیتے ہیں ان روایات کے مطابق اپنے چچا کے ظلم سے بھاگ کر انچن اکبر اعظم کی پناہ میں چلا گیا تھا اکبر نے اس کی مدد کی تو گدی پر قبضہ بحال ہونے پر اس کے احسان کا بدلہ دینے کیلئے انچن نے اپنی بیٹی کی ڈولی شہزادہ سلیم کو بھیج دی تھی ان راستوں سے گزر کر گندھارا کے بدھ مقامات کی یاترا کے چینی مسافروں کی روایات بھی قصہ کہانیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں ان سب کے بارے میں اختلاف ہو سکتا ہے بحث کی جا سکتی ہے ان سب میں اٹل تاریخی حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے لاہور کے سکھ دربار کے ایک جرنیل زورآور سنگھ نے ان علاقوں کو فتح کر کے ان کا سیاسی تعلق شمالی ہندوستان کے ساتھ قائم کیا تھا اس سے پہلے تاریخ کے کسی عہد میں ایسے تعلق کا کوئی باقاعدہ ثبوت نہیں ملتا سکھ دربار سے اسی تعلق کی وجہ سے کشمیر کے ساتھ ہی یہ کوہ دامن بھی انگریزوں نے ڈوگرہ راجہ کے ہاتھ فروخت کر دیئے تھے مگر بعد میں انکی جغرافیائی اور فوجی اہمیت کے پیش نظر راجہ سے گلگت ٹھیکہ پر لے کر وہاں پر اپنا نظم بھی قائم کر دیا تھا اور جب برصغیر آزاد ہونے لگا تو جلدی سے ٹھیکہ ختم کر کے سارا نظم ونسق ڈوگرہ راجہ کو واپس کر دیا تاکہ مسلمان کہیں آزادی کا مطالبہ نہ کر دیں انگریز اور ڈوگرہ کی ملی بھگت کے باوجود ان معصوم اور پرامن لوگوں نے بغیر کسی بیرونی مدد کے اس سارے علاقہ سے ڈوگرہ فوج کو مار بھگایا تھا اور اپنی مرضی سے امت مسلمہ کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا تھا سامنے شنگریلا جھیل کے ارد گرد بنے خوبصورت سیاحتی مراکز ابھر رہے تھے اور میں ان سے آگے برف پوش چوٹیوں کے اوپر میجر احسان علی، کیپٹن محمد خاں اور لیفٹیننٹ بابر خاں کو بریگیڈیئر فقیر اسنگھ کے بسکٹ دستہ کے بچے کھچے سورماؤں کا تعاقب کرتے دیکھ رہا تھا تھورگو سے کارگل تک، بریگیڈیئر فقیر اسنگھ جدید اسلحہ اور مارٹر توپوں سے مسلح تربیت یافتہ "بسکٹ دستہ" لیکر سکردو کے قلعہ میں محصور ڈوگرہ فوج کی مدد کو آیا اور تھورگو کے قریب ان دو بلند پہاڑیوں کے دامن میں ایک سو مجاہدین کے نرغے میں آ گیا تھا جن کے زیر سایہ ہم نے ریٹائرڈ صوبیدار وزیر حسین کے ساتھ ایک دوپہر گزاری تھی۔

تاریخ کی دوسری اٹل حقیقت ان علاقوں میں امیر کبیر سید علی ہمدانی کی آمد ہے جب سلاطین دہلی شمالی ہند میں اپنی حکومت مستحکم کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو سید علی ہمدانی کشمیر میں تبلیغ اسلام کے بعد ان کٹھن گھاٹیوں میں نئی روشنی پھیلانے میں مصروف تھے انہوں نے آج سے سات سو چھ اسی سال پہلے وادی شگر

میں بلتستان کی پہلی مسجد تعمیر کی تھی ہم نے یہ مسجد دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو ڈرائیور نے کہا سڑک بہت خطرناک ہے آج سے سات سو چراسی سال پہلے یہ راستے کتنے خطرناک ہوں گے؟ مگر امیر کبیر سید علی ہمدانی تو اس سے بھی آگے سیاچن کے اس پار تک نور اسلام پھیلانے کیلئے سفر کرتے رہے تھے میں نے سیاچن کے دامن میں علی برانگسہ میں ان کی تعمیر کرائی مسجد ایک ویرانے میں دیکھی تھی ان ہی اٹل تاریخی حقائق کی وجہ سے ہم آزاد اور مسلم بلتستان میں آزادی سے گھوم پھر رہے تھے ورنہ اس سری نگر میں جو کسی وقت بلتستان پر حکمرانی کا دعویٰ رکھتا تھا آج بھی پورے بلتستان کی آبادی سے کئی گنا زیادہ مسلمان بستے ہیں مگر وہ نہ سری نگر کو اپنا کہہ سکتے ہیں نہ کشمیر کی ملکیت جتا سکتے ہیں نہ ہم اس آزادی سے وہاں جا سکتے ہیں۔

بلتستان دنیا کے ان چند علاقوں میں سے ایک ہے جو مسلمانوں نے تبلیغ کے زور سے فتح کیے آج تک کبھی کسی مسلمان فوج نے اسے فتح نہیں کیا تاریخوں میں ذکر ہے کہ زمانہ قدیم میں خنجراب کے اس پار سے ایک مسلمان بادشاہ ابو سعید پانچ ہزار فوج کے ساتھ ان علاقوں پر اپنی حکومت قائم کرنے آئے اور ان برف زاروں سے صرف پانچ آدمی زندہ سلامت واپس جا سکے سلطان ابو سعید اور اس کے ارادے انھی برف زاروں میں کہیں گم ہو گئے تھے شنگریلا جھیل کے کنارے ڈرائیور نے جیپ روکی تو ہم گم شدہ ارادوں کی تلاش سے واپس آگئے شفق رنگ اور روشنیوں کے حسن کی تصویر بندی میں لگ گئے میں شفاف جھیل سرسبز وادی اور اس کے محافظ برہنہ اور برف پوش پہاڑوں سے ہمکلام ہو گیا۔

دن اور روشنی بڑی تیزی سے کم ہو رہے تھے مگر شیخ ڈرائیور کو تیز چلنے سے مسلسل باز رکھے ہوئے تھے ہماری منزل سکردو کے نواح میں ایک چٹان تھی جس پر مہاتما بدھ اب تک تشریف فرما ہیں بدھ مت کی جنم بھومی ہندوستان سے جب برہمنوں نے ظلم پیار محبت اور بھائی چارے کے زور سے بدھ مت کو مکمل طور پر ہضم کر لیا تو رشی مدھانیکہ جان اور "ایمان" بچا کر ان برف زاروں میں آن چھپے برہمن انھیں ڈھونڈتے پھرے وہ ان تنگ وادیوں میں بدھ مت کی تبلیغ کرتے رہے رشی مدھانیکہ کی وفات تک بہت سے بلتی بدھ مذہب قبول کر چکے تھے بہت سے مقامی رشی پیدا ہو چکے تھے نامعلوم راہوں اور وادیوں سے ہوتے ہوئے وہی رشی اور بدھ مذہب کے مبلغ اس مذہب کو لداخ، تبت اور چین تک لے گئے جہاں سے آگے یہ کوریا سے ہوتا ہوا سورج کی دھرتی جاپان تک پہنچ گیا امیر کبیر سید علی ہمدانی کی آمد تک ان علاقوں کے اکثر لوگ بدھ مت کے پیرو کار تھے پھر جیسے جیسے اسلام پھیلتا گیا بدھ مذہب سکڑتا رہا۔ آج بلتستان کی سو فیصد آبادی مسلمان ہے مگر اس کے پہاڑوں اور وادیوں میں اب تک بدھ تہذیب کے نقش ہائے پا موجود ہیں ایک بتانے والے نے تو یہ بھی بتا دیا کہ شاہ بہرام کی پھول شہزادی کا تالاب بھی وہ اپنی آنکھوں سے سکردو میں ہی دیکھ چکے ہیں ڈھونڈنے چلے تو ڈرائیور کو بدھ بردار چٹان کا راستہ بھی معلوم نہیں تھا ڈرائیور خالص بلتی تھا آزادی سے پہلے کے دور غلامی کی دردناک کہانیاں سناتا اور اس دور کے راجوں کی موجودہ حالت زار

بیان کرتا "یا تھا لیکن "مندر" کا راستہ بھول بھول جاتا تھا ہم نے اسے یاد دلایا کہ مندر نہیں ہمیں بدھ بردار چٹان جانا ہے مگر وہ ہر کسی سے مندر ہی کا راستہ پوچھتا رہا اندازہ ہوا کہ مقامی لوگ اس چٹان کو مندر کہتے ہیں ہم نے سوچا چٹان کسی قدیم بدھ مندر کا بچا کھچا حصہ ہو گی اور خاموش بیٹھ گئے لیکن جب ایک چھوٹے سے تیز رو نالے کے کنارے اس نے جیپ روک لی تو کہیں دور تک کوئی مندر یا اس کا کھنڈر نہیں دکھائی دیا نالے کے دوسرے کنارے سے کافی آگے تک کھیت تھے درخت تھے اور حسب روایت چند چولہوں کا ایک گاؤں تھا ان سے آگے ایک بلند پہاڑ کھڑا تھا نالے کے اوپر تین چار گول شہتیر رکھے تھے دو تین چھوٹے بچے آئے اور باتیں کرتے ہوئے پل صراط عبور کر گئے میں نے پہلے بچوں کی طرف دیکھا پھر پل صراط کا جائزہ لیا نیچے شور مچاتے پانی سے پوچھا کہ اگر گناہوں کے بوجھ سے پل صراط پر پاؤں لڑکھڑا گئے تو آپ کا سلوک کیا ہو گا؟ پانی کے جواب سے مایوسی ہونے لگی روشنی اور بھی کم ہونے لگی تھی اور مندر کی یاترا پل صراط عبور کیے بن ممکن نہ تھی اتنی دور سے آئے تھے پھر عزت کا سوال بھی تھا ڈرائیور اور اس کا ساتھی کیا کہیں گے کہ یہ ہیں سیاچن کے فاتح کیمرہ ڈرائیور کے حوالے کیا اور خدا کا نام لیکر پل صراط پر پاؤں رکھ دیا ڈرائیور نے آگے بڑھ کر ہاتھ تھام لیا اور قدم قدم چلتا ہوا اس پار لے گیا اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا اور آہستہ آہستہ وادی کی طرف رینگنے لگے اوپر پہنچے تو ڈرائیور ایک بلند چٹان کے پاس کھڑا تھا "یہ ہے مندر" پر شور نالے کے کنارے سے چند ہی فٹ ہٹ کر تیس چالیس فٹ اونچا پتھر تنہا کھڑا تھا پہاڑ بہت پیچھے تھا کھیتوں سے بھی آگے پہاڑ اور اس تنہا پتھر کے درمیان کوئی ایسا پتھر نہیں تھا جسے کسی تباہ شدہ مندر کی باقیات قرار دیا جا سکتا جس مندر کا بدھ بردار پتھر اتنا اونچا اور اتنا بھاری ہے اس کے در و دیوار اور ستون لازماً اس سے ضخیم اور عظیم ہوں گے وہ کیا ہوئے؟ اگر کوئی انھیں اٹھا کر لے جا سکتا تھا کہیں پھینک سکتا تھا تو اس نے اس پتھر کو کیوں چھوڑ دیا؟ کسی پہاڑی اور زمینی شدید عمل سے مندر برباد تو ہو سکتا ہے اس کے پتھر تو مٹی نہیں ہو سکتے یہ بھی ممکن نہیں کہ مندر پہاڑ کے دامن سے وابستہ ہو اور یہ چٹان اس کا حصہ ہوتی ہو اگر ایسا تھا تو اسے اتنی دور کون اور کیسے اٹھا لایا اور بالکل درست حالت میں کیسے نصب کر دیا ان فنی پہلوؤں کا جائزہ لیکر میں نے اعلان کر دیا کہ یہ مندر نہیں ہو سکتا زمانہ قدیم سے ہی یہ چٹان یہاں نصب ہو گی اور کسی عقیدت مند نے اسکی پیشانی پر اپنی عقیدت کا اظہار کر دیا ہو گا قریب گئے تو اندازہ ہوا کہ یہ کسی اکیلے عقیدت مند کا کام نہیں ماہرین سنگ تراشی اور بت گری کی ایک پوری ٹیم کا کارنامہ ہے کسی بڑے با اختیار عقیدت مند کی عقیدت کا بھرپور اظہار ہے جو صدیاں بیت جانے کے باوجود نہایت تر و تازہ ہے موسمی تبدیلیوں اور وقت کی برق رفتاری کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا نالے کے رخ چٹان کے درمیان میں مہاتما بدھ کی کنگ سائز تصویر کھدی ہے اس کے نیچے ایک برتن ہے جس میں بڑا سا پھول نکلا ہے بڑے مہاتما کے قدموں میں سات چھوٹے سائز کے چیلے آلتی پالتی مارے بیٹھے ہیں ایک لائن میں بڑے بت کے سر کے اوپر اسی انداز میں بیٹھے چیلوں کی تعداد پانچ ہے دائیں اور بائیں نیچے سے اوپر تک مزید چھ چھ چیلے تشریف رکھتے ہیں اس طرح چیلوں سے بنی

مستقبل میں کل بیس چیلے ہیں اور دونوں طرف ایک ایک قد چٹان بڑا چیلا کھڑا ابھی ہے بائیں طرف کے ایستادہ چیلے کا سر تھوڑا سا زخمی تھا وقت کے لگائے اس زخم کے باوجود اس کی شباہت اور وجاہت میں کوئی فرق نہیں آیا چٹان کے نچلے حصہ پر ناگری رسم الخط میں ایک بڑی واضح تحریر اب تک موجود ہے ہمیں چٹان کے اردگرد گھوم کر دیکھ رہا تھا تو اس کے پیچھے ایک بھاری آوارہ پتھر پر بدھ سٹوپ کا مکمل سکیچ بنا ہوا تھا اگر یہ مندر تھا تو اس کے کھنڈر اور بقیہ حصے کیا ہوئے؟ یہ سوال بار بار اٹھ رہا تھا ہمیں اس عقیدت اور باریک بینی سے چٹان کی تصویر کشی کرتے دیکھ کر اپنے گھروں کو لوٹتے بچے رک گئے۔

"اس جگہ کا کیا نام ہے؟" میں نے ڈرائیور کی مدد سے بچوں سے پوچھا

"منڈل" ذرا بڑے بچے نے جواب دیا۔

"آپ کے گاؤں کا کیا نام ہے؟"

"منڈل"

واس نالہ کو کیا کہتے ہیں؟"

"منڈل"

منڈل کیا؟ مندر بگڑ کر صدیوں میں منڈل ہو گیا؟ بعض لوگ اس نالے کو منقل نالہ کہتے ہیں لیکن مجھے منڈل ان کے مندر سے زیادہ قریب معلوم ہوا۔

پہاڑوں سے سیاہی وادی میں اترنے لگی تو ہم نے ایک بار پھر پل صراط عبور کیا اور سکردو کی طرف چل دیئے ڈرائیور اس علاقہ کی قدیم بدھ تہذیب کی نسبت قدیم راجہ تہذیب سے زیادہ دلچسپی رکھتا تھا جس میں اپنے غلاموں سے ہر چیز میں راجہ کا حصہ وصول کیا جاتا تھا گندم سے جو میں مرغیوں میں انڈوں میں بلتستان کے لوگ ان راجوں کی غلامی میں بندھے ہوئے یہ راجے کشمیر کے ڈوگرہ مہاراجہ کی غلامی کے اسیر اور کشمیر کا مہاراجہ انگریزوں کی غلامی پر خوش و خرم۔

درجہ بدرجہ راجے مہاراجے اور درجہ بدرجہ غلامی۔

گمبا روڈ کے دونوں طرف سر جھکائے قطار بنائے کونیر کے درختوں کی شاخیں سرگوشیاں کر رہی تھیں اور ڈرائیور ہمیں کونیر کے پھولوں کی بہار دیکھنے کی دعوت دے رہا تھا مارچ اپریل میں جب یہ درخت پھول پھول ہو جاتے ہیں' شیخ صاحب نے فوری طور پر دعوت قبول کرنے کا فیصلہ سنا دیا۔

ریت اور پتھر کی وادی جب کونیر کے پھولوں کا ہار سنگھار کرتی ہو گی تو اس کا نکھار کیا ہو گا برہنہ پتھروں سے اس کا اندازہ ممکن نہ تھا مگر ڈرائیور مہمان خانے کے دروازے تک اس حسن و نکھار کی تعریف کرتا رہا۔

شمالی علاقہ میں متعین افواج کے کمانڈر کی عدم موجودگی میں سیاچن کے کمانڈر یعسوب ڈوگر کو پورے ایریا کی کمان کرنے صبح ہیڈ کوارٹر روانہ ہونا تھا مگر سفر اور کمان کے بوجھ سے بے نیاز وہ رات گئے تک سیاچن

کے مسائل اور اس کے مجاہدین کی جانثاری کی کہانیاں سناتے رہے اس سفر میں جس افسر سے بات کی اس نے اپنے جوانوں کی تعریف کی ان کی مشکلات کا ذکر کیا جس کمانڈر سے ملاقات ہوئی اس نے اپنے ماتحت افسروں اور جوانوں کو ہی داد دی ان کے مصائب پر اظہار درد کیا نہ کسی نے اپنے کارنامے گنوائے نہ کسی ایک نے بھی اپنے آپ کو داد دی یہ فیضان نظر تھا یا کہ کتب کی کرامت تھی؟

سکردو شہر اور وادی خاموشی کے لحاف میں چھپے گہری نیند سو رہے تھے نہ کسی انسان کی آواز نہ پرندے کی نہ چرندے کی نہ کسی محافظ کے قدموں کی آہٹ نہ چور کی سانسوں کی سرسراہٹ' پھول کی مہک نہ ہوائی جھونکے کا ترنم ارض تا فلک اس سندر تا خاموشی میں پانی اور پتھروں کا نغمۂ شب بہت ہی بھلا لگ رہا تھا اردگرد کے پہاڑوں کی بلندیوں سے پانی شام کے پچھلے پہر سوئے سندھ چلا تھا مہمان خانے کے سامنے کی سڑک پر بچھے پتھروں میں گداز حیات تازہ کرتا ہوا نہایت تیزی سے نشیب کی جانب رواں دواں تھا پتھر اس کی راہ میں آتے پانی کی تیزی سے محو رقص رہ جاتے اور پانی آگے نکل جاتا سندھ کی بڑی لہروں سے ملاپ کے سفر میں وہ کسی اینٹ پتھر کی پرواہ نہیں کر رہا تھا ہم کتنی ہی دیر کھڑے اس سفر اور حجر کی کشاکش دیکھتے رہے' سکوت کی وادی میں نغمۂ آب رواں سننے میں مصروف رہے۔

"عظمت شیخ رات کے اندھیرے میں صبح کے سفر کیلئے کیمرے باندھنے لگے "سفر اور زندگی میں رخت سفر باندھ رکھیں تو وقت سفر سہولت رہتی ہے"

ان کے مشورہ کے باوجود میں آنکھیں بند کئے کان کھول کر سفر اور حجر کا نغمہ سننے کیلئے خاموش لیٹ گیا۔

ماحول گرد و غبار زندگی سے پاک ہو تو چلتا پھرتا وقت بھی نظر آنے لگتا ہے اس سفر میں متعدد بار میں نے صبح سویرے وقت کو پہاڑوں سے اترتا ہوا اور چپکے سے پاس سے گزر کر زندگی کے بازار کی طرف جاتا دیکھا مہمان خانہ سے سکردو کا بازار اگرچہ کافی دور تھا لیکن کھلی کھڑکی کے سامنے سے گزرتا ہوا وقت نظر پڑ گیا اس کے ساتھ ہی بیڈ ٹی کی دستک ہوئی اور ہم وقت کی گرفت میں آ گئے لیفٹ واپسی میں سیاچن اور بلتستان نوردی کی گھڑیاں گن گن کر ان کی گٹھری باندھنے میں مصروف ہو گئے شیخ نے اپنی گٹھری اٹھا کر اس کے وزن کا اندازہ کرتے ہوئے کہا "بہت دن ہو گئے مجھے تو تین روز بعد کویت جانا ہے"

"اگر فوراً چل پڑنے سے ایک دو دن کم ہو سکتے ہیں تو چلیں ناشتہ کے ڈبے تو طیارے میں بھی مل جائیں گے"

"میرا مطلب ہے ہمیں جلد از جلد لاہور پہنچ جانا چاہئے"

"پائلٹ سے کہیں کے شرافت کی مانند وہ بھی ذرا کلی دبائے رکھے"

وہ دھیمی سی مسکراہٹ بکھیر کر خاموش ہو گئے۔

ناشتہ کی تقریبات جاری تھیں کہ رسومات روانگی کی ادائیگی کیلئے باوردی اور بے وردی دستے پہنچنا

ضربِ مومن

شروع ہو گئے اس گرما گرمی میں شیخ یہ بھی بھول گئے کہ تیں روز بعد انھیں کویت روانہ ہونا ہے۔

بھوی پیالے سے بلند ہو کر طیارے نے پوری طرح پر کھولے تو وادی ختم ہو گئی دریائے سندھ کے محافظ پہاڑوں کے ساتھ ساتھ طیارہ اوپر اٹھنا شروع ہوا تو ان کی چوٹیوں پر عجیب و غریب منظر نظر آیا پارے کی مانند شفاف اور چمکدار بہت بڑے بڑے سانپ بجلی کی سی تیزی سے ڈھلوانوں سے ہوتے ہوئے نشیب کی طرف دوڑے جا رہے تھے ان کے زمین تک پہنچنے سے پہلے پہلے ہم بادلوں کی آغوش میں پہنچ گئے۔

میں نے کھڑکی سے دور مشرق میں برف پوش چوٹیوں کی طرف نگاہ اٹھائی تو زہریلے سانپوں کی مانند بلکھاتے راستے بلندیوں اور پستیوں سے ہوتے ہوئے سندھ کے قدموں میں آ آ کر گرنے لگے ایک برفیلے سلسلۂ کوہ کے پیچھے سے سلطان ابو سعید عزم اور ارادوں کے اڑن کھٹولوں پر سوار نمودار ہوئے دوسری چڑھائی پر اس کے پانچ عدد بقیہ سپاہی زخمی پاؤں پر اپنے اپنے عمامے پھاڑ کر پٹیاں باندھ رہے تھے مجبور بلتی ذوگرہ افسروں کو اپنے کندھوں پر بٹھائے عمودی پہاڑوں سے چمٹے ہوئے تھے سکردو کے قلعہ سے ذوگرہ کرنل تھا پا دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور سر جھکائے برآمد ہو رہے تھے تیمور گو موڑ پر بریگیڈیئر فقیر اسنگھ کے سورماؤں کی لاشیں اور سامانِ حرب بکھرا پڑا تھا مجاہدین کارگل تک بقیہ بھارتی سورماؤں کا تعاقب کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے سیاچن کے مروم خور گلیشیر پر کرنل کمار نمودار ہوئے اور لیفٹیننٹ جنرل چبڑ کے دستے گلیشیر پیمائی کیلئے نکل پڑے جنرل محمد ضیاء الحق کے نظامِ اسلام اور ان کے میجر جنرل پیرواد کے نظامِ دفاع کے سارے وہ آگے بڑھتے رہے اور سیاچن کے پاکستان کی طرف کھلنے والے دروازوں پر دستک دینے لگے۔

فضائی میزبان نے "چائے" کا اعلانِ حق کیا تو سیاچن سے ضیاء الحق تک پردہ سکرین سے سب کچھ غائب ہو گیا ہوس احساس پر غالب آ گئی۔

فوجی گاڑیاں، سول سواریاں

شب بیدار   دربان کی نیند بھری آنکھوں میں حیرانی کے ڈورے اترنے لگے اتنے وافر اخبار نویس اور اتنا سویرے؟ "خدا خیر ہی کرے" اس نے دل ہی دل میں دعا کی۔ پیر و جواں 'مرد و زن' پیشہ صحافت کے شیر اور بکریاں لائن در لائن چلے آ رہے تھے وہ ہر ایک کا بڑی مسکراہٹ سے استقبال کرتا دزدیدہ نگاہوں سے ہر کسی کا لاؤنج کے آخری کنارے تک تعاقب کرتا۔ ایسا کرنا اس کی عادت اور پیشہ کی اخلاقیات کے منافی ہے مگر اتنے سویرے آنا اور اتنے سارے آنا اخبار والوں کی عادت اور پیشہ ورانہ اخلاقیات کے بھی تو منافی ہے۔ آیئے ذرا ان سے ہلکا پھلکا تعارف ہو جائے یہ بارضو شکل و صورت میں مقید مسٹر اقتدار ہیں وہ اقتدار نہیں جو کبھی کسی سے وفا نہیں کرتا وہ اقتدار احمد جو "ندا" کو بھی مذکر باندھتے ہیں اور یہ جو دوزانی ساڑھیلا ڈھالا لجلجی چوغہ ڈگمگاتا ہوا گزر گیا ہے اس کے اندر مسٹر عنایت اللہ چھپے ہوئے تھے جو گزشتہ بیس سال سے اپنی حکایات لکھتے لکھتے اپنے قلم کے نب کی مانند گھس پٹ گئے ہیں۔ ایک حکایت کی عنوان 'ایک لکھاری کی نام' ان سب سے سے بزرگ کو تو ساٹھ پینسٹھ سال سے خود بھی پتہ نہیں چل سکا کہ یہ ہیں کون جس دکاندار سے گزشتہ تیس سال سے سودا سلف خریدتے ہیں ان کے نام اور کام سے تو وہ بھی واقف نہیں ہم کیا بتائیں   یہ کون ہوتے ہیں لڑکپن میں گھر سے چلے تو گلے میں " جہلمی   " کی پھٹی ڈال لی کہ راستہ بھول جائیں تو جو دیکھے جہلم پہنچا دے نصف صدی سے وہ پھٹی اتارنے کی فرصت ہی نصیب نہیں ہوئی 'وہ جو چھوٹے موٹے قد کاٹھ کے بزرگ نما گزر گئے ہیں دھرتی پر اس انداز میں قدم ٹکاتے ہوئے جیسے دھرتی

زخمی ہو کا مرغ رحمان ہیں ان کا اصل پیشہ تو پاکستان ٹائمز سے جانا اور پاکستان ٹائمز میں واپس آنا ہے اسی پیشہ ورانہ مناسبت سے آئے گئے ز رحمان بھی کہلاتے ہیں چھوٹی عمر میں انہوں نے کیا تھا "صحافت کو پردہ سخن کا" اور اب وہی ان کا فن ٹھہر گیا ہے۔ یہ شوخ رنگوں اور پرجوش نگاہوں والی خاتون جو رک رک کر چاروں طرف کچھ تلاش کر رہی ہیں ' "کوئی ہے؟" کے انداز میں یہ شہد کی مکھیوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتی ہیں جسے بلی مکھی کہا جاتا ہے بلی مکھی کا نغمہ بہت سریلا اور ڈنک بہت زہریلا بتاتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ سلامتی گر خواہی برکنار است 'سیاست صحافت ادب فصاحت کھیاں قسم قسم کے پھولوں کا رس چوس کر شہد اور موم بناتی ہیں۔ اندر شہد باہر موم اوپر زہریلے ڈنک والی بلی مکھی 'جب لاؤنج میں ابھی کوئی بھی نہیں تھا اس وقت بھی وہاں ایک خاتون تشریف فرما تھیں لوگ آتے رہے بیٹھتے گئے اور وہ "میں" کی مالا جپتی رہیں یہ خاتون پشاور سے آئی ہیں اور تب سے پشاوری سطح کی باتیں کر رہی ہیں یعنی میں 'میں اور میں ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے شمال مغربی سرحدی صوبہ کے دارالحکومت کی یہ اکلوتی آبادی ہیں پاس بیٹھے ان کے عزیز کو ابھی تک یہ پوچھنے کا موقع نہیں مل سکا کہ اتنے بڑے شہر کی بقیہ آبادی آپ کی وجہ سے شہر چھوڑ گئی یا کسی اور آفت کی زد میں آ گئی ' یہ صاحب جو بھری سویر کو شام کی مانند ورت رہے ہیں مسٹر غیر سیاسی باتیں ہیں اور بڑے سے بڑے ہوٹل کو اپنا گراں سمجھتے ہیں یوں سیکسر سے مولانا بننے نکلے تھے لاہور پہنچے تو بالا ناتھ نے داڑھی مونچھ منڈوا کر ہاتھ میں صحافت کی ڈفلی دے دی 'یہ وہ دھیدو ہیں جس پر ہر کیدو فدا ہو جاتا ہے۔ یہ جب بھی اپنی غیر سیاسی ڈفلی میں پھونک مارتے ہیں بھینسیں سر ڈال کر گرد جمع ہو جاتی ہیں اور یہ جو لاؤنج میں اس انداز میں داخل ہوئے ہیں جیسے بل فائٹنگ کے اکھاڑے میں بل آئے یہ مسٹر اکرام اللہ ہیں پرانے فوجی اور نئے لکھاری ان کے اوور کوٹ کی جیبوں میں پاکستان اور افواج پاکستان کی ساری تاریخ کی پڑیاں بھری پڑی ہیں اگر غلطی سے بھی کسی کا ہاتھ ان کے سٹارٹنگ بٹن پر پڑ گیا تو انہیں مظاہرہ کر کے روکنا پڑے گا بعض دفعہ یہ گرمی سردی کی زیادتی میں بھی خود بخود سٹارٹ ہو جاتے ہیں اور جو کچھ جو کوئی سامنے آئے اسے روندتے چلے جاتے ہیں صحافت میں فوج کے اعزازی کرنل سمجھے جاتے ہیں چلو بہتر ہوا سفر اچھا گزر جائے گا اور ڈرائیور کو ریڈیو پر جھڑی خرچ نہیں کرنا پڑے گی۔ وہ جن صاحب کی گردن پر ان کی تحریروں کا اتنا بوجھ ہے کہ وزن سے کمر ٹیڑھی ہوتی جاتی ہے اور قدم ڈگمگا رہے ہیں یہ ایک ریٹائرڈ کرنل ہیں یہ کرنلی انہیں صحافت کی وجہ سے میسر آئی تھی اور صحافت میں واپس آ جانے کے باوجود ان کے رازدانداز پر غالب رہتی ہے ملک میں جب بھی فوج کی حکومت ہو یہ بہت خوش رہتے ہیں اپنی پارٹی کی حکومت کسے پسند نہیں ہوتی؟ فوج کے آخری حکمران اور حکومت کے جانے کے ان کی صحت اور صحافت پر بہت ناگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں آج اگر ملک میں جمہوریت نہ ہوتی تو یہ عزت مآب وزیر ہوتے فوج سے اپنی محبت کے شدید اظہار کے لئے اس لڑکھڑاتے انداز میں چل کر نہ آتے فوجی طیارے میں اڑتے پھرتے جمہوریت نے جتنا انہیں نقصان پہنچایا ہے پوری مسلح افواج کو نہیں پہنچایا ہو گا۔ مگر کیا کیا جائے قدرت کا

ایک اپنا نظام ہے اور تاریخ کا اپنا راستہ اس کے سامنے کون بند باندھ سکتا ہے؟! ان کے پہلو میں ان کے ایک اور ہم نفس "بزرگ" تشریف رکھتے ہیں وہ انہی کے انداز میں چل کر آ رہے تھے' وہ جو بار بار اپنی ریش مبارک کو سنوار رہے ہیں ان کے کندھوں پر ان کی اپنی تحریروں کا تو خدا کے فضل سے کوئی بوجھ نہیں مگر ان مشوروں کا وزن بہت زیادہ۔ ہے جو یہ جابر حکمران کو ہمیشہ حکومت میں رہنے کے آزمودہ نسخہ کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں مگر ان کی اور ان جابر حکمرانوں کی بدقسمتی کہ جس کسی جابر حکمران کو انہوں نے مشورہ دیا وہ خود تاریخ کے جبر کا شکار ہو گیا اور انہیں نئے سرے سے کسی جابر کی تلاش کرنا پڑ گئی حادثہ بہاولپور نے تو ان کی مشاورت اور لائن دونوں کاٹ دی تھیں جو ان کی خدمات اور تجربات کے باوجود ابھی تک بحال نہیں ہو سکیں جس کا درد ان کے دل کے راستہ گھٹنوں میں اتر آیا ہے اس شدید درد کے باوجود یہ چلے آ رہے ہیں خدا نظر بد سے بچائے 'یہ منہ اندھیرے جو کر چنے گزر گئے ہیں اردو صحافت کے مسٹر سویرے سویرے ہیں یہ اتنے سویرے نہیں رات کے اندھیرے میں جاگنے کے عادی ہیں آج سویرے سویرے جاگ جانے سے ان کی آنکھیں خمار آلود اور چہرہ غبار آلود سا ہے مگر فکر کی کوئی بات نہیں یہ جلد کھل جائیں گے دو چار جمائیاں توں بعد' وہ جو نہ دائیں نہ بائیں تشریف رکھتے ہیں صحافت کے ماسٹر جی ہیں ایک ہاتھ میں چاک دوسرے میں رجسٹر حاضری لیکچر شروع کرنے سے پہلے تختہ سیاہ پر سب سے اوپر اپنا نام اور کام لکھتے ہیں اس کے بعد اپنی ڈگریاں گنواتے ہیں اس کے نیچے گزشتہ سال ڈیڑھ سال کے اپنے ملاقاتیوں کی تفصیل لکھ کر "اچھا تو جیسا کہ میں گزشتہ ملاقاتوں کے بیان میں بتا رہا تھا" سے لیکچر شروع کرتے ہیں۔ پیریڈ کے خاتمہ پر چپڑاسیوں کو جمع کر کے انہیں گورباچوف کے نام اپنے تازہ مشورہ سے آگاہ فرما کر حکم دیتے ہیں کہ ہنری کیسنجر کا ٹیلی فون آئے تو کہہ دینا گھر پر نہیں ہیں مگر ابھی تو بہت سے خبر و اخبار نویس باقی ہیں' گفتنی اور ناگفتنی ان سب کو گننا شروع کر دیا تو ماحول مزید بوجھل ہو جائے گا ویسے بھی اب تو یہ خود ہی کھلنے لگے ہیں یہ اپنی شناخت خود ہی کرا دیں گے۔

لو وہ ایک فوجی دستہ بھی ہوٹل میں داخل ہو گیا ہے "لیفٹ رائٹ! لیفٹ رائٹ!" دربان انہیں دیکھ کر اور بھی پریشان سا ہو گیا ہے! استقبالیہ کی ڈیوٹی والے نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں "مارشل لا پھر تو نہیں آ گیا؟" یہ فوجی ان اخبار نویسوں کو اٹھا لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ اب تک انہیں رات کے اندھیرے میں صرف سیاست دانوں اور حکمرانوں کو اٹھا لے جانے کا ہی تجربہ تھا آج کا تجربہ دونوں فریقوں کے لئے نیا ہو گا۔ اس فوجی دستہ کی قیادت ایک فل میجر کر رہے ہیں طویل مگر عریض نہیں وہ ہر ایک سے نہایت ادب اور احترام سے مل رہے ہیں۔ فوجی دستہ کا جونیئر افسر اپنے باوردی سربراہ کو سول والوں سے اس احترام سے ملتے دیکھ کر پریشان دکھائی دیتا ہے اور بار بار اپنے کندھوں پر چمکدار پھولوں کو ٹٹولتا ہے۔ استقبالیہ کی ڈیوٹی والے بھی یہ خلاف روایت انداز ملاپ دیکھ کر ایک دوسرے کے کان میں سرگوشی میں کچھ کہہ رہے ہیں سوچتے ہوں گے مسلح افواج پر یہ وقت بھی آنا تھا۔

"آپ کون ہیں؟" پھولوں والا جونیئر افسر اچانک سوال کرتا ہے

"میں کون ہوں؟ یہی بات ہے مجھے خود بھی کوئی علم نہیں"

"میرا مطلب ہے آپ کیا کرتے ہیں؟"

"جو کچھ کوئی کروا لے"

اس کا دایاں ہاتھ ایک بار پھر اس کے پھولوں کی طرف اٹھ جاتا ہے انہیں اپنی جگہ پا کر وہ کچھ مطمئن ہو گیا ہے۔

"یہ لکھتے ہیں" ان کا بغیر پھولوں کے ساتھی انہیں مینشن میں دیکھ کر دخل اندازی کرتا ہے

"یہی تو میں پوچھ رہا تھا کہ کہاں لکھتے ہیں

"جہاں لکھنے کی گنجائش ہو" جواب آتا ہے

اپنے سینئر کو ادھر آتا دیکھ کر جونیئر افسر نے تفتیش ختم کر دی ہم نے "عید خیر دی آوے" کی دعا کی اور پہلے روزہ کے دن "گواچے چھنے" کو بھول گئے۔

اب لاؤنج کی جملہ میز کرسیاں آباد ہو چکی ہیں ہوٹل کے صبح بیدار مہمان ترچھی ترچھی نظروں سے دیکھتے گزر رہے ہیں کہ اتنے بے تکلف مہمان کسی لاؤنج میں کم ہی ملتے ہیں۔

"یار ہم جا کہاں رہے ہیں؟"

"اور یہ لے جا کیوں رہے ہیں؟"

"پہلے تو کبھی اس طرح نہیں لے گئے"

"پہلے کبھی ضرب مومن بھی تو نہیں ہوئی"

"ضرب مومن تو صرف نام ہی ہے"

"اصل میں کسی اور ضرب کی مشق ہے"

"ہاں کچھ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے"

"نہیں نہیں بالکل فوجی مشق ہے"

"آپ کو کیسے اندازہ ہوا؟"

"چونکہ فوج کا سربراہ نرا ہی فوجی ہے"

"جب تک ضرب نہ لگائیں سارے فوجی نرے فوجی ہی ہوتے ہیں"

"یار اب بھی تمہیں کوئی شبہ ہے؟"

"اب ہی تو شبہ پیدا ہوا ہے"

"اصل میں ہمیں ہر چیز پر شبہ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے"

"ضرب بھی مومن کی"

"اب تک جتنی بھی جمہوریت چلی ہے اس کی وجہ سے تو چل گئی ہے"

"یہی تو خطرناک بات ہے"

"اب اگر کوئی کہہ دے کہ دیکھ لیا آپ نے ہماری کوشش کے باوجود بھی یہ جمہوریت نہیں چلا سکے ہم کیا کریں ایسے ہوتے ہیں سیاست دان تو سب ہی مان لیں گے"

"ویسے اس میں کوئی شبہ بھی تو نہیں"

"اگر کوئی شبہ باقی چھوڑ دیں تو سیاست دان کیا ہوئے"

"یار تم بھی انہیں سیاست دان ہی کہتے ہو؟"

"میری مجبوری یہ ہے کہ مجھے ان کے لئے کوئی مناسب نام نہیں مل رہا ہے"

"پتنگیں لوٹنے والے جدھر ڈور نظر آتی ہے منہ اٹھا کر بھاگ دیتے ہیں"

"دو روپے کے پتنگ اور ڈیڑھ گز ڈور کی خاطر جان تک کی پرواہ نہیں کرتے"

"ڈیڑھ گز ڈوری؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہزاروں گز کے پلاٹ سونے کے پتنگ اگر تم ان کی لوٹ دیکھ لو تو ابھی ڈوری کے پیچھے بھاگ دو"

"بو کاٹا گروپ ہے یہ تو"

جتنے منہ اتنے تبصرے پھر اخبار نویسوں کے پاس تبصرے ہی تو وافر ہوتے ہیں۔ فوجی گروپ خاموش کھڑا اپنے اور دوسروں کے بارے میں تبصرے سن رہا ہے اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی ضرب مومن میں تھا۔

"آج کی خبریں کیا تھیں؟"

"میں نے تو اخبار بھی نہیں دیکھا ابھی آیا ہی نہیں تھا"

"آبھی گیا ہوتا تو تم نے کون سا دیکھنا تھا"

"دیکھ کر کرنا بھی کیا تھا اس میں "بو کاٹا" کے علاوہ ہوتا کیا ہے؟"

"ان کا کالم بھی تو ہوتا ہے"

"وہ ان سے یہیں سن لیتے ہیں انہیں یاد ہی ہو گا"

"بالکل نہیں سناتا اسے مفت میں"

"آپ فکر نہ کریں میں ان کی سیاست سمجھتا ہوں"

"چلو کسی کی سیاست تو سمجھتے ہو"

فوج سیاست میں ہو یا سیاست کے کناروں پر سیاست کے نام سے بہت بدکتی ہے گھبراہٹ میں سفر موسم کا بگل بجا دیا گیا۔ اپنی فہرست میں درج مہمانان ضرب کو شمار کیا اور نہ جاگ سکنے والوں کی سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ قافلہ سوئے سرگودھا روانہ ہو پڑا ہوٹل کے استقبالیہ اور دروازے والوں نے شکریہ

کے ہاتھ ہلائے ' نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ہی کوئی گلاس توڑا۔ اتنے مہمانوں کی رخصتی پردہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ گاڑیاں لاہور کی نیم بیدار سڑکوں پر نکلیں تو اندازہ ہوا کہ لاہور کی سڑکیں تو بہت کھلی کھلی ہیں ہم نے جلدی سے شیشے بند کر لئے۔ گاڑیاں ایک بار پھر بحث سے گونجنے لگیں۔ جملہ خواتین اور بیشتر بزرگ ہمارے والی گاڑی میں تھے شاید اسی صدمہ میں بشریٰ رحمن بالکل ہی گم سم بیٹھی تھیں کرنل اکرام اللہ نے دو تین دفعہ ذرا عمر رفتہ کو آواز دینے کی کوششیں بھی کیں مگر ان کی بزرگی کے احترام میں وہ پھر بھی خاموش رہیں اس محاذ سے باعزت پسپائی کے بعد وہ ضرب مومن کے میدانوں میں فتوحات کے جھنڈے گاڑتے ہوئے اپنے اور پاک فوج کے ماضی کے ویرانوں میں جا نکلے۔ اس محاذ پر ان کو روکنے اور ٹوکنے والا کوئی نہیں تھا ایوب خان ' یحییٰ خان ' موسیٰ خان ' ٹکا خان وہ ہر ایک پر اتنی شدید مومنانہ ضربیں لگا رہے تھے کہ پچھلی نشست پر دبکے ایک نیم زندہ بزرگ میں زندگی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ کرنل اکرام اللہ نے پاکستان کے فوجی معاملات میں امریکی مداخلت کے چشم دید واقعات کی ریل چلا دی تو وہ بزرگ مکمل طور پر زندہ ہو گئے ہمہ تن گوش بیٹھ گئے اب تک وہ سرگوشی کے انداز میں بات کرتے تھے اب بات کے انداز میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ اخبار نویسوں کی محفل میں اگر کوئی سرگوشیاں کرے تو اخبار نویسوں کو اس پر شبہ گزرنے لگتا ہے انہوں نے آپس میں ان بزرگ کے بارے میں سرگوشیاں شروع کر دیں۔ آئی اے رحمن اپنی نشست سے اٹھ کر ان بزرگ کے پہلو میں جا بیٹھے ہم نے جہلمی صاحب سے سرگوشی کی تو انہوں نے بتایا کہ موصوف امریکہ سے آئے ہیں پہلے پاکستان میں ہوتے تھے مگر چکے غربت میں جا کر ہیں اور کبھی کبھی اہل وطن کو اپنی چمک دمک دکھانے آ جاتے ہیں۔ امریکہ کے پالیسی ساز حلقوں میں پاکستانی اور فوجی معاملات کے ماہر کہلاتے ہیں اور گھوم پھر کر اپنی مہارت کے معجزے دکھاتے ہیں۔ ضرب مومن کا کٹھن سفر اسی شوق مہارت میں جھیل رہے ہیں اقبال احمد امریکی ماہر آئی اے رحمن امریکہ دشمن پھر یہ اتحاد ضدین کیسا؟ " آپ کو نہیں معلوم نئی عالمی منصوبہ بندی میں بہت سے معاملات پر امریکہ اور روس میں مفاہمت شروع ہو گئی ہے خاص طور پر اس خطہ کے بارے میں جس میں ہم رہ رہے ہیں افغانستان ' پاکستان اور بھارت کے بارے میں مفاہمت کے امکانات کافی روشن ہیں " ایک ساتھی نے انکشاف کیا دوسرے نے انہیں اس مفاہمت کو آگے بڑھانے چھوڑ کر سکھوں کے لطائف کا بیان شروع کر دیا۔ سکھوں کا ذکر ضرب مومن یا خالصتان کے حوالہ سے نہیں سردار خشونت سنگھ اروڑہ کے تازہ ترین دورہ پاکستان اور کشمیر کے بارے میں ان کے نئے لطائف سے شروع ہوا۔

" یار میں تو اسے صحافی سمجھتا تھا مگر وہ تو پورے بارہ بجے والا سکھ نکلا "

" بھارت کے صحافی حلقوں میں تو کوئی بھی اسے صحافی نہیں مانتا "

" اور کوئی سکھ اسے سکھ نہیں مانتا "

" جو یہ مشورے دے کہ کشمیر کے بارے میں بھارت نے اصولوں کی خلاف ورزیاں کی ہیں ' استصواب ہوا تو کشمیر پاکستان کے ساتھ مل جائے گا۔ اس لئے کشمیر کی بات نہ کرو کیونکہ ہمارا بھارت اب اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسے صحافی اپنا اور سکھ اپنے میں سے کیسے مان لیں ہر کسی کو اپنی عزت عزیز ہوتی ہے۔ "

" پاکستان سے جو کوئی دہلی جائے یہ اس کی خاطر تواضع کرتا ہے امیر آدمی ہے اس لئے پاکستان والے اسے صحافی اور ماہر مان کر بلا لیتے ہیں۔ "

" بھارت والوں کو بھی تو یہی شکایت ہے کہ پاکستان والوں نے اسے صحافی اور ماہر مان لیا ہے۔ "

" پاکستان والوں نے تو اور بہت سے افراد کو ماہر اور صحافی مان رکھا ہے اور انہیں امریکہ سے بلا کر پاکستانی صحافیوں میں شامل کر دیا ہے ان کے کیا کہنے ؟ "

" اور ہے بھی تو وہ اروڑہ سکھ اور اروڑے دکاندار ہندو ہوتے ہیں۔ "

" تبھی خشونت سنگھ اروڑہ اتنی کامیابی سے اپنی دکان چلا رہا ہے "

" اور بھارت سرکار کی پالیسیاں پاکستانیوں کے خرچ پر پاکستان میں بیچ گیا ہے "

عبدالقادر حسن نے بتایا کہ وہ بھی اس کا گرائیں ہے یعنی خطہ خوشاب سے تعلق رکھتا ہے اور وعدہ کیا کہ موقع ملا تو وہ ہمیں خشونت سنگھ کا آبائی گاؤں بھی دکھا دے گا

" خشونت سنگھ ہی کافی نہیں اب تم اس کا گاؤں بھی دکھاؤ گے ؟ "

سورج کافی سربلند ہو چکا تھا دسمبر کی سنہری دھوپ فصلوں اور درختوں کی سبزی پر چمکنے لگی تو یاد آیا کہ پاک فوج ابھی تک ناشتہ کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکی۔ خمار منہ بحث مباحثہ کی چمک بھی مدھم پڑنے لگی تھی مقام کا انتخاب اس راہ کے مستقل مسافر ملک عبدالقادر حسن پر چھوڑ دیا گیا کوئی ایسا مقام جہاں اوپن ایئر ناشتہ کیا جا سکے چھوٹے موٹے شہر اور قصبے آتے اور گزرتے رہے اور ملک صاحب ابھی نہیں کہتے رہے جس جدید طرز کے سر راہ ہوٹل پر انہوں نے گاڑیوں کی نکیلیں کھینچ لینے کا اشارہ کیا وہ ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کی ملکیت تھا کمپنی کا جو ڈرائیور اس جگہ گاڑی نہ روکے اس کی کارکردگی کے خانہ میں " خراب " لکھ دیا جاتا ہے کتنی سخت ہیں مسافروں کی تعزیریں ' جب ایک دھندا چل جائے تو دوسرے کو اس سے باندھ دیتے ہیں چیمبر آف بزنسز ' بیرے بھاگ بھاگ کر میزیں صاف کرنے لگے۔ مہمان بھاگ بھاگ کر ہاتھ روموں کے سامنے لائنوں میں لگنا شروع ہو گئے فوج والے یہاں بھی سول سے کچھ کھنچے کھنچے سے رہے مینجر سفیر البتہ ہر ایک کی مزاج پرسی کرتے پھر رہے تھے۔ ہوٹل والوں نے پہلی دفعہ فوج کو سول کی ٹہل سیوا کرتے دیکھا تو وہ اور بھی مودب ہو گئے۔ معلوم نہیں یہ کون ہیں سارے ہی ایک دوسرے سے بے تکلف ہیں سب ہی ایک دوسرے کو جانتے ہیں پہلے تو کبھی ایسا پرا کہ نہیں آیا۔ مسافر اپنا اپنا کپ اٹھائے باہر نکلنا شروع ہوئے تو بیرے غور سے واچ کرنے لگے یہ پہلے لوگ ہیں جو گھوم پھر کر ناشتہ کر رہے ہیں وہ کیا جانیں یہ دھوپ سینکنے کا بہانہ ہے اب مل ہی گئی ہے تو انجائے کیوں نہ کی جائے آنکھوں

کی تراوٹ کا سامان ہی ہو جائے۔ فوج کا امریکی مہمان ایک طرف اکیلا کھڑا ناراض ہو رہا تھا۔ "بیالیس سال ہو گئے ملک بنے مگر دیہات میں ابھی بھی لوگوں کے مکان کچے ہیں اتنا بیکورڈ علاقہ کھیتوں میں دیکھو دھول اڑ رہی ہے۔ اس رفتار سے تو بہت عرصہ لگے گا مگر کوئی حکومت اس طرف دھیان ہی نہیں دیتی فوجی حکومتیں ہر جگہ ایسی ہوتی ہیں" "کیسی ہوتی ہیں فوجی حکومتیں؟" ہم نے سوال کیا۔ "میں نے بہت سے ممالک کا دورہ کیا ہے جہاں جہاں بھی فوجی حکومتیں ہیں۔ ابھی پچھلے ماہ   سے ہو کر آیا ہوں سب جگہ ایک ہی حال ہے"۔ ان کا اپنا حال خراب ہونے لگا تو قافلۂ صحافت آگے چل دیا۔

ایک قصبہ سے گزر رہے تھے تو اول نشست پر خاموش بیٹھی خواتین نے پہلی دفعہ زبانیں ہلائیں "ہمیں کچھ فروٹ چاہئے"۔ پشاوری مہمان بولیں "ہمیں کیلے لا دو"۔ بشریٰ رحمٰن نے آواز دی دو چار دانوں کو چھوڑ کر تقریباً سب ہی پیرو جواں کیلے خریدنے کے لئے دوڑ پڑے واپس آئے تو ہر ایک کے ہاتھوں میں کیلوں کے لفافے تھے۔ لمبے سفر میں زبانیں چل چل کر تھک جائیں تو منہ چلانے کا وقفہ فرحت بخشتا ہے امریکی مہمان اپنے اڑوس پڑوس میں مونگ پھلی تقسیم کرنے لگے۔ دیسی مونگ پھلی امریکی انداز میں بٹتی دیکھ کر ہمیں امریکی سیاست میں مونگ پھلی کی اہمیت یاد آنے لگی افغانستان پر روسی فوجوں کی دوستانہ یلغار کے وقت امریکی صدر بین الاقوامی معاملات کی نسبت مونگ پھلی پالیٹکس کی زیادہ سوجھ بوجھ رکھتے تھے روسی فوجوں کو مار بھگانے کے لئے پاکستان کو اس صدر نے مونگ پھلی پلان پیش کر دیا تھا۔

"یہ سب امریکیوں کو مونگ پھلی کیوں اتنی مرغوب ہے؟"

"صدارتی نظام میں صدارتی اثرات گہرے ہوتے ہیں"

"فوجی حکومتوں کے لئے امریکہ کے مونگ پھلی پلان کی اہمیت کا آپ نے کبھی تجزیہ نہیں کیا؟"

"مگر پاکستان نے تو مونگ پھلی کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی تھی"

"اصل میں وہ خستہ اور بھنی ہوئی نہیں تھی کچی ہی مونگ پھلی اٹھا لائے تھے امریکی ماہر"

"مونگ پھلی بھی کہاں وہ تو کارٹر پھلی بیچنے آئے تھے"

"اگر وہ پھلی کارٹر کو وائٹ ہاؤس تک پہنچا سکتی تھی تو روسیوں کو دریائے آمو سے پیچھے کیوں نہیں دھکیل سکتی تھی"

"بس ذرا امریکہ کا مونگ پھلی راکٹ نشانہ مس کر گیا ورنہ افغانستان کے پہاڑوں میں آج مونگ پھلی ہی مونگ پھلی ہوتی"

"اور روسی فوجیں واپس جانے کی بجائے افغانستان میں مونگ پھلی کاشت کر رہی ہوتیں"

"اس سے مونگ پھلی کا معیار بھی گر جاتا روسی بے چارے جس چیز میں ہاتھ ڈالتے ہیں اس کا معیار برقرار نہیں رہتا۔"

کسی کا طنز کا تیر نشانے پر لگتا تو کسی کا ہدف کے پاس سے گزر جاتا۔ ناہموار گھومتی گھماتی سڑک پر

نشانہ لگانا ویسے بھی دشوار ہو جاتا ہے مگر امریکی ماہر نہایت خلوص سے مونگ پھلی کھاتا اور پھیلاتا رہا۔

چناب کے پل پر گاڑیوں کی لمبی قطار لگی تھی جو گر کر وپ اچھل کر گاڑیوں سے باہر آ گیا۔ گاڑی بند خواتین و حضرات تھوڑی سی کھڑکی سرکاتے سر نکال کر اپنے سے آگے والی گاڑی کو غصہ سے دیکھتے اور پھر راضی برضا ہو جاتے۔

"یہ پل وفاقی ہے یا صوبائی"

"اس کا تو پتہ نہیں توسیع وفاق والے کر رہے ہیں"

"اسی لئے کام کی رفتار سلو ہو گی"

"کہ گالیاں تو صوبائی والوں کو ہی پڑیں گی"

"یہ مسافر جلوس نکال لیں تو وہ کس کے خلاف ہو گا؟"

"لا اینڈ آرڈر کا شعبہ تو صوبائی ہی ہے۔"

"ان مسافروں کو معلوم بھی نہیں ہو گا کہ قصور کس کا ہے؟"

"اچھا تو یہ وفاق صوبے کو تنگ کر رہا ہے"

"وفاق مسافروں کو تو تنگ کر رہا، صوبے کا ہمیں علم نہیں"

"ہماری یہ روڈ مارچ بھی وفاقی ہے؟"

"سڑک صوبائی ہے اوپر مارچ وفاقی ہے"

"صوبائی سڑک پر وفاقی مارچ"

ضربِ مومن کی برکت سے ٹریفک جلد ہی کھل گئی ورنہ دائمی مسافر نے تو کئی کئی گھنٹے انتظار کی خوشخبری دے رکھی تھی۔ چناب کا پل مسافرانِ ضرب کی قدم بوسی کی سعادت سے محروم رہ گیا۔ پل پر پہنچتے ہی کوئی کپڑوں سمیت دریا میں کود گیا سوہنی کا کچا گھڑا تلاش کرنے کے لئے ٹھنڈے پانی میں غوطہ زن ہو گیا کوئی کناروں پر چمکتی ریت پر لیٹ گیا کسی نے معدوم ہوتی پہاڑیوں کے دکھ میں چٹانوں سے سر ٹکرانا شروع کر دیا کرنل اکرام اللہ فنِ عشق و مستی پر دریائی اثرات کے تجزیہ میں مصروف ہو گئے چناب نے ذاکر عشق کا بھی ساتھ نہ دیا ان کا تجزیہ ختم ہونے سے پہلے ہی چناب اور اس کا پل ختم ہو گئے۔

چہروں پر سے تاریخ کا گرد و غبار صاف بھی نہ کر پائے تھے کہ جغرافیہ سامنے آن کھڑا ہوا سنگین بدمزاج سنگی پہاڑیاں اور ان کے پہلو میں قادیان کیمپ۔

"یہ کیمپ اتنے ویرانے میں کیوں قائم کیا گیا؟"

"یہ لوگوں سے اتنا دور کیوں رہنا چاہتے تھے؟"

"چوہڑیاں دی ٹیری شریکاں نالوں وکھری"

"اس کیمپ کے عزائم پورے ہو جاتے تو کیا ہوتا؟"

منغس میں قدیم طرز کا ایک اور مزار

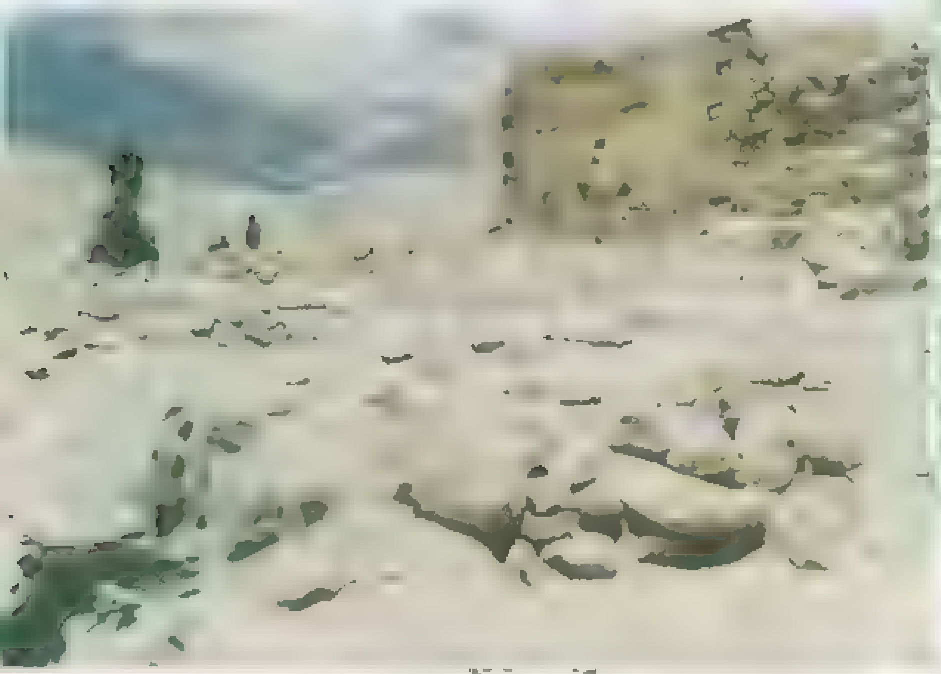

منغس میں قدیم قبرستان کا منظر

"یہ کیمپ اپنے عزائم کی آگ میں جل گیا"

"اس کی راکھ کے نیچے اب بھی چنگاریاں باقی ہیں"

مگر ہمیں نہ کہیں راکھ دکھائی دی نہ کہیں سے دھواں اٹھتا نظر آیا "ربوہ" کی گلیوں اور بازاروں میں باپردہ خواتین اور سڑک کے دوسری طرف سنگین خطہ زمین پر ربوہ والوں کی "جنت" وہ قبرستان جس میں قبر خریدنے کی استطاعت والے کو وہ جنت کا تحریری ضمانت نامہ فراہم کرتے ہیں پیسے میں کتنی طاقت ہے غربت کتنی بڑی مصیبت ہے کہ آدمی خواہ کتنا ہی اطاعت اور عبادت گزار کیوں نہ ہو محض تنگدستی کی وجہ سے "جنت" سے محروم رہ جائے۔

گاڑیوں کی رفتار تیز تھی یا ربوہ کی حدود محدود ' جلد ہی یہ موضوع بھی ہاتھ سے نکل گیا جیسے جیسے سرگودھا کی قربت کا احساس ہو رہا تھا فکر ایک بار پھر ضرب مومن کے نقطہ پر گھومنے لگی تھی ... امریکی ماہر اب بھی معدوم ہوتی پہاڑیوں کی چوٹیوں سے چپٹے ہوئے تھے جب بھی کوئی کرشمہ دکھائی دیتا وہ پاس بیٹھی خاتون کو اشارہ سے کچھ سمجھاتے پھر ایک کے بعد دوسرا ترشہ آنے لگا ان کی اشارہ بازی بھی ناکام ہو گئی۔

پہاڑیوں توڑ توڑ کر ان کی بجری بیچنا سرگودھا کی سب سے بڑی صنعت ہے۔ سرگودھا کے ارد گرد کی بہت سی پہاڑیاں اس صنعت کی نظر ہو چکی ہے باقی جو ہیں وہ بھی تیار کھڑی ہیں پاکستان کے اس حصہ میں جہاں پہاڑیوں کی پہلے ہی کمی تھی اس صنعت نے سارا لینڈ سکیپ بدل کر رکھ دیا ہے بعض جگہوں پر تو یہ احساس ہوتا ہے کہ دھرتی کے چہرے پر سے پہاڑیوں کی صورت جڑے ناک کان کاٹ کر پھینک دیئے گئے ہیں بے چارے سانگلا ہل کا تو نام ہی خطرہ میں پڑ گیا ہے اس کی اکلوتی "ہل" کٹ کٹ کر برائے نام ہی رہ گئی ہے وہ زمانہ بہت دور نہیں جب سانگلا اکیلا ہی رہ جائے گا۔ سرگودھا کے ارد گرد بھی اگر یہ صنعتی سرگرمیاں اسی آزادی سے جاری رہیں تو وہاں بھی آنے والی نسلوں کو ان کے بزرگ بتایا کریں گے کہ یہاں بھی پہاڑیاں کھڑی ہوتی تھیں جو اب لاہور کے گھروں کے فرشوں اور چھتوں میں دفن پڑی ہیں۔ اپنے ساتھی کے غم پہاڑ میں شامل ہونے کا سوچ ہی رہا تھا کہ ہماری گاڑی کے دونوں فوجی ڈرائیور اس کی غمگساری میں لگ گئے۔ امریکی ماہر گھوم پھر کر پہاڑیوں کے دشمنوں کے اعداد و شمار جمع کرنے لگے جب ایک بتانے والے نے انہیں بتایا کہ ایک دفعہ تو اس صنعت والوں نے فوج کے خلاف بھی جلوس مرتب کر لیا تھا تو انہوں نے ایک کی بجائے دونوں کان اس کی طرف لگا دیئے تیزی سے نوٹس لینے لگے مگر جب بتانے والے نے وضاحت کی اس جلوس مرتب کرنے کی وجہ کوئی جمہوریت سے محبت یا مارشل لا حکومت سے نفرت کا اظہار نہیں تھا بلکہ ایک پہاڑی کا تنازعہ تھا جسے فوج والے اپنی پیشہ ورانہ ضروریات کے لئے نابود کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے تو انہوں نے قلم منہ میں ڈال کر آنکھیں بند کر لیں۔ بات اتنی اچھی طرح بنتی بنتی خراب ہو گئی تھی۔ سرگودھا میں مزدوروں کا فوج والوں کے خلاف جلوس ان کے تجزیہ کو کتنا وزنی بنا سکتا تھا اور امریکہ میں کتنی دلچسپی سے پڑھا جاتا۔

سیاچن کے محافظوں کی ایک یادگار

راجہ خپلو کے محل کا بیرونی منظر

بلتستان کی نئی نسل) (مصنف)

سیاچن کے محافظوں کے ساتھ

دشمن کی اشتعالیہ گولہ باری کا جواب

اونچے پہاڑوں کا ایک سلسلہ

بلتستان کا ایک پہاڑی منظر

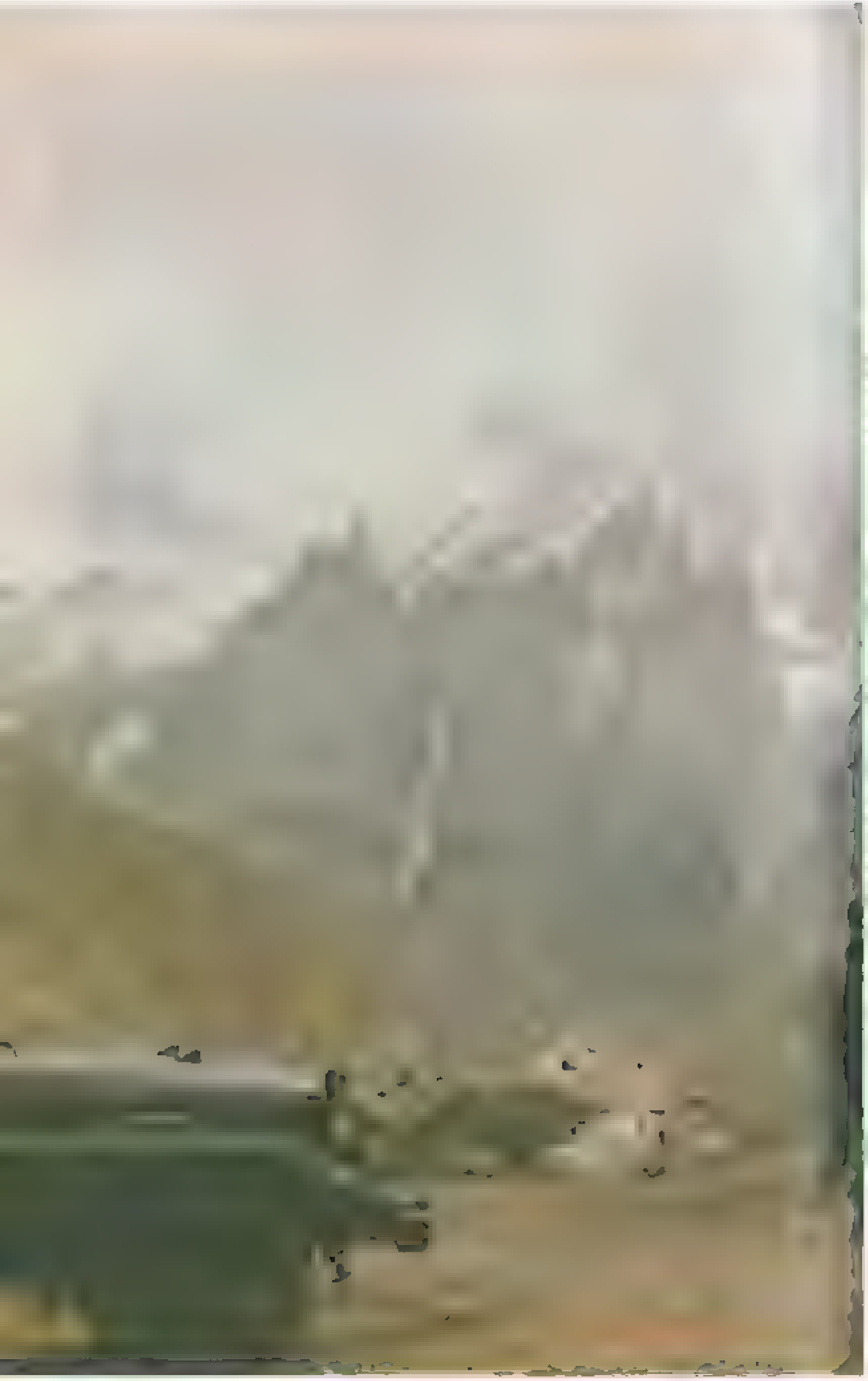

... ایک خاتون اخبار نویس گن شپ ہیلی کاپٹر میں

جنرل مرزا اسلم بیگ کی دعوت عام

فوجی مشق یا پبلک ریلیشننگ کی مشق؟

میرلینڈ کا کیمپ آفس

جنرل ذوالفقار اور ناز خاتون صحافیوں کے نرغے میں

منگلا جھیل پر غروب آفتاب کا منظر

منگلا جھیل سے قلعہ تغلبو کا منظر

... سیاچن کے محافظوں کے ساتھ

قلعہ تغلقو کے برج سے دریائے جہلم کا نظارہ

... قلعہ تغلقو کا اندرونی منظر

جس وقت ہمیں ضرب مومن کے کنٹرول کیمپ میں ہونا چاہئے تھا ہم سرگودھا سے پہلے ٹریکٹروں کے مستری سے فوجی گاڑی ٹھیک کروا رہے تھے۔

"اگر ضرب مومن والی گاڑیاں بھی ایسی ہی ہوئیں تو ضرب کی کامیابی کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں"

"چونے والا پنڈ پڑھیں ای نظر آ جاندا اے"

"اگر اسی گاڑی نے فوجیوں کو محاذ جنگ پر پہنچانا ہوتا تو کیا ہوتا؟"

"کچھ بھی نہیں ہوتا ایک ٹریکٹر ورکشاپ ساتھ کر دیتے۔"

گاڑی ایک خراب تھی اور زیر حراست دونوں گاڑیوں کے مسافر رکھے گئے تھے ایک مسافر نے قافلہ کمانڈر کے کان میں آہستہ سے کہا کہ وہ تندرست گاڑی اور اس کے مسافروں کو آگے بھیج دیں لیکن بات شاید زیادہ ہی آہستہ سے کہی گئی تھی۔ ٹریکٹر ڈرائیور گاڑی کے نیچے لیٹا رہا اور مسافر اردگرد کی دکانوں کے سامنے پڑی چارپائیوں پر لم لیٹ ہو گئے جب وہ لیٹ لیٹ کر بھی تھک گئے اور اٹھ کر پھر سے نخروں کی بازیاں لگانے بیٹھ گئے تو کمانڈر کو اندازہ ہوا کہ صورت حال نازک ہو جائے گی انہوں نے دوسری گاڑی کو اپنی کمان سے آزاد کر دیا۔ بشری، رمن اور ساتھنیں گاڑی خراب ہوتے ہی بزرگوں سے جوانوں کے گروپ میں منتقل ہو گئی تھیں لاہور سے سرگودھا تک کے سفر میں وہ ان کی بزرگی سے اتنی بور ہوئیں کہ ان کی گاڑی بھی چھوڑ دی۔

ٹریکٹر ورکشاپ سے چلے تو سورج سرگودھا کی چھتوں سے نیچے اتر چکا تھا۔ ایک پورا دن لاہور سے سرگودھا تک کے سفر میں خرچ ہو گیا تھا۔ کمانڈر کو اب کیمپ پہنچنے کی جلدی تھی سرگودھا والوں کو اس کا علم نہیں تھا جدھر سے نکلنا چاہتے آگے ٹریفک جام ہو جاتی ایک پُل پر ایک تانگے والے نے راستہ دیتے ہوئے فوجی نظروں سے فوجی ڈرائیور کی طرف دیکھا تو امریکی ماہر نے سرگوشی کی "دیکھا ناعام پبلک فوجیوں سے کتنی ناراض ہے"۔ دوسری سڑک پر بھی ٹریفک جام ملی تو انہوں نے سرگوشی کی "میرا خیال ہے یہ لوگ جان بوجھ کر فوجی گاڑی کا راستہ روک رہے ہیں"۔ ریڑھے تانگے اور ٹریفک پولیس والوں سے راستہ پوچھتے پوچھتے خالد کیمپ میں داخل ہوئے تو منتظمین خیموں میں تیل ڈال رہے تھے۔

نال منڈل کے کنارے چٹان پر کندہ مہاتما بدھ کا قدیم مجسمہ

کربِ مومن

خالد کیمپ میں داخل ہوتے ہی زمینی حقائق کی ترتیب بدلنے لگی، بے وزنی کی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی محسوس ہوتا تھا کہ کسی نامعلوم سیارے کے قذاقوں نے زمین کی گود سے اغوا کر کے اپنی چاندی بستی میں پہنچ دیا ہے۔ اجلی اجلی راہیں شفاف نگاہیں متین چہرے اور سلے سلائے ہونٹ زندگی کا بیشتر کام اشاروں کی مدد سے چل رہا تھا تحریری اشارے ' زندہ اشارے اور باوردی اشارے اخبار والے نیم زمینی مخلوق ہوتے ہیں اہل زمین کے مسائل اور مصائب ان کی کامیابیوں اور ناکامیوں ان کے ارادوں اور اعمال کے بارے میں ان کی معلومات نظریات اور تعصبات پر زمینی گرد کی تہیں چڑھی ہوتی ہیں جس قسم اور عمر کے اخبار نویس فوج والے پکڑ لائے تھے ان کی اکثریت تو خدا کی زمین سے بھی الگ تھلگ رہتی ہے۔ کمروں میں بند رہ کر لکھے لفظ اور سنی بات کی مدد سے زمینی زندگی کے حقائق کا اندازہ کر کے اپنے اپنے خیالات اور تعصبات کی آبیاری کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دماغوں کے نہاں خانوں میں جمے جمائے تعصبات کے آبگینوں کو ٹھیس پہنچے تو انہیں اپنے اپنے خون کا دباؤ کم ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اجنبی اور نادیدہ حقائق سے آمنا سامنا انہیں خوفزدہ کر دیتا ہے جیسے ان کی فکر و نظر کی خلوت گاہ میں کوئی نامحرم بلا اجازت گھس آئے اس چاندی بستی کی مخلوق کے بارے میں بھی ان کے خیالات اور تعصبات پر سالوں کی گرد جمی تھی اس لئے اس کی ہر ادا اور اشارہ انہیں اجنبی اور مشکوک سا معلوم ہوتا تھا مگر چاند بستی کے اشارچی اپنے ریشالیوں کے احساسات اور تعصبات سے بے خبر اشارے پہ اشارہ کئے جا رہے تھے۔

Scanned by iqbalkalmati @oneurdu.com

کئی قسم کے جانے اور انجانے ناموں اور کاموں کی تختیوں اور اشاروں کو عبور کرتے ہوئے گاڑیاں ایک بے چادر کی چاردیواری میں رک گئیں زبانیں پھر سے چل پڑیں۔ لاہور والے نے اسلام آباد والے کو گلے لگاتے ہوئے اس کے حال احوال کی بجائے "اب کتنے دن رہ گئے ہیں؟" کا سوال اٹھا دیا۔

"ایک دو دن میں مزید اندازہ ہو جائے گا" اسلام آباد والے نے اسی انداز میں مسکرا کر جواب دیا جیسے اسے پہلے سے ہی بقیہ دنوں کی اصل تعداد اچھی طرح معلوم ہو۔

پھر دونوں نے فوج اور اس کی ضربِ مومن کے بارے میں اپنے اندازیہ اتفاق پر مزید اتفاق کرتے ہوئے چاروں طرف بکھری دھرتی پر دوسری مخلوق کی بستی کا جائزہ لے کر مشترکہ اعلامیہ جاری فرمایا "اہتمام تو بے مثال ہے"

ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے تین بڑے قافلے خالد کیمپ میں وارد ہونے والے تھے۔ کراچی سے آنے والے قافلہ کو طیارہ میں بم کی افواہ پر کراچی میں ہنگامی لینڈنگ کرنا پڑ گئی تھی اور ہنگامی دروازوں سے اچھل کود کے دوران بعض اہل ابلاغ کو روحانی اور جسمانی زخموں سے دوچار ہونا پڑ گیا تھا۔ مسافران لاہور کے سفر کی کہانی ابھی اختتام پذیر ہو رہی تھی۔ اسلام آباد والا قافلہ پروگرام کے مطابق پہنچ گیا تھا اور ابتدائی بریفنگ سے گزر کر چھری کانٹے سے ضربات مومن لگا رہا تھا۔

"تسی وی آ گئے جے؟" ایک پنڈی وال نے کندھے اچکتے ہوئے لاہور والے سے پوچھا۔

"ہاں یار راستے میں گاڑیاں خراب ہوتی رہیں صبح کے چلے ابھی پہنچے ہیں"

"اسی تے ہوائی جہاز تے آئے آں" اس نے کندھوں کو ضربِ مومن کے انداز میں دو تین دفعہ مزید اچکایا۔

"تو بھی مراثیاں دی کڑی میلہ دیکھ آئی جے"

"پنڈی والا منہ لٹکا کر اسلام آباد والوں کی طرف چلا گیا۔

"جنگ پلیٹ سے فارغ ہوئے تو لاہور اور اسلام آباد والے گھلنے ملنے کی کوشش کرنے لگے۔ ضربِ مومن کے اسلام آباد پر اثرات اور اسلام آباد کا ضربِ مومن کے بارے میں رویہ وسیع و عریض فیلڈ لاؤنج میں رکھے ٹیلی ویژن کی سکرین پر ماسکو والے کوئی رنگین پروگرام دکھا رہے تھے مگر ابلاغ والے اپنے فطری رجحان سے مجبور اس سے لطف اندوز ہونے کی بجائے آپس میں ابلا غو ابلاغ ہو رہے تھے۔ کسی نے ٹیلی ویژن کی کنڈی مروڑ دی سکرین پر جرمنی حاضر کیا مگر ان کے رویہ میں پھر بھی تبدیلی نہ آئی تو میزبانوں نے پہلی بریفنگ کا بگل بجا دیا انہوں نے اتنا بڑا انتظام لگا کر رنگ برنگ اور ملک ملک کے پروگراموں کا اہتمام کیا تھا۔ یار لوگ اس میں دلچسپی ہی نہیں لے رہے تھے ان سے اس سے بہتر سلوک اور کیا کیا جا سکتا تھا۔

ضربِ مومن کی پہلی بریفنگ کے بارے میں بریفنگ کے بنکر میں داخل ہوئے تو بنکر بند میزبانوں نے نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا باہر گھپ اندھیرا اور اندر روشنیاں اور گرم جوشیاں وہ زیادہ دیر زمینوں

کو ہاتھوں پر اٹھا اٹھا کر زیر زمین بنکر میں لے جاتے اور باہر لاتے رہے چائے پانی پوچھنے لگے اور ہم بنکر کی دیواروں پر لگے رنگین پوسٹروں کی ورق گردانی میں مصروف ہو گئے۔

"جنگ ہو یا امن جان ہتھیلی پر"

"قوم کی بقا کے لئے وطن کے دفاع کے لئے"

"دفاع کرنے والوں میں شامل ہو جائیں"

"پاک فوج میں شامل ہو جائیں

پاک فوج کو آپ کی ضرورت ہے۔"

یہ کسی فوجی شاعر کی نثری نظم نہیں جنگی پوسٹروں کا نثری ترجمہ ہے "دفاع کرنے والوں میں شامل ہو جائیں" سے "پاک فوج کو آپ کی ضرورت ہے" تک کا مخاطب کوئی فوجی نہیں ہو سکتا وہ سب تو پہلے ہی پاک فوج میں شامل ہو کر اس کی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔

"یہ پوسٹر کس کو ترغیب دینے کے لئے لگائے ہیں؟"

"سلمری صاحب اور مصطفیٰ صادق کو"

"اسی لئے انہیں ہاتھوں پر اٹھائے پھر رہے ہیں۔"

ایک طرف کے پوسٹر پر

"دفاعِ وطن ہمارا عہد۔ خدمتِ قوم ہمارا جذبہ" لکھا تھا۔

"پاک فوج کے جذبات کے اظہار کا نمائندہ پوسٹر بھی مل گیا" اخبار نویس ہر بات میں استفسار کا پہلو ڈھونڈ لیتے ہیں۔

"یہ وطن کے عہد والی بات تو ٹھیک ہے مگر قوم کی خدمت کے جذبہ کا مطلب کچھ پلے نہیں پڑا"

"مطلب صاف ظاہر ہے دفاع کے وقت دفاع اور فارغ وقت میں خدمت"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ دو تین ہفتے تو قوم کی خدمت کے لئے یہ فارغ نہیں ہو سکتے"

"وہ تو انہوں نے دیوار پر لکھ دیا ہے"

"آپ بھی غور سے پڑھ لیں" اس ساتھی کی توجہ نوشتہ دیوار کی طرف مبذول کرواتے ہوئے دوسرے نے کہا جو اسلام آباد والے سے پوچھ رہا تھا کہ کتنے دن باقی ہیں۔

اصل بریفنگ ہال بھی زیر زمین ہی تھا مگر پہلے کی نسبت زیادہ پروفیشنل قسم کا تین دیواریں سپاٹ چوتھے پر چارٹ اور نقشے کرسیوں کی پہلی رو میں دو تین کرسیاں مخصوص اور باقی جس کے حصہ میں جو آئے قبضہ کر لے مخصوص کرسی سے ملحق کرسی پر قبضہ کی خواہش تو سب کی ہوتی ہے مگر کرسی ایک ہی ہوتی ہے اسی معذوری کی وجہ سے وزیر اعظم بے نظیر کی بریفنگ کے وقت ان کی کرسی سے ملحق اور اس سے ملحق کرسیوں پر ان کے مخصوص اخبار نویسوں کے نام کی چٹیں پہلے سے لگا دی جاتی تھیں تاکہ کوئی غیر مخصوص اہل

ابلاغ مخصوص کرسی کے قریب نہ آجائے لیکن فوج والوں نے ایسا کوئی اہتمام نہیں کیا تھا جس وجہ سے ان کے بعض سابقہ اور موجودہ مخصوص بندے کافی پریشان دکھائی دیتے تھے اور بار بار ادرگرد دیکھ رہے تھے کہ کوئی اٹھا کر مخصوص کرسی کے قریب پہنچا دے مگر یہ ضربِ مومن کا فیلڈ ہیڈ کوارٹر تھا "مردِ مومن" کا ایوانِ صدر تو نہیں تھا کہ اٹھانے بٹھانے کا عملہ بھی حاضرِ خدمت رہے۔ بریفنگ بنکر میں اٹھنے بیٹھنے کا سارا کام خود ہی کرنا پڑ رہا تھا پہلے ایک فوجی افسر آیا اس نے انتظامات اور اہلِ ابلاغ کو نظروں ہی نظروں میں وزن کیا اس کے بعد دوسرا اور پھر دو تین تیسرے افسرانِ کرام داخلِ بنکر ہوئے ان میں دو عدد جرنیل تھے مگر اپنے چہروں کی ملائمت سے ان میں سے کوئی بھی باقاعدہ جنرل دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کسی ایک کو دیکھ کر بھی اس قسم کی دہشت اور وحشت پیدا نہیں ہوتی تھی جس قسم کی مارشل لا والے چشتی اور ربانی قسم کے جنرلوں کو دیکھ کر ہوا کرتی تھی! اکڑی ہوئی گردن نہ تنی ہوئی چھاتی مونچھیں بھی بالکل ہی غیر فوجی پہلے ایک اٹھا اور اپنا تعارف کرایا "میں لیفٹیننٹ جنرل حمید گل ہوں" ایکسرسائز ضربِ مومن کا چیف امپائر۔ میں آپ کے سامنے ضربِ مومن کے بنیادی مقاصد بیان کروں گا یہ میرے ساتھی میجر جنرل تنویر حسین نقوی ہیں معاون امپائر بقیہ تفصیلات یہ بتائیں گے" یہ تو اتنا بتا کر نقشوں اور چارٹوں کی ضربِ مومن میں مصروف ہو گئے اور ہم ان کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ ہے وہ جرنیل جو کل تک مشرق و مغرب کے اخبارات اور اخبار نویسوں کا مشترکہ موضوعِ سخن ہوا کرتا تھا۔ امریکی سی آئی اے روسی کے جی بی اور بھارتی "را" کے تمام تر تیروں کا اکلوتا ہدف! اپنی سیاسی اور سرکاری مصروفیات سے وقت نکال کر اپنی وزیرِ اعظم اور اس کے معاونین بھی جس پر حسبِ توفیق نشانے لگاتے رہتے تھے پاکستان اور بھارت دو جنم جنم کے دشمن ممالک کے سربراہانِ حکومت جسے آئی ایس آئی سے الگ کرنے کی مشترکہ خواہش رکھتے تھے اور جس کی اس عہدہ سے علیحدگی پر ان دونوں نے مشترکہ اطمینان کا اظہار کیا تھا ہم نے جنرل حمید گل کی شکل و صورت اور اظہار و گفتار کا ہر زاویہ سے جائزہ لیا مگر ہمیں اس میں کوئی خوفناک یا خطرناک چیز نہیں ملی۔

اس تلاش میں ناکام ہو کر ہم نے ان کی بریفنگ کے "موٹے موٹے" نکات کو غور سے سننا شروع کر دیا ضربِ مومن کے ذریعے ہم اپنے نئے دفاعی نظریات کو آزمانا چاہتے ہیں اپنے افسروں کی صلاحیتوں کو ٹیسٹ کرنا چاہتے ہیں اور اپنی فوجوں کے پاس موجود ہتھیاروں کی افادیت کا میدانی ماحول میں اندازہ کرنا چاہتے ہیں" ان بنیادی نکات کے بعد انہوں نے ان کی بنیادوں کی وضاحت کی روسی فوجیں افغانستان میں آئی تھیں وہ واپس چلی گئی ہیں ان کے آنے جانے کی اس زحمت کی وجہ سے ہمیں نئے ہتھیار خریدنا پڑے دو محاذوں پر دشمن کی موجودگی میں زندہ رہنے کے نئے تقاضوں پر غور و فکر کرنا پڑا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ تھپڑ مارنے والے کا ہاتھ روکنا ہی کافی نہیں اس کا بازو مروڑ کر پیچھے لگانا ضروری ہے ورنہ ہم تھپڑ روکتے رہیں گے اور وہ تھپڑ مارتا رہے گا۔ یہ تو کوئی دفاع نہ ہوا اپنی پیشہ ورانہ فوجی اصطلاح میں انہوں نے اسے OFFENSIVE DEFENCE کا نام دیا عام زبان میں اسے ہم اینٹ کا جواب پتھر سے تو نہیں

کر سکتے البتہ سنگ اٹھانے والے کے دل میں اس کے ذاتی سر کی سلامتی کی خواہش بیدار کرنے کی کوشش کہا جا سکتا ہے۔ وہ تجزیہ حقائق کی بنیاد پر اور بات اعتماد کی قوت سے کر رہے تھے "افرادی قوت اور ہتھیاروں میں دشمن ہمیشہ ہم سے آگے رہے گا۔ مگر افرادی قوت اور ہتھیاروں کی زیادتی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جو چاہے کرتا پھرے ہمارے لئے اس من مانی کی جارحیت سے روکنا لازم ہے کہ ہمیں زندہ رہنا ہے اور ہم نے زندہ رہنے کا جو دفاعی نقشہ بنایا ہے اسے زمین پر پھیلا کر دیکھنے جا رہے ہیں"۔

جامع ملاقاتی کے مرحلہ میں اہلِ ابلاغ نے انہیں ضربِ مومن کے بریفنگ ہال سے نکال کر آئی ایس آئی کے ہیڈ کوارٹرز میں لے جانے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے یہ کہہ کر تمام کوششیں ناکام بنا دیں کہ میں اس عشق کی ہر واردات بھول چکا ہوں۔ جنرل تنویر حسین نقوی عمر کے میدان میں بھی ذرا کچے سے جرنیل معلوم ہوتے تھے لیکن فنی نوعیت کی بریفنگ میں وہ بہت پختہ نکلے فاکس لینڈ اور بلیو لینڈ کے اس ٹیسٹ میچ کے دونوں امپائر بڑے پختہ کار تھے بنکر سے نکل کر کھلی فضا اور گھپ اندھیرے میں آئے تو تقریباً سب کا اتفاق تھا کہ دونوں متحارب فریقوں میں سے کوئی بھی ان کے ایل بی ڈبلیو اور نو بال کے فیصلوں پر شبہ نہیں کر سکے گا۔

کیا مثنوی مولوی معنوی کا یہ شیریں مصرع اتنا خطرناک ہو سکتا ہے؟

کیا بلیو لینڈ فاکس لینڈ کا بازو مروڑنے کے قابل ہو چکا ہے؟

ہم اندھیرے میں ان دو سوالوں کے جوابات کی تلاش میں ٹھوکریں کھاتے چلے جا رہے تھے۔

فضا میں مٹی کی بھینی بھینی خوشبو پھیل رہی تھی۔ خلا میں سیاہ بادلوں کے دستے رکی کرتے پھر رہے تھے قدم پڑتے ہی مٹی اپنے نرم و نازک ہونٹ پاؤں پر رکھ کر درد تھکان چوسنا شروع کر دیتی۔ صبح کاذب کے اندھیارے میں چلے تھے اور رات کے اندھیرے تک مسلسل چلے جا رہے تھے۔ بریفنگ ہال سے کمپیوٹر سنٹر کا سفر کوئے یار سے سوئے دار کا مرحلہ معلوم ہونے لگا مگر اس روز کے لئے مقرر ضربیں ابھی پوری نہیں ہوئی تھیں جوابی کارروائی کے طور پر کسی نے بھی مرحلہ جنگ میں کمپیوٹر کی پیش رفت کے لیکچر میں دلچسپی ظاہر نہیں کی وہ بہت کچھ بتانے کے لئے بے تاب تھے کچھ بھی نہ سننے کے لئے بے چین ایک کمپیوٹر سیٹ میں کتنے ڈویژن فوج کیمپ لگا سکتی ہے ایک کمپیوٹر ایک سیکنڈ میں کتنے گولے پھینک سکتا ہے۔ ایک محاذ سے دوسرے محاذ تک کتنے وقت میں فوجیں پہنچا سکتا ہے۔ کنٹرول روم میں کمپیوٹر کے واسطے سے ایسے بہت سے سوالات ابھر رہے تھے اس قسم کے بہت سے جوابات کا وہ عملی مظاہرہ کرنے کے لئے لائن در لائن تشریف فرما تھے مگر ادھر تو ہر کوئی کمر سے پٹو کھولنے کے لئے بے دم تھا پاک فوج کے نو ساختہ کمپیوٹر ڈویژن کی صلاحیتوں اور میدانی کارکردگی اور اس کی استقبالیہ چائے میں بھی کسی کا دل نہیں لگا آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر کا تمام تر بوجھ ٹرکنگز ورکشاپ والے مستریوں کی گردن پر تھا جنہوں نے بہت سا قیمتی وقت اپنی صلاحیتوں کی نمائش میں لے لیا تھا ہمارا دستہ کو بھی اہلِ ابلاغ کی اس حالتِ زار کا احساس ہونے لگا تو

انسوں نے چائے کی سری پر سمجھوتہ کرا دیا۔

استقبالیہ لاؤنج کی الوداعی تقریبات سے فارغ بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ایک دفعہ پھر روانگی کا بگل گونجنے لگا گاڑیاں چلنے لگیں تو ایک باوردی آواز نے فوری طور پر گاڑی چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ لاہور والی گاڑی اور اپنے لاہور والے ساتھی۔ ہم سے کیا قصور ہوا؟ کسی بزرگ نے یہ شرط تو نہیں رکھ دی کہ اس "بور" کے ساتھ گزارہ نہیں ہو سکتا یہ پوچھنے کا وقت نہ تھا تعمیلِ حکم میں سڑک پر آن کھڑے ہوئے عنایت اللہ اور اقتدار احمد بھی بیگ کھینچتے آ رہے تھے۔

"آپ کو بھی نکال دیا؟"

"ہمہ یاراں دوزخ" انسوں نے بیک زبان نعرہ بلند کیا۔

ہماری ان سے یاری علم میں نہیں پوریت میں ہے اس سے پہلے کہ کوئی اور "بور" ہمہ یاراں کا نعرہ بلند کرتا ہوا کود جاتا۔ ڈرائیور گاڑی بھگا لے گیا ہمیں قریب ترین گاڑی میں دھکیل دیا گیا۔

"ہم کہاں جائیں گے؟" عنایت اللہ نے سانس درست کرتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں لے جانے والے لے جائیں گے"

"جہاں بھی جائیں گے اکٹھے جائیں گے" اقتدار احمد نے شرط پیش کر دی۔

"جہاں بھی لے جائیں گے اکٹھے جائیں گے" مشترکہ اعلامیہ جاری کر دیا گیا۔

سرگودھا شہر کی سڑکوں پر تھوڑا سا چکر دے کر گاڑی ریلوے سٹیشن پر ساکت ہو گئی۔ پلیٹ فارم پر اسلام آباد اور راولپنڈی کے جڑواں شہروں والا قافلہ لنگر ڈالے کھڑا تھا بیرونی ذرائع ابلاغ کے نمائندے وزارت اطلاعات اور نشریات کے کھڑپینچ فوج کی اوپر والی بیورو کریسی سب اسی پلیٹ فارم پر تھے۔ اندھیری شب میں ہم اپنے پورے قافلہ سے جدا ہو گئے تھے۔ وہ سوئے جنگ گامزن ہونے والے تھے اور ہم بطرف ارضِ بکھروہ بلیولینڈ جا رہے تھے ہمیں فاکس لینڈ لے جایا جا رہا تھا دوست دھرتی پر دشمن کا کردار ادا کرنے والی فوجوں کا اجتماع دیکھنے۔

گاڑی میں بوگیوں کی الاٹمنٹ پہلے سے طے شدہ تھی ہر کسی کی بوگی کا نمبر اور برتھ کی پوزیشن کے چارٹ اسلام آباد سے بنے بنائے آئے تھے۔ کسی ایک ہی بوگی میں تین برتھ نکالنا مشکل تھا اور ہمارا آپس میں ہمہ یاراں جنت دوزخ کا معاہدہ توڑنا ناممکن' فوج والے نہایت خندہ پیشانی سے اس مشکل صورت حال کا سامنا کر رہے تھے اپنی ڈار سے بچھڑے پنچھیوں کو بوگی بوگی لئے پھر رہے تھے۔ ایک مکمل طور پر مخصوص بوگی کی راہداری کی پیائش کر کے باہر کو چلے تو کسی نے پوری قوت سے اپنے کُپا میں کھینچ لیا حملہ تو اتنا اچانک تھا کہ نہ فوج والوں کو پتہ چل سکا نہ ہمارے ہمہ یاراں دوزخ کے معاہدہ والوں کو ہمیں بھی اس واردات کی سمجھ نہیں آئی جواس پر قابو پانے کے دوران میں کیا دیکھتے ہیں کہ کُپے کے فرش سے چھت تک ایک ہی چیز دوہری ہوئی کھڑی ہے اور خاموشی سے جہاں ہیں وہیں بیٹھ جانے کا حکم جاری فرما رہی ہے' بچپن

میں سنا کرتے تھے کہ ایک مخلوق ایسی بھی ہے جس کے پاؤں زمین پر ہوتے ہیں اور سر آسمان کو چھو رہے ہوتے ہیں وہ عام لوگوں کو بالکل نظر نہیں آتے اور بچوں کو سب کے سامنے سے اس انداز میں اٹھا لے جاتے ہیں کہ کسی کو پتہ نہیں چلتا ساتھ چلنے والے گھوم کر دیکھتے ہیں تو ایک ساتھی غائب ہوتا ہے وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ زندہ جاوید بندے کو کون اٹھا لے گیا' پاؤں فرش پر اور سر کپے کی چھت کو توڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہوا' ہمیں یقین ہونے لگا کہ ہمارے سامنے اسی مخلوق کا کوئی فرد موجود ہے ساتھیوں کے پیچھے چلتے ہوئے جس صفائی سے اس نے ہمیں اغوا کیا تھا جس حیران کن انداز میں کسی کو پتہ نہیں چلنے دیا تھا وہ کسی زمینی مخلوق کے بس کی بات نہیں ہم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو وہ دروازے کی چٹخنی چڑھا کر سامنے ہو گیا "اب تم یہاں سے جا نہیں سکتے آرام سے بیٹھو اور یہ پھل فروٹ کھاؤ" اس نے خشک اور تر قسم قسم کے میوے ہمارے سامنے چن دیئے ہم سکول میں پڑھتے تھے تو خبر آئی کہ ہمارے ایک پڑھے لکھے چچا معدوم ہو گئے ہیں شہر گئے تھے واپس نہیں آئے کئی ہفتے تلاش جاری رہی کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ زمین نگل گئی یا آسمان اٹھا لے گیا تھانہ پولیس سے بات دم دارو تک جا پہنچی اور ایک روز وہ جس طرح گئے تھے اسی طرح واپس آ گئے اسی خوشی میں والد صاحب سے ملنے آئے جو باتیں گھر والوں کو بھی نہیں بتائی تھیں دوست کو بتا دیں۔ مختصر یہ کہ انہیں کسی کو نظر نہ آنے والی مخلوق شیخوپورہ سے کوئٹہ اور اس سے آگے پہاڑوں میں لے گئی تھی وہاں وہ انہیں قسم قسم کے خشک اور تازہ میوے کھانے کو دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "اب آپ یہاں سے جا نہیں سکتے" کہیں ہمارے ساتھ بھی کوئی ایسی واردات تو نہیں ہو گئی؟ طرح طرح کے خیالات اور توہمات نے گھیرا ڈال لیا یہ نظر نہ آنے والی اور بندے چرانے والی مخلوق فوج ساتھ لے کر آئی ہے یا ویسے ہی فوجی گاڑی کا کپا خالی دیکھ کر قابض ہو گئی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ فوج والوں نے ہمیں اپنے قافلے سے جدا ہی اس لئے کیا ہو اور ہم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس جن کو طلب کر لیا ہو ہم نے درخواست کی کہ ہمیں اپنے ساتھیوں کو اطلاع کرنے کی اجازت دیں انسوں نے کہا آپ یہیں بیٹھیں میں پیغام بھجوا رہا ہوں' ہمارے چچا بھی بتایا کرتے تھے کہ جب وہ ان جنات سے کہتے کہ مجھے اپنے گھر والوں کو خط لکھ لینے دو تو وہ کہتے آپ انگور کھائیں انہیں ہم خود خبر کر دیں گے۔

"آپ اوپر والا برتھ پسند کریں گے کہ نیچے والا؟"

"ان دونوں برتھوں پر تو آپ ہی مشکل سے پورے آئیں گے" ہم نے انہیں ارض تا فلک دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ میری فکر نہ کریں میں چاہوں تو آدھے برتھ پر بھی پورا آ سکتا ہوں" انسوں نے بتایا۔

جنات کے بارے میں یہ بھی پڑھ رکھا تھا کہ زمین سے فلک تک پہنچتا اپنا جسم چاہیں تو سانپ کی آنکھ میں چھپا لیں ہمارے شکوک اور تفکرات میں اضافہ ہونے لگا دروازے پر ہلکی سی دستک سے ہمیں کچھ تسلی ہوئی۔

"کون؟" انہوں نے ایک ہی برتھ پر پھیلے پھیلے کرخت آواز میں پوچھا

"میں ہوں جی روح الامین" باہر سے آواز آئی۔

اندر جن اور باہر اس کا ملاقاتی روح الامین اپنی توری سی بھی تھانیوں اپی چلی گئی۔

اس نے چٹخنی کھولی تو نہایت اجلے اجلے لباس میں ملبوس روح الامین اندر آیا اور نہایت مودب انداز میں "کوئی خدمت میرے آقا؟" پوچھا

"کوئی خدمت نہیں تم ان کے ساتھیوں کو اطلاع کر دو کہ یہ ہمارے قبضہ میں ہیں"

"گرم پانی سے غسل فرمائیں گے یا سرد پانی سے" روح الامین نے پوچھا۔

"نہ گرم پانی سے نہ سرد پانی سے ہم ان سے پوچھ لو انہوں نے کچھ کرنا ہے تو" اس نے ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا۔

"ناشتہ کتنے بجے فرمائیں گے؟"

"ہم ناشتہ ڈائننگ کار میں کریں گے"

"کوئی کپڑا استری کروانا ہے میرے آقا؟"

"نہیں فی الحال نہیں"

"کوئی جوتا پالش کرنے والا ہے؟"

"ہاں یہ دونوں جوتے اٹھا لے جاؤ"

روح الامین ان کا اور ہمارا جوتا اٹھا کر باہر نکل گیا اور ہم ان کے باہمی مکالمے پر غور و فکر میں لگ گئے جہاں روح الامین یہ ڈیوٹی دے رہا ہے وہاں ہمارا انجام کیا ہو گا؟ گاڑی پلیٹ فارم سے جدا ہو رہی تھی اور ہم انہی تفکرات میں پڑے تھے۔ گاڑی چلتی رہی ہم سوچتے رہے پھر معلوم نہیں کب سرگودھا اور بھکر کے درمیان کسی سٹیشن سے نیند ہمارے کیبن میں آ داخل ہوئی۔

فاکس لینڈ کی گئوماتا

حکم ہوا "برتھ سے نیچے آ جائیں"

ہم نے تعمیل کی

"اس کھڑکی کا پردہ کھول کر باہر دیکھیں"

اس حکم کی بھی تعمیل کی۔

"کچھ نظر آیا؟"

"ہاں وہ پلیٹ فارم سے آگے فوجی جوانوں نے دیگیں چٹیلے میدانی چولہوں پر چڑھا رکھے ہیں"

"ان کے سروں سے آگے کیا ہے؟"

"ان کے مزید سر ہیں"

"سروں کے اوپر سے دیکھ کر بتائیں کیا نظر آ رہا ہے"

"مکان ہی مکان ہیں 'بھکر ہی بھکر ہے"

"ان مکانوں کے اوپر کیا ہے؟"

"ابھی تک کوئی بھی نہیں 'کچھ بھی نہیں"

"سورج کی روشنی نہیں نظر آ رہی؟"

"آ تو رہی ہے کچھ کچھ"

"اندر گرم پانی ہے جلدی سے کپڑے بدل کر تیار ہو جائیں"

Scanned by iqbalmt@oururdu.com

غسلخانہ میں نیم سرد پانی سے آدھی بالٹی لبالب بھری رکھی تھی۔ ہم نے جلدی جلدی ہاف ہاتھ کیا اور کپڑے بدل کر حاضر ہو گئے۔ وہ پہلے سے کوڈے کھڑے تھے۔ بلا کوئی مزید حکم دیئے دروازہ کھول کر چل دیئے۔ ہم نے اطاعت میں قدم بڑھا دیا۔ دل میں سوچتے جاتے تھے کہ کہیں یہ بھکر کی چھتوں پر دھوپ سینکنے تو نہیں جا رہے۔ ڈائننگ کار دیکھ کر تسلی ہوئی کہ خطرہ کی کوئی بات نہیں 'اندر پہنچے تو ایک خالی میز کی طرف اشارہ کر کے حکم دیا" بیٹھ جائیں وہاں " ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ ہی کیا تھا۔ دوسری کرسی کی طرف خود بڑھے تو ہم سوچ میں پڑ گئے۔ اتنی طویل ٹانگیں اتنی چھوٹی میز کرسی میں کیسے سمائیں گی۔ لیکن انہوں نے اس انداز میں اپنی ٹانگیں فولڈ کر لیں کہ ہمارا شبہ مزید تقویت پکڑنے لگا اردگرد کی میزوں پر شہر شہر اور ملک ملک کے اخبار نویس زبانی مشتوں میں جتے ہوئے تھے۔

"جب میں ایران میں تھا تا" انہوں نے بات شروع کی

ہمیں کوئٹہ سے آگے کے پہاڑی غاروں والے یاد آنے لگے ایران اس سے کوئی زیادہ دور بھی تو نہیں۔

"وہاں تو آپ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہو گا" ہم نے پہلی دفعہ لب کشائی کی جرأت کی

"بہت مشکل "ان دنوں ایران عراق جنگ زوروں پر تھی"

"وہاں بھی آپ لڑائی کے میدانوں سے ہی بندے اغوا کیا کرتے تھے"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" غصہ میں ان کی طویل گردن مزید طویل ہو گئی"

"مطلب یہ ہے کہ اسی قسم کی ڈیوٹی پر متعین تھے وہاں آپ؟"

"نہیں کافی مختلف ڈیوٹی تھی"

"اغوا شدگان کے کھانے نہانے کا اہتمام کرنے کی ہو گی؟"

"یہ تم بار بار کیا بکواس کر رہے ہو" وہ غصہ میں چلائے۔

ہم مزید دبک گئے۔ اردگرد کی میزیں کچھ زیادہ ہی بارد تھیں مگر گرد ہونے کے باوجود ڈائننگ کار میں کسی کو ان کے غصہ کا پتہ نہیں چلا۔ وہ بھی سُن رکھا تھا کہ یہ اس کو نظر آتے ہیں جس پر متعین ہوں ان کی بات بغل میں بیٹھا غیر متعلقہ بندہ بھی نہیں سن سکتا ہمارا شبہ یقین میں بدلنے لگا۔

باہر آئے تو گاڑیوں کا کانوائے تیار کھڑا تھا' ڈرائیور فوجی وردیوں میں کانوائے فوجی لباس میں۔

"اس گاڑی میں داخل ہو جائیں"

ہم گاڑی میں چپکے سے داخل ہو گئے۔

"یہ سیٹ آپ کو مناسب رہے گی؟" انہوں نے ایک سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

ہم کوئی جواب دیئے بغیر سیٹ سے چمٹ گئے تو وہ خود ساتھ والی سیٹ میں کُنڈلی مار کر دھنس گئے۔

ہمارے پچا نے بتایا تھا کہ انہیں اغواء کرنے والے شیخوپورہ سے کوئٹہ تک ان کے ساتھ والی سیٹ پر ہی

بیٹھے تھے۔

کانوائے بھکر کی سڑکوں پر گھوم پھر کر باہر نکلا تو نہ کہیں کوئی فوجی نظر آیا نہ فوجی کی ذات' سول زندگی اپنی روایتی چال سے چلی جا رہی تھی۔ یہ کیسا فاکس لینڈ ہے۔ یلیو لینڈ والوں نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے کہ فاکس لینڈ ان پر حملہ کرنے والا ہے اور اس کی اپنی پبلک کو ابھی تک اس کا علم ہی نہیں۔ شرق و غرب کے اہلِ ابلاغ البتہ پوری قوت سے جنگی مشتوں میں مصروف تھے۔ کسی عقبی نشست سے غلام طاہر کا لیکچر زوروں پر مگر ہم گردن گھما کر ادھر دیکھ نہیں سکتے تھے ہمیں اس انداز میں گم سُم اور مغضوب پا کر وہ وقفہ لیکچر میں چلائے "تم بھی رات کسی بازی میں تو شامل نہیں تھے" شہر شہر سے پرانے دوست اور ساتھی میدانِ جنگ میں اکٹھے ہوئے تھے اور اس جوشِ محبت میں ایک دو جگہ بازیاں چلتی رہی تھیں ہم پھر بھی خاموش رہے تو انہوں نے آواز دی "عباس ذرا انہیں جگانا"

ہمارے پڑوسی نے جواب دیا" جاگ تو رہے ہیں مگر شاید اپنے قافلہ سے جدائی کے غم سے نڈھال ہیں"

ہمیں خوشی ہوئی کہ وہ اوروں کو بھی نظر آ رہے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ ممکن ہے یہ صرف کوئٹہ والے کو ہی دکھائی اور سنائی دیتے ہوں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ غلام طاہر کی آواز میں ان کا کوئی اور ساتھی ان سے کوڈ ورڈز میں کوئی معاملہ طے کر رہا ہو۔

"اس قافلہ سے جدائی پر تو انہیں لڈو بانٹنا چاہئے کہ چار دوستوں سے ملاقات ہو گئی" کسی اور نے کہا۔

گاڑیاں میدانوں اور صحراؤں سے ہوتی ہوئی ایک فوجی کیمپ کے دروازے پر رک گئیں۔ کیمپ والوں کو پہلے سے ہی اطلاع ہو گی وہ خالی ہاتھ استقبال کیلئے تیار کھڑے تھے' گاڑیوں سے باہر نکلے تو سول اور فوج والے ایک دوسرے میں گڑبڑ ہو گئے۔ ہم نے ان کی اس مصروفیت کا فائدہ اٹھا کر اور اپنے پڑوسی کی نظریں بچا کر غلام طاہر کو ڈھونڈا" یہ آپ کا عباس کون ہے؟"

"یار وہی عباس گل" اس نے دھیمے انداز میں بتایا

"مگر وہ تو اتنا زیادہ دراز نہیں ہوتا تھا"

"دراز تو پہلے بھی اتنا ہی تھا کرسی اتنی بلند پر نہیں ہوتا تھا اس لئے اب تمہیں وہ ضرورت سے زیادہ اونچا معلوم ہوتا ہے" اس نے بے نیاز سے انداز میں کہا۔

اچھا تو یہ عباس گل ہے؟ ہم نے اپنے آپ سے کہا اسی لئے گرم اور ٹھنڈے ہر قسم کے پانی سے پرہیز کرتا ہے کہ کہیں گیلا ہی نہ ہو جائے۔

"مگر میں نے تو کبھی اس سے کوئی زیادتی نہیں کی"

"کیا کہتا ہے یہ؟"

"اس نے رات سے مجھے یرغمالی بنا رکھا ہے"

"عباس یار تاوان میں مجھے رکھ لو اور اسے رہا کر دو"

"یہ نہیں ہو سکتا" گل نے تاوان بھی مسترد کر دیا۔

"تم کہتے ہو کوئی زیادتی نہیں کی، انٹرل پبلسٹی نے سہرا اسے تم زیادتی نہیں کر رہے تو کون کر رہا ہے۔ آئندہ نیک چلنی کی ضمانت دے دو ہم رہا کر دیتے ہیں" ایک آواز آئی۔

"اس کا ضامن کون بنے گا؟ ہے کوئی ایسا تو ہاتھ کھڑا کرے" دوسری آواز آئی۔

کسی طرف سے کسی نے کوئی ہاتھ کھڑا نہیں کیا

"اس کا پبلسٹی وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں یہ قابو بہت دیر بعد آیا ہے" گل نے ہمارے گناہ کی نوعیت بیان کرتے ہوئے کہا۔

فاکس لینڈ کے زیر زمین کنٹرول روم میں بہت سے فوجی نوعیت کے نقشے آویزاں تھے جن نقشوں پر جگہ جگہ سرخ اور سبز نشان بنے تھے۔ کہیں تیر کا نشان کہیں جھنڈیاں جنرل حمید گل کے کنٹرول روم سے نہ صرف یہ روم بڑا تھا بلکہ نقشے اور نشانات بھی بہت قسم کے تھے۔ فاکس لینڈ کی بجائے ان نقشوں میں میدانی فوجوں کے اجتماع اور متوقع جوابی حملوں کے راستے دکھائے گئے تھے۔ ان حملوں کو روکنے کی فوجی چالوں کے اشارے موجود تھے۔ ہمیں یہ کبھی فوج کی چالیں سمجھ آئی ہیں نہ اشارے وہ بولتے رہے اور ہم سنتے گئے انہوں نے اپنے علاقہ کی سپلائی چوڑائی بتائی اہم سڑکوں، آبی شاہراہوں اور ان کے پلوں کی نشاندہی کی اور صاف صاف کہہ دیا کہ "خواہ کچھ بھی ہو ہم بلیولینڈ کو معاف نہیں کریں گے" اور وہاں پر پائے جانے والے سیاسی عدم استحکام سے فائدہ اٹھانے کا سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے" انہوں نے بتایا کہ دشمن کی نسبت ان کے پاس فضائی دفاع کا بندوبست بہت اچھا ہے وہ بلیولینڈ کی فضائیہ کو اب دشمن کی طرح ٹھیک ٹھیک نشانے نہیں لگانے دیں گے۔ وہ اپنی فتح کے اتنے زیادہ پُرامید تھے کہ غلام طاہر کو پوچھنا پڑا کہ "آپ اس فتح کا جشن کیسے منائیں گے؟" مگر انہوں نے یا تو جنرل چودھری کی پیروی کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا یا پھر پہلے سے اس راز کو افشاں نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ اتنے طویل آدمی کا یہ شدید سوال ہضم ہی کر گئے۔ غلام طاہر کو بہت مایوسی ہوئی۔

چائے پانی کے دوران ہم نے فاکس لینڈ کے ایک فوجی افسر کو اعتماد میں لے کر پوچھا کہ آخر آپ بلیولینڈ سے لڑنا کیوں چاہتے ہو؟ اب تو لڑائی ہے بھی بہت مہنگی دنیا بھر میں فہم و تفہیم کا دور دورہ ہے اور آپ جنگ کیلئے میدان جنگ میں نکل آئے ہیں آخر اس جارحیت سے آپ حاصل کیا کریں گے؟" اس نے ہمیں ایک طرف لے جا کر آہستہ سے کہا کہ بنیادی چیز تو ہمارا بلیولینڈ کے ساتھ نظریاتی اختلاف ہے اور ہمیں اپنے نظریات اتنے عزیز ہیں کہ ہم ان کے لئے کسی بھی ملک پر حملہ کر دیا کرتے ہیں۔ بلیولینڈ کو ہماری اس عادت کا علم ہے اس کے باوجود وہ اپنے نظریات چھوڑنے اور ہمارے نظریات قبول کرنے پر تیار نہیں وہ ہیں ملک کو طاقت کے ذریعے اپنا نظریہ اور نظریات منوانے کے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں رہ گیا دوسرے

ہمارا ان سے زمین کا تنازعہ بھی تو ہے اور ہم اس متنازعہ زمین سے دست بردار ہونے پر کسی صورت تیار نہیں۔ یہ ہمارا اٹوٹ انگ ہے اور ہم اس "انگ" کیلئے اپنے انگ انگ کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔ ہم نے انہیں بتایا کہ جب عظیم تر برطانیہ نے نظریاتی اختلاف کی وجہ سے ہٹلر اور اس کے جرمنی سے جنگ کی تھی تو اس کے مقبوضات پر کبھی سورج غروب نہیں ہوا کرتا تھا لیکن ادھر اس نے ہٹلر کو شکست دی ادھر اس کی سلطنت کی عظمت سکڑنے لگی اور اب سمٹ سمٹا کر اپنے جزیرے میں پناہ گزین ہو گئی ہے۔ نصف صدی ہونے کو آئی ہے مگر انگریزوں کے ذہن و معیشت پر سے اس کے اثرات امریکہ کی سرپرستی اور امداد کے باوجود دور نہیں ہو سکے۔ اب وہ کھل کر کہتے پھرتے ہیں کہ ہم نے جنگ تو جیت لی مگر اس جیت میں اپنی سورج کے طلوع و غروب سے بے نیاز سلطنت ہار گئے کیا تمہیں اس کا احساس نہیں کہ اس جنگ کے آپ کی غریب معیشت اور رعایا پر کیا اثر پڑے گا۔ ہم نے گھوم پھر کر دیکھا ہے کہ لوگ غریب ہیں، انہیں علاج معالجہ، تعلیم، رہائش اور پینے کا پانی تک تو میسر نہیں" آپ یہ جنگ پر خرچ ہونے والی رقم اپنی آبادیوں کی فلاح و بہبود پر کیوں خرچ نہیں کر دیتے۔ اگر تم ان کے خون پسینے سے اپنے جذبہ جنگ کی آبیاری میں لگے رہے تو وہ دن بھی آ سکتا ہے جب تمہارے مقبوضات میں بھی آزادی کی لہر دوڑ جائے، آخر آپ روس سے بڑی فوج تو جمع کرنے سے رہے" اس نے جواب دیا "ہم پیشہ ور سپاہی ہیں ہمارا سیاست اور آپ کی سیاسی باتوں سے کوئی تعلق نہیں بہتر ہے آپ ہم سے کوئی فنی نوعیت کا سوال کریں"۔ "آپ کا نظریاتی اختلاف اور بلیولینڈ میں سیاسی عدم اعتماد آپ کے کون سے فنی نوعیت کے موضوع ہیں؟" ہم نے پوچھا تو انہوں نے آہستہ سے کہا "آپ کیلئے دوستانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ خاموشی سے پکوڑے کھائیں کسی سیکورٹی والے نے آپ کی باتیں سن لیں تو بلیولینڈ کا جاسوس سمجھ کر پکڑ لے جائے گا"

فاکس لینڈ کے پکوڑے بڑے مزیدار تھے، چھوٹے چھوٹے نرم و نازک و رنگین۔ ہمارے قافلہ میں شامل مرد حضرات کی زیادہ توجہ پکوڑوں کی طرف رہی اور خواتین کی فاکس لینڈ کے کمانڈروں کی طرف ایک سفید "لیلی" اور ان کی ذرا تیز نقوش والی ساتھی تو جہاں ذرا معقول قسم کا کمانڈر نظر آتا سب کچھ بھول جاتیں۔ فوج والے بھی انہیں خواتین اور غریب الدیار سمجھ کر کچھ زیادہ ہی اٹینڈ کرتے تھے۔ مشرقی قافلہ والوں کو پیشگی خبردار کیا گیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ ٹیپ ریکارڈر نہیں لے جا سکتے مگر یہ گوریاں نہ صرف کھلے عام ٹیپ ریکارڈر اٹھائے پھرتی تھیں بلکہ ہر کمانڈر کے منہ سے لگا دیتی تھیں اور کمانڈر بھی گوریوں کی دلجوئی کیلئے ہر سوال کا جواب ریکارڈ کرانا لازمی سمجھتا تھا۔ جو وہ پوچھتی تھیں ان کی دلچسپی ضرب مومن کی مشقوں میں کم اور پاکستان میں فوج کی سیاست اور حکمرانی میں زیادہ تھی۔ گوری گوری وزنی لیلی تو کچھ زیادہ ہی اور بولتی بوقت ضرورت ہی تھی اور ٹیپ ریکارڈر چلا رہی تھی مگر ان کی ہلکی پھلکی ساتھی اتنی زیادہ بھاگ دوڑ کر رہی تھی کہ پہلی منزل میں ہی زکام کی زد میں آ گئی۔ ہمارے قافلہ میں کچھ پاکستانی خواتین بھی تھیں۔ بریفنگ کے دوران ان میں سے ایک روایتی انگریزی کی مشقوں میں کافی دلچسپی لیتی تھیں لیکن پکوڑوں کے محاذ پر انگریز

خواتین کو تنہا چھوڑ دیا جاتا جو اپنی پیشہ ورانہ ضربوں میں مصروف ہو جاتیں۔ پاکستانی افواج کی تاریخ کی سب سے بڑی مشقوں میں پاکستانی خواتین و حضرات کی نسبت ان کی دلچسپی بہت زیادہ تھی اور رویہ زیادہ پیشہ ورانہ ہوتا۔

زیر زمین بریفنگ کے بعد بالائے زمین لڑائی کے عملی نقشہ کے مشاہدہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ کچے پکے راستوں اور بستی کے مارو تھل کے ٹیلوں سے ہوتے ہوئے ایک وسیع و عریض ریتلے جل تھل کے دامن میں گاڑیاں روک دی گئیں آگے چلنا ان کے بس میں نہیں تھا اور فوج والوں نے اونٹوں کا کوئی اہتمام نہیں کیا تھا فوجی قائدین کے قدموں اور ریت در ریت راستوں پر چلتے ہوئے ایک بلند ٹیلے پر پہنچنے سے پہلے وہ ایک سرنگ میں داخل ہو گئے۔ ریت میں بنی اس خم در خم سرنگ کو اوپر سے مکمل طور پر کیموفلاج کر دیا گیا تھا ریتلی سرنگ میں جو ہر دو چار گز کے بعد مختلف زاویوں پر گھوم گھوم جاتی تھی کوڈے ہو کر سب خواتین و حضرات ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلے جا رہے تھے ٹیلے کی چوٹی کے پاس سرنگ سے برآمد ہوئے تو ایک بریگیڈیئر صاحب استقبال کے لئے موجود تھے۔ سیاچن کے سفر میں وہ ہمارے ہم ایلی کا پچڑہ چکے تھے۔ برف کے صحرا پر ان کا موضوع نیم سیاسی تھا اس وقت فوج کا سربراہ مکمل سیاست میں تھا۔ ریت کے صحرا میں وہ خالص فوجی اصطلاحات کا استعمال کر رہے تھے۔ اب فوج کا سربراہ مکمل فوجی بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹیلے کے اردگرد زیر زمین کنٹرول روم اور مورچوں کی گردش کے بعد وہ اپنے منصوبہ کی

باریکیوں پر روشنی ڈالنے لگے۔ انہوں نے نقشوں کی مدد کے بغیر بتایا کہ وہ مظفر گڑھ میانوالی روڈ کو بلیو لینڈ کے جوابی حملہ میں محفوظ رکھنے کے لئے صحرا نشین ہیں۔ ان کے ذمہ چالیس کلومیٹر چوڑا اور چالیس کلومیٹر ہی لمبا حصہ صحرا کا مکمل دفاع کرنا ہے۔ اس کیلئے ہر قسم کا اسلحہ اور پانچ بٹالین فورس فراہم کر دی گئی ہے۔ اس پورے محاذ پر انہوں نے زمین کی چھاتی سے ٹینک شکن بارودی سرنگیں باندھ دی ہیں اور ہر قسم کے جوابی حملہ کو پورے پچیس گھنٹے روک سکتے ہیں۔ اس مدت میں ان کو مزید کمک نہ بھی ملے تو بھی بلیو لینڈ کو اتنی دیر روک کر وہ متبادل دفاع کے لئے کافی وقت فراہم کر سکتے ہیں اور جوابی حملہ کرنے والی بلیو لینڈ کی انفنٹری اور آرمرڈ دستوں میں علیحدگی کرا سکتے ہیں۔ میدان جنگ میں انفنٹری اور آرمرڈ والوں میں علیحدگی دشمن کا اہم ترین منصوبہ ہوتا ہے۔ اخبار نویس سوال کر کر کے اور بریگیڈیئر شمس جواب دے دے کر ادھ موئے ہو گئے تو ان کا عملہ ریت کے نیچے سے گرم گرم چائے اور پکوڑے نکال لایا۔ ریت کے نرم و نازک سینے پر میدانی میزیں پھیلا دی گئیں۔ آگے ریت پیچھے ریت دائیں ریت بائیں ریت اوپر ریت نیچے ریت ٹھنڈی ہوا اور سنہری دھوپ ماحول شاعرانہ اور بات چیت جارحانہ سامنے ریت کی چڑھتی اترتی بلندیوں پر دراز مائین فیلڈ اور کانٹے دار تار کے دائرے' وہاں اندازہ ہوا کہ میدان جنگ بھی رومانٹک ہو سکتا ہے "آپ نے بلیو لینڈ والوں کا کوئی جاسوس بھی پکڑا ہے" ایک اخبار نویس نے اچانک موضوع بدل دیا۔

"ہاں ایک دو جاسوس ہماری گشتی پارٹیوں نے پکڑے ہیں"

"ہم ان سے مل سکتے ہیں؟"

"نہیں وہ سکیورٹی والے لے گئے ہیں"

"کس مقصد کے لئے؟"

"ان سے بلیو لینڈ کی فوجوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی خاطر"

"آپ نے بھی کوئی جاسوس بھیجے ہیں؟"

"یہ تو ہم آپ کو نہیں بتا سکتے"

"گوریاں دی جوڑی" اس محاذ پر کافی غمزدہ سی رہی انہیں شاید کسی نے بستی کے صحرائی سفر کی تفصیل بتا دی تھی یا پھر بات چیت خالص فوجی تھی اور اسے نچوڑ کر اس میں سے سیاست کا عرق نکالنا ممکن نہ تھا ورنہ بریگیڈیئر شمس کافی سمارٹ افسر تھا۔

فاضل کے بعد ہماری منزل سرائے مہاجر تھی اسی قسم کے ریتلے رستوں سے ہوتے ہوئے کیمپ کنارے پہنچے تو گاڑیاں پھر سے رک گئیں سڑک اور کیمپ کے درمیان ایک دفعہ پھر ریت سینہ تان کر لیٹ گئی تھی۔ فوجی تو اس پر پھدکتے جا رہے تھے مگر اخبار و ابلاغ والے مدھم پڑ گئے تھے۔ کیمپ نشینوں نے ان کی حالت دیکھ کر اول طعام کا اعلان کر دیا ماحول نہایت ہی دل آویز تھا ایک طرف گنے کے کھیت تھے جن کے ساتھ ساتھ اونچے درختوں کے نیچے نیم دروں نیچے بیروں قسم کے چھوٹے چھوٹے خیمے نصب تھے۔ خیموں اور ڈائننگ ہال کے درمیان میں کتوں اور مالٹے کا باغ مہک رہا تھا۔ سرکنڈے اور درختوں کی سوکھی شاخوں کی دیواروں والے دس پندرہ کنال کے مختصر سے ڈائننگ ہال کے فرش پر گھاس پھونس کا بھاری قالین بچھا تھا جس پر سٹیل کی ہلکی پھلکی کرسیاں رکھی تھیں۔ ہال کے ساتھ ہی کچن تھا جس کی دیواریں اور بھی اعلیٰ قسم کے سرکنڈے کی بنی تھیں۔ ذرا فاصلے پر قطار اندر قطار باتھ روم اپنے سروں پر ترپالیں اوڑھے کیموفلاج کی پوزیشن میں کھڑے تھے۔ ڈائننگ ہال کے آخری سرے پر لاؤنج میں نماز کے لئے قالین بچھا دیئے گئے تھے۔ کچن اور باتھ روموں کے پچھواڑے دور دور تک پھیلے کھیت جن میں بھاری ٹینکوں سے اتنا بہترین ہل چلایا گیا تھا کہ مٹی کی کہیں چھوٹی سی ڈھیلی بھی نظر نہیں آتی تھی۔ ہمارے ساتھی ڈائننگ ہال میں دھوپ سینک رہے تھے اور ہم سوچ رہے تھے کہ اگر ہمارے پاس ملک کے سارے کھیتوں میں ہل چلانے کے لئے ٹینک میسر آ جائیں تو کسانوں اور کاشتکاروں کے کام کرنے اور کھیتوں میں مٹی کے ڈھیلے توڑنے کے کتنے لاکھ ہزار گھنٹے بچ جائیں۔ اردگرد کے درختوں کے کسی جھنڈ میں ٹریکٹر ورکشاپ چھپی بیٹھی تھی تو کسی میں دم بخود گاڑی میں چھپے فوجی جوان اپنے ہیڈ کوارٹر کو ہماری حرکتوں سے آگاہ کر رہے تھے۔

کھانے اور ستانے کے بعد ٹینک سواری کا مرحلہ تھا کچھ ساتھی ٹینکوں میں گھس گئے کچھ اپنی باری کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ گرد جنگ کے خوف سے کمانڈر کے ساتھ چل پھر کر میدان مشق کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنانے میں مصروف ہو گئے۔ ٹینک روڈ کے میدان کے آخری سرے پر ایک چھوٹا سا ڈیرہ تھا چند

خواتین و حضرات اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف تھے گورے چٹے مرد و زن بھاگتے ہوئے ڈیرے میں جا گھسے اپنے اپنے لوکل ایجنٹوں کی ترجمانی کے ذریعے ضرب مومن پر ان کسانوں کا غم و غصہ ریکارڈ کرنے کے لئے ٹیپ ریکارڈ چالو کر دیئے! انہیں آتا دیکھ کر جو بچے بھاگ کر جھونپڑیوں میں چھپ گئے تھے اپنی ماؤں کو دور دیس کے میم صاحب کو انٹرویو ریکارڈ کراتے دیکھ کر پاس آن کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پہلے بھی نہ اس قسم کے بندے بندیاں دیکھے تھے نہ اس قسم کی بولیاں سنی تھیں جب ٹینک اور فوجی گاڑیاں چلتی ہیں تو گندم اور چنے کی فصل میں تمیز نہیں کرتیں۔ کسان اپنی فصل کو ٹینکوں کی زنجیروں کے نیچے کچلتی دیکھتے ہیں تو انہیں سمجھ نہیں آتا کہ ان فوجیوں کو کیا ہو گیا ہے وہ اتنی دور چل کر ان کی فصلیں اجاڑنے کیوں آ گئے ہیں گورے گوریوں کے سوالات کے جواب میں بھی وہ اپنی اسی سمجھ بوجھ کا اظہار کر رہے تھے گورے گوریاں بھی اس ماہر سے اتفاق کر رہے تھے کہ سول آبادی فوج والوں کے خلاف شدید جذبات رکھتی ہے وہ کسانوں کو مشتعل کرنے کی کوششوں میں لگ گئے اور ہم پاک فوج کی جدید ترین بکتر بند گاڑیاں دیکھنے چل دیئے جو کب سے ہماری منتظر کھڑی تھیں ان گاڑیوں میں فوجیوں کو چھپا کر گرم ترین جنگ کے میدانوں میں لے جایا جاتا ہے۔ ہمارے لیے ان کے دروازے وا کئے گئے تو ہم نے داخلہ سے معذوری ظاہر کر دی لیکن میجر تارڑ نے آگے بڑھ کر حوصلہ دیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں ان گاڑیوں کے اوپر ہوائی حملہ کے مقابلہ کے لئے طیارہ شکن توپیں نصب ہیں اور یہ خشکی اور تری پر یکساں رفتار سے بھاگ دوڑ سکتی ہیں سامنے دریا یا نہر آ جائے تو تیرنا شروع کر دیتی ہیں مگر وہاں دُور دُور تک ماروریت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کیا معلوم اس میں تیرتے ہوئے اپنے پیٹ میں چھپے غیر فوجیوں کے ساتھ کیا سلوک کریں میجر تارڑ ہمیں اٹھا کر اندر پھینکنے آگے بڑھے تو ان کا ماتحت عملہ بھی ان کی مدد کو آ گیا وہ بھی ہمارے ساتھ ہی بکتر بند گاڑی میں بند ہو گئے شائد انہیں شبہ تھا کہ ہم بھاگتی گاڑی سے چھلانگ لگا دیں گے۔ گاڑیوں کے اس دستہ کا کمانڈر طیب بھی ہمارے والی گاڑی کے کنٹرول روم میں چھپا بیٹھا تھا اور بے تار برقی نظام کے ذریعے سب ڈرائیوروں کو ہدایات دے رہا تھا گاڑیاں حملہ کی پوزیشن میں آئیں تو میجر تارڑ نے ہمیں کھلی چھت پر تشریف رکھنے کا مشورہ دیا تاکہ کھلی فضا میں کھلی آنکھوں سے ہم حملہ دیکھ سکیں وہ خود بھی ہمارے پاس بیٹھ گیا اور ہدایات اور حوصلہ دیتا رہا جب گاڑیاں حملہ کی رفتار سے ریت پر اپنے ٹارگٹ کی طرف بھاگ رہی تھیں تو ہم بیٹھے تھامے بیٹھے تھے گرد و غبار کے طوفان میں ہوائی حملہ کا خدشہ تو نہیں تھا مگر یہ خوف بڑھتا جا رہا تھا کہ بکتر بند گاڑیاں ایک دوسری سے ٹکرا ہی نہ جائیں خدانخواستہ اگر کے منزل مقصود پر پہنچے تو ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل ہو رہا تھا پھر بھی خوش تھے کہ کہیں میدان جنگ میں کام ہی نہیں آ گئے۔

کیمپ سے چلے تو اونچے درختوں کے سائے دور تک ہمارے ساتھ رہے کرنل صاحب بھی دونوں ہاتھوں سے اپنی پٹی کھینچتے ساتھ چل دیئے تھے۔

"بلو لینڈ سے آپ کا جھگڑا کیا ہے؟" ہم نے ایک سپاہی سے رازداری سے پوچھا!

"وہی گائے والا جھگڑا ہے" اس نے رازداری سے بتایا۔

"کونسی گائے والا جھگڑا؟"

"وہی جو بلو لینڈ والے پکڑ لے گئے تھے۔"

"کہاں سے پکڑ لے گئے تھے؟"

"یہیں کھیتوں میں چرتی پھر رہی تھی کہ غلطی سے ان کی طرف چلی گئی تھی۔"

"آپ اسے دو چار روپے کا رسہ ڈال کر باندھ دیتے تھوڑی سی کنجوسی سے اب اتنی بڑی لڑائی کرنا پڑ رہی ہے"

"جی گئو ہماری ماتا ہے اور ہم ماتا کو رسہ تو نہیں ڈال سکتے نا"

افسر مہمان داری کرنل فاروق ہاتھ ہلا ہلا کر "اب جان بھی چھوڑ دو" کہہ رہے تھے اور ہم سوچ رہے تھے کہ فاکس لینڈ اور بلو لینڈ کے کسان مزدور اور شہری کب تک گئو ماتا کی آوارگی کی سزا بھگتتے رہیں گے۔

کیمپ میں داخل ہوئے ہی تھے کہ روح الامین نے مدارات اور محمد عباس نے ہدایات کے کھاتے کھول لئے۔

"سر گرم پانی لاؤں؟" روح الامین نے اپنی غیر محسوس آواز میں سرگوشی کی۔

"صبح جتنا گرم نہ لانا"

"نہیں سر میں تو کافی ٹھنڈا پانی لایا تھا صبح"

"تو اب ٹھنڈا پانی لانے کو کہتے ہیں تاکہ کافی گرم لا سکو"

"نہیں سر اس وقت پوری گاڑی کے لئے پانی گرم کرنا تھا نا" وہ یکدم گھبرا گیا۔

"چلو کوئی بات نہیں جیسا ملتا ہے لے آؤ کوئی فرق نہیں پڑتا" عباس نے ہدایت جاری فرمادی۔

"تمہیں تو واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا تم تو گیلے ہونے کے خوف سے بالٹی کے قریب بھی نہیں جاتے"

"آپ "گل" کا غلط مطلب سمجھ رہے ہیں تجربہ کرتا ہے تو گڑ کی روڑی دکھا کر کسی کنوئیں میں پھینک دو اور گرد کی ساری گل آبادی اس کے پیچھے چھلانگیں لگا دے گی کنوئیں میں"

"ایسا ہوتا تو میجر تارڑ مجھے ضرور خبردار کر دیتا"

"میں نے بھی تو تمہیں خبردار نہیں کیا کہ تربوز کا خول دریا یا نہر میں پھینکتے وقت اچھی طرح پڑتال کر لینا کہ کوئی تارڑ اور گرد دیکھ نہ رہا ہو ورنہ وہ ساری برادری دریا میں کود جائے گی"

وہاں نہ تو کوئی کنواں تھا نہ ہمارے پاس گڑ کی روڑی تھی اور نہ ہی وافر تعداد میں گل حضرات کہ ہم محمد عباس گل کے انکشاف و اعتراف کی صداقت آزما سکتے۔

ان کے بارے میں ہمارے سارے شک شبہے فوری طور پر دور ہو گئے اصل جٹ کی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے بقیہ جٹ برادران کی بد کھوئی میں بڑا مخلص ہوتا ہے "جٹ 'سندھو' سنسار قبیلہ کا لنا" عباس

گل چنوں کی کلہاڑیاں اٹھا کر جنگل کی طرف مقابلہ دوڑ اور گوریوں کے سروں کی پیائش کی تفصیل بیان کر رہا تھا اور ہم گزشتہ روز شب کے اس کے بارے میں اپنے شبہات پر خود ہی شرمندہ ہو رہے تھے۔

"سر صبح آپ کو جگانا کس وقت ہے" روح الامین نے اپنا صرف سر کمرے میں داخل کر کے پوچھا

"ہم خود ہی اٹھ جائیں گے"

"آپ ناشتے میں کیا لیں گے؟"

"آپ فکر نہ کریں جو بھی لینا ہو گا 'ڈائننگ کار میں جا کر لے لیں گے"

"آپ نے کوئی کپڑا استری کروانا ہے تو دے دیں"

"کپڑا تو نہیں اس بندے کے شکن نکلوانا تھے مگر آپ کے پاس کوئے نہیں ہوں گے" عباس گل نے روح الامین کو رخصت کرتے ہوئے کہا اور پھر پرانی یادوں کی گٹھڑیاں کھول کھول کر پھیلانا شروع کر دیا۔

بلولینڈ کے اگلے مورچوں میں

فاکس لینڈ کے جارحانہ عزائم بھانپتے ہوئے ہم رات کے اندھیرے میں اس کے علاقے سے نکل بھاگے لیفٹننٹ جنرل عالم جان محسود کی مینڈ قسم کی سرگرمیوں سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ قوت کے نشہ میں مدہوش ہو رہے ہیں اور کسی وقت بھی کچھ کر سکتے ہیں اگلی صبح بلولینڈ کے فیلڈ ہیڈ کوارٹرز پہنچے تو معلوم ہوا کہ فاکس لینڈ کی فوجوں نے پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ بلولینڈ کے چیف آف جنرل سٹاف بریگیڈیئر مقبول نے بتایا کہ ان کے جاسوسی کے ذرائع نے اس امر کی تصدیق کر دی ہے اور اطلاع دی ہے کہ فاکس لینڈ کی فوجوں کا ہیڈ کوارٹرز بھکر میں قائم کر دیا گیا ہمیں بلولینڈ کی انٹیلی جنس کی ایفیشنسی پر رشک آنے لگا۔ ہمارے پاس ان سے زیادہ معلومات تھیں۔ بلولینڈ کے سفید پوش جاسوس ہماری ذہنی جامہ تلاشی میں مصروف ہو گئے وہ فاکس لینڈ کی فوجوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اخبار نویسوں نے اپنی پیشہ ورانہ غیر جانبداری برقرار رکھی سفید پوشوں کو کوئی کار آمد معلومات فراہم نہیں کیں۔ مردوں سے مایوس ہو کر وہ خواتین کی گپ شپ سے کام کے موتی تلاش کرنے لگے۔ بریگیڈیئر نے امید ظاہر کی کہ آج سے ان کی انٹیلی جنس کی کارکردگی بہتر ہو جائے گی اور وہ فاکس لینڈ کی فوجوں کی نقل و حرکت کے بارے میں زیادہ تفصیلی رپورٹیں بھیج سکے گی جن کی روشنی میں وہ جارحانہ دفاع کا خاکہ تیار کریں گے۔ ہم ان کی کامیابی کے لئے دعا ہی کر سکتے تھے۔ بلولینڈ ہیڈ کوارٹرز کا بریفنگ روم بھی نیچے درون نیچے بیرون قسم کا ہی تھا۔ اونچے درختوں کی اوٹ میں سرکنڈوں کے ایک ڈھیر کے اوپر جال

Scanned by iqbalm[illegible]neurdu.com

ڈال کر اسے مکمل طور پر کیموفلاج کر دیا گیا تھا۔ اس ڈھیر کے نیچے وسیع و عریض بریفنگ ہال میں اصل میں دفاعی کمانڈر کا کنٹرول روم تھا جس میں داخلہ ایک زیر زمین سرنگ کے ذریعے تھا۔ سرکنڈے اور مقامی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے سرنگ اور کنٹرول روم کے اندر کی طرف سے نہایت خوبصورت انداز میں پینٹنگ کی گئی تھی۔ کنٹرول روم کے سامنے کی دیوار پر چھوٹے بڑے اور بہت بڑے بڑے نقشے لٹک رہے تھے ان نقشوں پر بھی قسم قسم کے نشانات بنے تھے سرخ و سبز نشانات کے ذریعے اپنی اور فاکس لینڈ کی فوجوں کی موجودہ پوزیشنوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ فاکس لینڈ کی فوجیں کس کس راستے سے کس کس مقام پر حملہ کر سکتی ہیں۔ ان کے راستے میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں اور ان کے حملہ کو روک کر کن راستوں سے ان کے عقب میں پہنچ کر انہیں اپنے مرکز سے منقطع کیا جا سکتا ہے اس کاغذی ایکسر سائز میں بلیولینڈ کے ماہرین نے بڑی محنت کی تھی۔ دیواری سائز کے ان نقشہ جات کو لٹکانے 'ہٹانے اور پھیلانے کا خود کار سسٹم بھی اب تک دیکھے گئے بریفنگ ہالوں کی نسبت سے بہت اچھا تھا۔

بلیولینڈ کے کمانڈر انچیف کے نام کے تینوں حصے شاعرانہ قسم کے تھے "ذوالفقار" اس کے بعد "اختر" اور آخر میں "ناز" آخری دو حصے "اختر" اور "ناز" بیک وقت دو شاعروں کی تخلص کی ضروریات پوری کر سکتے تھے۔ دراز قامت جنرل ذوالفقار اختر ناز کسی سوال کا جواب دیتے تو ایسے محسوس ہوتا فکر شعر کے مرحلہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ بریفنگ کے دوران وہ کچھ کھوئے کھوئے سے دکھائی دیتے تھے انہوں نے فاکس لینڈ کے متوقع حملہ کے محاذوں کی تفصیلات اور اپنی فوجی قوت اور جنگی تیاریوں کی تفصیلات بیان کیں اور خواتین و حضرات کے چبھتے سوالات کے لئے کمر باندھ کر اور سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ اتنی بڑی ایکسر سائز کی ضرورت کیوں پڑی؟ انہوں نے ضرورت پر لیکچر دیتے ہوئے بتایا کہ 1971ء میں سقوط ڈھاکہ کے بعد سے پاک فوج کی قیادت نئے جنگی طریقوں پر مسلسل غور و فکر کرتی رہی ہے۔ اس طویل غور و فکر کے بعد اس نے جارحانہ دفاع کا فارمولا تیار کیا ہے۔ اخبار نویس اپنی مکمل ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو صرف کر کر کے سوالات پوچھ رہے تھے اور جنرل اختر ناز نہایت ہوشیاری سے ان تیروں کا رخ الٹ دیتے تھے وہ ڈاکٹر شیریں مزاری کی انگریزی کے تابڑ توڑ حملوں سے بھی مرعوب نہ ہوئے تو ہم نے نیم جان انگریزی میں عرض کیا "ہم گزشتہ چالیس سال سے یہی سنتے آئے ہیں کہ ملک کا دفاع بڑے قابل ہاتھوں میں ہے قوم کو اس بارے میں کسی قسم کی فکر نہیں کرنا چاہئے اور آج بیالیس سال بعد آپ سے معلوم ہوا ہے کہ ان پرانے جرنیلوں کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ملک کا دفاع جارحانہ دفاع کے بغیر ممکن نہیں تو کیا یہ سمجھا جائے کہ وہ بڑے بڑے اصل میں ایسے ویسے ہی تھے اگر صورت حال یہی تھی جو آپ بتا رہے ہیں تو پھر اب تک قوم بڑی نازک صورت حال میں جتلا رہی ہے؟"

سوال سنتے ہی تقریباً جملہ افسران کرام کی نظریں ہماری طرف اٹھ گئیں جنرل ذوالفقار اختر ناز کے رواں دواں لیکچر میں تو جیسے اچانک بیک بریک لگ گئی ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اصل میں پرانے لوگ کمیشن لینے

کے دس بارہ سال بعد جرنیل بن جاتے تھے وہ بیشتر بارہ سال لئے تھے اب ہمیں پچیس سال بعد کوئی بندہ جرنیل بنتا ہے اس عرصہ میں بار بار تربیتی کورس کرتا رہتا ہے اس لئے آج کا جرنیل زیادہ پڑھا لکھا اور تجربہ کار ہوتا ہے اور زیادہ بہتر نظریے تخلیق کر سکتا ہے سو یہ نیا نظریہ انہی نئے جرنیلوں کا تیار کردہ ہے اس لئے نیا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ کیا اب ہمیں بے فکر ہو جانا چاہئے کہ اب ملک کا دفاع واقعی قابل ہاتھوں میں ہے ایسا تو نہیں اگلے آنے والے پھر اسی قسم کا انکشاف کریں جیسا آج ہم نے سنا ہے جنرل ذوالفقار اختر ناز اس پر تھوڑے سے برہم ہو گئے۔ کمانڈر کو دیکھ کر ماتحت رنگ و روغن پکڑتے ہیں باہر آئے تو ایک چھوٹے کمانڈر ایک چنڈی وال پر فل سپیڈ برہم ہونے لگے "گھر دی بلی تے گھر نوں میاؤں" قسم کی برہمی دیکھ سن کر ہمارے ایک بزرگ نے مشورہ دیا "پھر سے بلائے جانے کے سارے راستے ایک ہی دفعہ بند مت کرو" اب برہمی کی ہماری باری تھی "یہ سوال بہرحال ضروری تھا" مشاہد حسین نے ٹھنڈے مشروبات کا کاغذی گلاس تھماتے ہوئے کہا مشاہد تحریر میں جس قدر گرم ہے بریفنگ میں اتنا ہی ٹھنڈا میٹھا سا رہتا ہے۔ بریفنگ سے فارغ وقت وہ زیادہ تر انگریزی بولنے والی خواتین کے گروپ میں گزارتا تھا۔ اتفاق سے ہمارے قافلہ میں شامل جملہ خواتین تھیں ہی انگریزی ذریعہ ابلاغ والی گارڈین والی 'بی بی اور اس کی ہم نوالہ و ہم پیالہ کیتھی ایونز تو تھیں ہی انگریزی دیسی خواتین میں ڈاکٹر شیریں مزاری تھیں سرائیکی تحریک کے حامی انگریزی تہذیب والے اہل جاگیر طبقہ کی ماڈرن نمائندہ ملیحہ لودھی ایک انگریزی اخبار کی پہلی خاتون ایڈیٹر تھیں اور ماریانہ بابر پاکستان کے انگریزی پوش دارالحکومت میں ایک انگریزی اخبار کی پرشور رپورٹر۔

ایک سوال کے جواب میں مرحلہ بریفنگ میں جنرل ذوالفقار اختر ناز نے فرمایا تھا کہ "ہمیں سیاست سے کوئی واسطہ نہیں" ہم سے ان کی مراد وہ خود بھی تھے ان کی ماتحت بلیولینڈ کی افواج بھی جن کی مدد سے وہ جنگ کو "دشمن" کے علاقہ میں لے جانے کے منصوبے بنا رہے تھے اور پاکستان کی مسلح افواج بھی بنکر سے کھلی ہوا میں آئے تو وہ گوری خواتین کے ہر سیاسی سوال کا کھل کر جواب دینے لگے گوری جوڑی سوالات کی بوچھاڑ کرتی رہی۔ جنرل صاحب کے جوابات کو اپنے ٹیپ ریکارڈروں میں مقید کرتی رہیں۔ روس کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کا نوجوان نمائندہ ہماری طرح ٹیپ ریکارڈر سے محروم دکھائی دیتا تھا اس لئے اسے نوٹس لینا پڑ رہے تھے مگر اس کی رفتار قلم سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسے یا تو اس بات چیت میں زیادہ دلچسپی نہیں یا پھر اس کی مسیح انگریزی بھی ہماری طرح کافی ناتواں ہے۔ ایرانی خبر رساں ایجنسی کا نمائندہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے پاس خاموش کھڑا تھا وہ برادر ملک کے فوجی اور سیاسی امور میں عدم مداخلت کا پابند معلوم ہوتا تھا۔ طارق وارثی کے دونوں ہاتھ بھی اس کی پینٹ کی دونوں جیبوں میں تھے مگر جنرل ذوالفقار اختر ناز مسلسل بولے جا رہے تھے بے خطر سیاست کی آتش نمرود میں کودتے ہی جا رہے تھے یہ سیاست ان کا شوق تھا یا گوری جوڑی کا کمال کہ جہاں چاہتی تھیں کھینچ لائیں جنرل آہستہ چلتے تیز بولتے گرم گرم پکوڑوں کی طرف بڑھ رہے تھے مگر گوری گروپ ان کی راہ میں باوردی سرنگیں بچھاتا جا رہا تھا ان کے ماتحت اعلیٰ افسر اس خطرہ

سے کچھ کچھ پریشان دکھائی دیتے تھے مگر میدان جنگ میں بلا مشورہ وہ کمانڈر کی کسی چال میں مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔

فاکس لینڈ کی مانند بلیو لینڈ کے پکوڑے بھی بہت خستہ اور لذیذ تھے۔ شدید نظریاتی اختلافات کے باوجود دونوں متحارب ممالک نے شاید اپنی اپنی پکوڑا فورس کو ایک ہی اکاڈمی سے تربیت دلائی تھی۔ ڈائننگ ہال کی دیواریں اس لینڈ میں بھی فاکس لینڈ جیسی ہی تھیں مگر ہال کے اندر گرینری کافی زیادہ تھی۔ صاف ستھرا ماحول اجلے اجلے لوگ گرم پکوڑے گرم چائے اور گرم سرد گفتگو ہوا کا جھونکا ذرا تیز ہو جاتا تو کیمپ کی حدود سے آگے گرد و غبار کے چھوٹے چھوٹے قافلے نئی منزلوں کی طرف رواں ہو جاتے جو کوئی بھی زمین سے رابطہ استوار نہ کر سکے وہ سدا جھونکوں کے رحم و کرم پر رہتا ہے گھر اپنانہ سفر اپنانہ رفتار اپنی نہ منزل اپنی۔

قافلہ ایک دفعہ پھر نئی منزل کی طرف رواں تھا۔ نئی منظر مسلسل بدل رہا تھا۔ ابھی کھیت ہیں ' مٹی زرخیز اور کھیت سرسبز ان کے ساتھ ہی ریت کے ٹیلے مقیم ہیں۔ ٹیلے کے دوسری طرف ذرا ہٹ کر چھوٹی سی آبادی ہے۔ کچی مٹی کے دو چار مکان ان کے سامنے چار دیواری کے بغیر چھوٹا سا میدان جس کے کونے پر سہمی سہمی سی مسجد کھڑی ہے میدان کے ساتھ سرسبز کھیت شروع ہو جاتے ہیں۔ ریت کے ٹیلوں پر بچے کھیل رہے ہیں ہر قسم کی فکر سے آزاد جھاڑیوں میں خرگوش کے بچے اور چڑیوں کے بوٹ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر اس قسم کے ماحول میں نہیں رہا لیکن جب اور جہاں بھی اس قسم کی آبادی نظر آئے مجھے محسوس ہوتا ہے وہ میری جانی پہچانی ہے میں زندگی بھر وہیں رہا ہوں دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے وہ ٹیلے کچے مکان آوازیں دینا شروع کر دیتے ہیں اور میں ایک بار پھر سے سوچنے لگتا ہوں کہ ہماری باہمی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی آج تک مجھے اس تلاش میں کامیابی نہیں ہو سکی بلیو لینڈ میں ہر فرلانگ دو فرلانگ پر ایسی آوازیں آنا شروع ہو جاتیں اور گاڑی کے اندر کے ماحول اور آوازوں سے بے تعلق کر دیتیں۔

"جانتے ہو یہ کونسی فصل ہے؟" عباس گل اچانک پوچھتا۔

میں فصل کی تلاش شروع کرتا تو منظر پھر سے بدل جاتا۔

گاڑی کے اندرونی سٹیج پر بدستور غلام طاہر کا قبضہ تھا سامعین اونگھنا شروع کرتے تو وہ سر سے جنگی مشقوں کی خصوصی ٹوپی اتار کر فضا میں لہراتا "تم نے اس جنرل کی باتیں سنیں؟"

"سنی تو تھیں مگر آپ سے کچھ کم" ملک جواب دیتا

"تم اس کا مطلب سمجھے؟"

"بقیہ مطلب اب آپ سمجھا دیں"

"اصل قوت فوج ہے سب سے منظم سب سے فعال باقی کچھ بھی نہیں"

"باقیوں کو منظم اور فعال بننے سے کون روکتا ہے؟"

"ہو ہی نہیں سکتے یہ جاگیردار یہ سرمایہ دار یہ درجہ بدرجہ "دار" ان کی موجودگی میں قوم میں نظم آ ہی نہیں سکتا"

"حالانکہ آپ بھی قوم میں موجود ہیں"

"میں تو اس وقت بھی موجود تھا جب جنرل موسیٰ خان نے بلوچستان کے پہاڑوں پر ریلیں چلانے کی تھیوری پیش کی تھی"

پھر اس تھیوری اور تاریخ پاکستان کے حوالے سے وہ سیاست اور صحافت کے ویرانوں میں گھوم پھر کر میدان جنگ میں کود پڑتا۔

"میں نہیں مانتا ان کا کوئی سیاست سے تعلق نہیں جو فوج اقتدار اور سیاست پر اتنا طویل عرصہ قابض رہی ہو وہ یکدم پیشہ ور فوج کیسے ہو سکتی ہے میں نہیں مانتا"

اسے منانے والے آخر تھک ہار کر خاموش ہو جاتے اور وہ پھر سے اپنی ٹوپی سر پر جما کر گریز کرتے ہوئے میدان سیاست میں کود جاتا نئی منزل پر رکتے تو وہ مسکراتے ہوئے کہتا "چلو اس جرنیل سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں" مگر جرنیل کے روبرو وہ اکثر خاموش رہتا اور جب بھی بولتا تو کھیوں بولتا۔

میجر جنرل جمشید ملک جب گنجیال کے گرد و نواح میں خواتین و حضرات کا استقبال کر رہے تھے تو دن کے پورے بارہ بجے تھے۔ جنرل ملک بلیو لینڈ کے آرمڈ ڈویژن کے کمانڈر تھے اور فاکس لینڈ کا جارحانہ بازو مروڑ کر اس کی کمر پر لگانے کی زیادہ تر ذمہ داری ان کے جرنیلی ستاروں سے آراستہ کندھوں پر تھی "دشمن" کے علاقہ میں دور تک جا کر اس کے عقبی اجتماع کا قلع قمع کرنا اور کھوئے ہوئے علاقوں کی بازیابی کا فرض' یہ فرض بہت بھاری تھا مگر جنرل ملک اس سے بھی زیادہ پر امید تھے۔ ڈویژن کے کرنل سٹاف غلام احمد نے ڈویژن کے تاریخ جغرافیہ پر روشنی ڈالی اس کے ماضی کی کامیابیوں پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ ترتیبی مرحلہ کے بعد وہ تنظیم نو کی منزلیں بھی طے کر رہے ہیں۔

گوریاں دی جوڑی کے ذہن میں ابھی تک جنرل ذوالفقار اختر نار کا انکشاف پھنسا ہوا تھا' پچیس تیس سال کی سروس کے بعد جرنیل بننے والا معاملہ انہوں نے جنرل ملک سے جو پہلا سوال کیا وہ یہی تھا کہ آپ نے فوج میں کمیشن کب حاصل کیا تھا جنرل ملک نے فوج میں کمیشن کا جو سن بتایا اس کے حساب کتاب سے واقعی پچیس سال سے زیادہ کا عرصہ بنتا تھا انہیں اس سچائی پر تھوڑی سی مایوسی ہوئی۔ شاید اسی لئے انہوں نے جنرل ملک کا زیادہ تعاقب نہیں کیا۔ جنرل ملک بھی پیشہ ورانہ حدود سے باہر نکلنے پر آمادہ نہیں تھے وہ بے چاری کرتیں بھی کیا؟

آرمڈ ڈویژن کے کمانڈر کی آنکھیں اور کان اس کے ہیڈ کوارٹرز سے گھنٹہ سوا گھنٹہ کی طویل مسافت کے فاصلہ پر ایک نہر کے کنارے گھنے درختوں کے زیر سایہ مورچہ بند تھے ان کے مورچے زیر زمین نہیں

تھے۔ درختوں کے زیر سایہ ہی تھے نہر کے کنارے کے ساتھ ساتھ درختوں کی پٹی سے آگے حد نظر تک کوئی آبادی نہیں تھی کہیں کہیں اونچے نیچے کھیتوں کے درمیان میں کوئی یکتا و تنہا درخت کمانڈر کی آنکھوں سے آنکھیں ملانے کی ناکام کوشش میں مصروف نظر پڑ جاتا سایہ کی ہم رنگ مٹی نے جس کے سایہ کو بھی سینے سے لگا کر معدوم کر دیا ہوتا۔

کیولری کو کمانڈر کی آنکھ اور کان ہم نے قرار نہیں دیا۔ اس کے نوجوان سیاہ پوش کمانڈر نے خود قرار دیا تھا اور بتایا تھا کہ جنگ میں سب سے پہلے کودنے کی ذمہ داری انہی کی ہے وہ آرمڈ ڈویژن کو اپنے گھیرے میں لے کر آگے بڑھتے ہیں چھمب کے معرکہ میں بھی وہی سب سے آگے تھے اب بھی وہی آگے رہیں گے اس جگہ نہ کوئی تو ندیدار افسر نظر آیا نہ سفید بالوں والا ہر افسر ماتحت چاق و چوبند اور جوانی کی حدود کے اردگرد پائے گئے بزرا کم عمر گوری ان سے مل کر سب سے زیادہ خوش تھی اس خوشی اور میل ملاپ میں وہ دوپہر کا کھانا بھی بھول گئی زکام سے اس کا برا حال ہو رہا تھا ناک سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا وہ بار بار ٹشو پیپر جیب سے نکال نکال کر چشمۂ آب زکام کو خشک کرتی اور ایک ایک جوان افسر سے مل کر اس کے فرائض اور ٹینک کا حال چال پوچھتی۔ اقتدار احمد نے طویل خاموشی کے بعد جو پہلا طرح مصرع کہا وہ اس طرح تھا "یہاں بھی ایک ڈوگر آ گیا؟"ہم اس کی حیرانی پر خوش ہو رہے تھے کہ افسروں میں سے ایک کے سینے پر "ڈوگر" کی پٹی چمک پڑی۔ گھوم پھر کر جائزہ کے دوران ایک مزید "ڈوگر" افسر نظر آیا ہم نے اقتدار بھائی کو اس حادثہ سے آگاہ کیا تو وہ دم بخود سے ہو گئے۔ عبداللہ اور سعداللہ دو ڈوگر دو بھائی اور دونوں افسر اور دونوں ہی آرمڈ ڈویژن کے کمانڈر کی آنکھ اور کان مگر اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں تھا اقتدار بھائی مجبور اور ہم معصوم۔

جارحانہ دفاع کی ضرب مومن میں میجر جنرل بلال احمد کے ذمہ دفاع آیا تھا جارحانہ والوں سے مل ملا چکے تو قافلہ دفاع والوں کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کی طرف رواں دواں ہو گیا تنگ دل سی بے آباد سڑک کے کنارے کمر خمیدہ اشجار سڑک کی عمر رفتہ کے گواہ تھے ان درختوں کے نام پر شدید نظریاتی اختلافات پیدا ہو گئے پنجاب کے ہمارے والے حصہ میں اب وہ درخت نایاب ہو چکے ہیں۔ قدیم راستوں پر پہلے کہیں نظر آتے تو پرانے لوگ انہیں "پھرواں" کہا کرتے تھے۔ عباس گل اپنے علم اور تجربہ کی مدد سے ان کی شناخت میں تو کامیاب ہو گئے مگر نام پر اختلافات کافی زیادہ تھے۔ غلام طاہر نے ان کا بلوچی میں ترجمہ کر کے اختلافات ختم کرنے کی کوشش کی مگر ان کی رائے کو پنجاب کے صوبائی معاملات میں بلوچستان کی مداخلت قرار دے کر مسترد کر دیا گیا آخر اس اتفاق پر لڑائی ختم ہوئی کہ یہ درخت ہیں۔ عمر رفتہ کے بہت زیادہ وزن کی وجہ سے ان کی کمریں دوہری ہو گئی ہیں اور یہ سب ایک سڑک کے کنارے پر آباد ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سڑک بہت قدیم ہے اور اس پر سے اونٹوں کے قافلے گزرا کرتے تھے اور ان درختوں کے زیر سایہ اونٹ ستایا کرتے تھے جس اونٹ پر پنوں کو چہ عشق سے اغوا کر کے لایا گیا تھا وہ اس

سڑک سے گزرا تھا یا نہیں بلوچستان اور بلوچی امور کے ماہر اس بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔

اونٹوں کے نقوش ہائے پا پر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ دوڑنے کے بعد گاڑیاں بلیولینڈ کے دفاع کے ذمہ دار جنرل بلال کے ہیڈ کوارٹر پہنچیں تو وہ انتظار کی گھڑیاں گن گن کر تھکے ماندے سے نظر آ رہے تھے تھکے ہوئے تو ہم بھی تھے مگر ہمارے کندھوں پر کوئی اور بوجھ نہیں تھا۔ دریائے سندھ اور دریائے چناب کے درمیان میں آدھی سرکل میں بیٹھے وہ اپنے دفاعی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی تیاریوں میں لگے تھے۔ فاکس لینڈ کی فوجیں جارحانہ سفر پر روانہ ہو چکی تھیں لیکن اس علاقہ سے ابھی کافی دور تھیں جس کا دفاع کرنا تھا۔ انہوں نے اپنے دفاعی انتظامات پر روشنی ڈالی اپنی اور "دشمن" کی فوجوں کے اجتماعات کے مقامات کی نشاندہی کی اور بتایا کہ وہ فاکس لینڈ کی آمد کی خبر سے بہت خوش ہیں اور اگر انہیں ان کی میزبانی کا موقع نصیب نہ ہو سکا تو انہیں صدمہ پہنچے گا۔ ہم انہیں اپنی معلومات کی بنیاد پر یہ تو بتا نہیں سکتے تھے کہ اوپر والوں نے ان کے جذبہ میزبانی کی آزمائش کا پورا اہتمام کر رکھا ہے یہ جنگی اصولوں کے منافی تھا ان کی خوشی کے لئے دعا کی اور سوال و جواب کا سیشن شروع ہو گیا۔

"آپ نے ان راستوں میں بارودی سرنگیں بچھا دی ہیں؟"

"بچھا دی ہیں"

راستہ میں آنے والی نہروں کے پل اڑا دیئے ہیں؟"

"نہیں ابھی نہیں"

"کیوں نہیں؟"

"ہم پلوں کا دفاع کریں گے اور کسی صورت "دشمن" کو نہر عبور کرنے کی اجازت نہیں دیں گے"

"آپ کو "دشمن" کی طرف سے کسی قسم کی فضائی بمباری کا خطرہ تو نہیں؟"

"مجھے اس کی فکر نہیں"

"آپ نے اس سال ہی جنگی مشقیں کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟" سوالات کا رخ فنی سے سیاسی محاذ کی طرف موڑنے والے نے پوچھا۔

"ہم فوج کی تنظیم نو کے آخری مرحلہ میں ہیں اور نئے اصولوں کو عملی طور پر آزمانا چاہتے ہیں"

"اس نئے دفاعی اصول کی آپ نے ضرورت کب محسوس کی؟"

"ضرورت تو پرانی تھی مگر دو سال پہلے بھارت کی براس ٹیکس مشقوں کے وقت یہ ضرورت شدید ہو گئی" "فاکس لینڈ نے آپ کے دفاعی منصوبہ کی جاسوسی کی کوئی کوشش تو نہیں کی؟"

"ہم نے تو ان کے ایک جاسوس کو پکڑ بھی لیا تھا"

"ہم اس سے مل سکتے ہیں؟"

"نہیں ہم نے انہیں واپس کر دیا تھا"

"میدان جنگ میں اتنی زیادہ خیر سگالی؟"

جواب مسکراہٹ سے دیا گیا۔

دوران سوالات و جوابات 1965ء کی پاک بھارت لڑائی کا ذکر آیا تو جنرل بلال احمد نے بتایا کہ ضربِ مومن میں حصہ لینے والی افواج کی تعداد 1965ء کی جنگ میں لڑنے والی افواج کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔

آرمی میڈیکل کور نے اپنی فوجی مشقوں کے لئے صحرا کے اور بھی صحرا تر حصہ کا انتخاب کیا تھا ریت بھرے راستوں پر چلتے ہوئے ان کے فیلڈ ہسپتال کی تلاش میں نکلے تو سرکنڈے کی آرائشی محرابوں میں چھپے ان کے نشانات کے علاوہ کوئی نشان راہ ورسم نہ ملا گاڑیوں سے باہر آئے تو بھی ریت اور ریتلے ٹیلوں کے علاوہ کوئی جنگی یا مشقی چیز نظر نہیں آئی رہنما ایک سرکنڈوں کے جھنڈ کو کاٹتا ہوا ایک سرنگ میں جا گھسا اور قافلہ بھی اس کے پیچھے زمین کے سینے کے سفر پر چل پڑے یہ سرنگ ایک بڑے ہال میں جا کر کھل گئی یہ فیلڈ ہسپتال کا استقبالیہ تھا وہاں پر موجود ڈاکٹر صاحبان نے اس مکمل طور پر زیر زمین ہسپتال کے تمام شعبوں کا چکر لگوایا تو ہم چلتے چلتے تھک گئے ایمرجنسی وارڈ 'ہڈی وارڈ' آپریشن روم سب شعبے اندرونی سرنگوں سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے ہر وارڈ میں ضروری آلات اور ادویات تیار پڑے تھے صرف مریض اور زخمی ہی کمیاب تھے اتنے وسیع و عریض ہسپتال میں صرف ایک مریض زیر علاج تھا اس سے بلیولینڈ میں صحت اور صفائی کی صورت حال اور پہلے روز کی جنگ کی شدت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یہ پہلا ہسپتال دیکھا جس میں ڈاکٹر حاضر اور مریض غائب تھے سب شعبے ہنگامی اخراج اور منتقلی کی سرنگوں سے ملے ہوئے تھے ہر کمرے میں بجلی چمک رہی تھی ہنگامی اخراج کی سرنگ سے زمین پر آئے تو میڈیکل کور کی زمین کھودنے کی مہارت اور صلاحیتوں پر تقریباً سب ہی حیران ہو رہے تھے۔

حدِ نگاہ تک بچھی ریت پر چاندنی کی ہلکی ہلکی پھوار پڑنا شروع ہو گئی تھی۔ صحرا کے مسحور کن سکوت میں واحد آواز ہماری گاڑیوں کی تھی منزل ایک گھنا جنگل تھا مگر اس کی دہلیز تک گاڑیوں کی رسائی ناممکن قرار دے دی گئی۔ اگر ریت نے کسی گاڑی کو پسند فرما لیا تو اس سے چھڑانا ممکن نہ ہو گا۔ ہمارے میزبان مجبور تھے ورنہ مہمانوں کو دبیز ریت میں سے جنگل تک لے جانا انہیں ہرگز پسند نہ تھا۔ جنگل کی دہلیز پر مارچوں سے مسلح ایک اور دستہ ہماری قیادت کے لئے موجود تھا۔ خدشہ تھا کہ سانپ اپنی خلوت اور جلوت میں مداخلت پر مشتعل نہ ہو جائیں آرمی فیلڈ ہسپتال میں اگرچہ سانپ کے کاٹنے کا الگ شعبہ تھا مگر وہاں تک پہنچنا تریاق از بغداد آوردہ شود والا معاملہ تھا۔ اس احتیاط کے باوجود انہوں نے اپنی اپنی مزید حفاظت کا آپ اہتمام کرنے کا مشورہ دیا اور پھر سب جنگل میں اتر گئے۔ اخبار نویسوں کو باقاعدہ جنگلوں میں اترنے اور لائن لگا کر چلنے کا تجربہ نہیں ہو تا وہ تھوڑا چلتے اور راستہ بھول کر دوسری طرف نکل جاتے مختلف سمتوں سے

مختلف رہنما ٹارچ سے روشنیوں کے گولے پھینکتے آوازیں دے کر اپنے محل وقوع کی نشاندہی کرتے چلے جا رہے تھے۔ دنیا میں شاید ہی کسی جنگل کو بیک وقت اتنے زیادہ اقسام اور ممالک کے ماہرین ابلاغ کے درشن نصیب ہوئے ہوں۔ دنیا میں شاید ہی کبھی اس معیار کے اخبار نویسوں نے اس انداز میں کسی جنگل پر یلغار کی ہو۔ جنگل اہل ابلاغ اور فوجی قائدین سب کے لئے یہ منفرد تجربہ تھا 'انوکھا مشاہدہ تھا نئے جنگی اصولوں اور ہتھیاروں کی آزمائش کی ضرب میں وہ حتف میزائل بھی اٹھا لائے تھے اور اس جنگل میں کہیں چھپا رکھا تھا ہم سب حتف کی طرف بڑھ رہے تھے گھنے جنگل میں حتف تلاش کر رہے تھے۔ حتف پر متعین عملہ نے رات کی چاندنی میں اہل ابلاغ کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا اور حتف کے ساختہ پاکستان لانچنگ پیڈ سمیت سارا نظام ان کے سامنے پیش کر دیا مارچوں کی روشنیوں میں ماہرین حتف کی صلاحیتوں پر روشنی ڈال رہے تھے اور ماہرین ابلاغ اس کے مختلف حصوں کو ہاتھوں سے چھو چھو کر اس کی کارکردگی کا اندازہ کر رہے تھے۔ بعض ساتھی حتف کی دھار کو چھو کر جذباتی ہو رہے تھے تو کورے چٹے ہم سفر حتف کے روبرو تھکاوٹ محسوس کرنے لگے تھے ہم حتف کی تیاری کو ہی ایک معجزہ سمجھتے آئے تھے۔ ماہرین نے ان کے لانچنگ پیڈ کو بھی بہت بڑا معجزہ بتایا اس کا ڈیزائن اور تیاری تک کے مراحل پاک فوج کے ماہرین نے خود طے کئے تھے اس پیڈ کا نام ماہرین کی اس ٹیم کے سربراہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ حتف کو چھو کر جنگلی سانپوں کا خوف کافی حد تک کم ہو گیا۔ واپسی کے سفر میں ساتھی کسی روشنی اور راہنمائی مدد سے بے نیاز گھنے جنگل میں گھوم پھر کر صحافتی مشقیں کر رہے تھے۔

گاڑیاں چاندنی اور سکوت کی سدِ سکندری میں سے راستہ بناتی دوڑی جا رہی تھیں صحرا کی ریت مسافروں کی پسپائی پر مسکرا رہی تھی اہل سفر زمین تا فلک چشم تا حدِ نظر پھیلے حسنِ فطرت سے غافل اپنے اپنے علم اور تجربہ کے تبادلہ میں مصروف تھے اور میں دعا کر رہا تھا کہ گاڑیاں ساری ہی خراب ہو جائیں طلوع آفتاب تک خراب ہی رہیں مگر شاید وہ قبولیت دعا کا مقام اور مرحلہ نہیں تھا۔

دردِ مومن

ضربِ مومن کے سفر میں بستی کی والدہ مرحومہ کی یاد بھی شریک سفر رہی بلوچوں کے طرزِ زندگی کا خلاصہ مرحومہ نے چند الفاظ میں بیان کیا تھا " پہلے پہر آرام کرنا تے پچھلی راتیں نت تیاری " ۔ تھل کے سفر میں فوج والوں نے اس بلوچ طریق سفر کی مکمل پیروی کی دن بھر سفر ' بریفنگ ، پکوڑے اور چائے برات کا پہلا حصہ گاڑی کے ڈرائنگ کم ڈائننگ روم میں کھانے گانے ٹی وی ریڈیو اور گپ شپ میں گزرتا تیجے میں آکر دراز ہوتے تو ٹرین نئے سفر پر چل پڑتی لیکن ہمارے نت کے سفر اور بلوچوں کے سفر میں فرق تھا۔ وہ دن بھر کے سفر کے بعد خود ہی خیمے لگاتے اونٹوں کے گھٹنے باندھتے ہونگے پہلے پہر کو آرام کے بعد رات کے آخری پہر نئے سفر کے لئے خود ہی قافلے سجاتے اور اونٹ لادتے ہونگے۔ ہمارے یہ سب کام روح الامین کرتا دن بھر کی صحرا نوردی اور کسی لینڈ گردی سے واپس لوٹتے تو وہ خیمے کی طنابیں کس کر بستر جما چکا ہوتا نئے کپڑوں کے ساتھ اتارے ہوئے کپڑے بھی استری کر کے ہینگروں میں لٹکا کر ٹانگ چکا ہوتا۔ غسل خانہ میں پانی صابن تولیہ کے لوازمات فراہم کر کے دروازے سے لگانے حکم کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوتا صبح ہمارے بیدار ہونے سے پہلے ہی وہ حکم احکام کی تلاش میں آن موجود ہوتا فوج والوں نے ہر نگے کے ساتھ اس قسم کا ایک عدد حاضر باش روح الامین لگا دیا تھا صاف ستھرا لباس اور سب کے سروں پر ایک ہی قسم کی ٹوپیاں روح الامینوں کی اس چاک و چوبند فوج کا کمانڈر کوئی کیپٹن افسر تھا مگر سارے سفر میں سامنے نہیں آیا۔ کہیں پیچھے سے ان بولنے والی پتلیوں کے تار ہلاتا رہتا تھا اس لئے ہمیں سفر میں اس

صورتحال کا سامنا نہیں کرنا پڑا جس سے بستی کی ماں نے اسے خبردار کیا تھا۔ عباس گل کی ٹھنڈی گفتگو نخرہ صحرائی رہی وقت بیداری مسافتِ شب کا احساس تک نہ ہوتا۔

ایک اور شب کی خفتہ سیاحت سے بیدار ہوئے تو اطلاع موصول ہوئی کہ تین عدد جرنیل اسی بے چینی سے اپنے اپنے کنٹرول روم میں ہمارا انتظار کر رہے ہیں جس بے تابی سے بلوچستان کے جرنیل فاکس لینڈ والوں کے منتظر پائے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی خبر آئی کہ ہمارے قافلہ لاہور کے کچھ ارکان میدانِ جنگ میں ٹینکوں کی لڑائی میں زخمی ہو گئے ہیں اپنے مرحوم چیف آف آرمی سٹاف کے تین مجاوروں کو فوجی جوانوں نے جان بوجھ کر زخموں سے نوازا یا کسی ٹینک نے انہیں پہچان کر ذرا شدت سے گلے سے لگالیا اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ اسلام آباد اور پنڈی والے اس حادثہ پر مسکرا مسکرا کر ہمارے زخموں پر نمک پاشی کر رہے تھے محمد روح الامین نے ہمیں غمگین پایا تو اپنی غیر محسوس آواز میں بولے "سر آج پانی زیادہ ٹھنڈا نہیں تھا؟"

"نہیں زیادہ ٹھنڈا نہیں تھا"

"بالٹی زیادہ خالی بھی نہیں تھا تھا؟"

"ہاں بالٹی آدھے سے زیادہ خالی نہیں تھا"

"میں چائے لاؤں؟"

"نہیں ابھی ناشتہ کر کے آئے ہیں"

"جوس کا ایک گلاس لاؤں؟"

وہ نئے سفر پر ہمیں خوش باش روانہ کرنا چاہتا ہے زخمیوں کی اہمیت اور ہمارے دکھ کی شدت سے بے خبر عباس گل میدان جنگ سے اچانک اپنے گاؤں پہنچ گیا اپنے گاؤں کے روح الامینوں اور بزرگوں کے قصے کہانیاں پھرولنے لگا آدمی کتنا ہی بڑا ہو جائے اس کا بچپن اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اگر یہ بچپن کھیتوں کھلیانوں بزرگوں اور مہربانوں سے مزین ہو تو میدان جنگ میں بھی پیچھے سے آوازیں دیتا رہتا ہے۔

ٹینکوں کے تازہ زخم سینے میں چھپائے بریفنگ بنکروں میں اترے تو سامنے ایک ذرا قوی ہیکل جرنیل کھڑے تھے اب تک جتنے جرنیل کرنیل دیکھے تھے بڑے چاک و چوبند تھے کسی کے ساتھ بھی توند کی اضافی ٹینکی نظر نہیں آئی تھی یہ پہلے جرنیل تھے جو چاک و چوبند بھی تھے اور اضافی وزن بھی اٹھائے پھرتے تھے۔ بریفنگ شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کے فرائض بھی ذرا مشکل قسم کے ہیں یعنی "اینٹی ایئرکرافٹ" تیز رفتار اور کم بلندی پر اڑنے والے دشمن طیاروں کے خلاف جنگ کرنا ایسے معرکہ میں ہر پائلٹ اضافی ٹینکیاں ساتھ رکھتا ہے وہ تو پورے اینٹی ایئرکرافٹ کمانڈ کے انچارج تھے اس فرق کے علاوہ بھی میجر جنرل آغا مسعود حسن کئی حوالوں سے نمایاں معلوم ہوتے تھے ذہن فلسفیانہ سا اور موڈ شاعرانہ سا۔ پھر بھی وہ

زندگی کے ہاتھوں مجبور دکھائی نہیں دیتے تھے۔ بات ہنس کر کرتے اور مسکرا کر سنتے۔ اگر وہ جرنیلوں کی بجائے ہمارے قافلے میں ہوتے تو بھی یقیناً اتنے ہی خوش باش رہتے۔

ضربِ مومن کے اپنی خصوصی کمانڈ کی صحت پر خوشگوار اثرات گنواتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اس سے انہیں محدود وسائل کو بہتر طریقہ سے کام میں لانے کا تجربہ حاصل ہوگا پھر انہوں نے وسائل کے محدود ہونے کے بنیادی فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ یہ ہمارا ہی مسئلہ نہیں ہر چھوٹا بڑا ملک اس مسئلہ سے دوچار ہے کیونکہ جدید ترین طیاروں میزائلوں اور فضائی جنگ کے ہتھیاروں کی تیز تر ایجاد کے ساتھ خطرہ بڑھتا رہتا ہے نہ ایجادات ختم ہوتی ہیں نہ خطرہ ساقط ہو سکتا ہے کہ ناپ کر اس کا تدارک کر لیا جائے۔

اس لئے فضائی خطرے کے تدارک کی قیمت بھی ہر جگہ بڑھتی جا رہی ہے خطرے اور اس کے مقابلے کی قیمت میں اضافہ کے ساتھ تدارک کے ذرائع بھی بدلتے رہتے ہیں۔ اس مقابلے کے لئے سوچ بھی بدلنا پڑتی ہے اور وہ بھی سوچتے ہیں اور نئی سوچ سے یہ نیا نظام اور نئی کمانڈ وجود میں آئے ہیں مقصد محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنا ہے اگرچہ جدید ترین میزائلوں کی ایجاد سے اس نئے نظام اور کمانڈ کو پھر بھی تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا مگر پہلے کی نسبت ہم بہت بہتر پوزیشن میں ہیں اور فضائی خطرے سے نپٹنے کا ایسا نظام قائم کر دیا گیا ہے جو خطرہ کی صورت میں خود بخود حرکت میں آجاتا ہے اپنے نشانہ کو تلاش کر کے اس پر وار کرنے کا فیصلہ بھی یہ نظام خود کرتا ہے اور فائرنگ شروع کر دیتا ہے۔

ہم نے پوچھا آپ نے سوچنا کب شروع کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا 1984ء میں۔ کسی نے پوچھا 1971ء کے مقابلہ میں اب صورت کیا ہے کہ اس وقت بھارتی طیارے آزادانہ گھومتے پھرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اب پوزیشن بہت بہتر ہے مگر خامیاں اب بھی ہیں لیکن اب کوئی وہ "آزادی" نہیں دکھا سکتا اس سے سوال پیدا ہوا کہ اگر ایسا ہے تو پھر مغربی سرحدوں پر افغان طیارے "آزادی" کیسے دکھا جاتے تھے ان کا جواب تھا کہ حکومت نے انہیں ان طیاروں کے استقبال کی کبھی اجازت ہی نہیں دی تھی نہ وہ افغان مہاجرین کے کیمپوں میں استقبالیہ اہتمام کر سکتے تھے جب وہ میزبانی سے منع کر دیئے گئے تھے تو مہمان نوازی کے بارے میں ان سے کیوں پوچھتے ہو؟ جواب درست تھا اس لئے سوال بدل دیا گیا آپ کے اس خودکار ہوشیار نظام سے کبھی کوئی غلطی بھی ہوئی ہے؟ کبھی اس نے غلط فہمی سے اپنے کسی طیارے کو تو مہمان سمجھ کر اس کی میزبانی نہیں کروا لی؟ انہوں نے اپنے زیر کمان نظام کی پاکبازی اور نیک چلنی کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیا۔

اب ہمارا لاہوری قافلہ بھی ساتھ آن ملا۔ کاروان کراچی بھی بریفنگ بنکروں میں اتر پڑا تو مردِ بسیار والی صورتحال پیدا ہو گئی۔ آرمی ایوی ایشن والے جنرل سید ظفر مہدی عسکری کو تو اپنے کنٹرول روم سے باہر آکر کھلے میدان میں اپنی ایوی ایشن کی ضربِ مومن پر روشنی ڈالنا پڑی وہ اپنے طیاروں کی ضربات

بجھوا رہے تھے۔ اپنے مشن میں سپارکو کے فضائی تعاون اور کمپیوٹروں کا ذکر کر رہے تھے اور ہم اپنے قافلہ والوں میں اپنے زخمیوں کی صحت کے بارے میں تازہ ترین بلیٹن سن رہے تھے۔ اصل میں انہوں نے ٹینک کو بیل گاڑی سمجھ لیا تھا ٹینکوں کی چھت پر سواری کے شوق میں یہ بھول گئے تھے کہ یہ بیل گاڑی سے تھوڑا سا تیز رفتار ہوتا ہے باقی جو کچھ ہوا اسی غلط فہمی کی بنا پر ہوا ٹینکوں یا ان کے ڈرائیوروں کا اس میں کوئی قصور نہیں وہ سواریاں اٹھا کر جنگی رفتار سے دوڑ پڑے اور سواریاں بیل گاڑی سمجھ کر چوڑی ہو کر بیٹھ گئیں۔ جب ٹینک اور بیل گاڑی کا فرق سمجھ آیا تو وہ اشاروں کنایوں سے کمانڈر اور عملہ کو اپنی نزاکت اور حیثیت سے آگاہ کرنے کی کوشش کرنے لگیں مگر میدانِ جنگ میں تو اشارے چلتے ہیں نہ کنائے وہاں تو کمانڈر اور ڈرائیور بھی آپس میں خصوصی نظام پر رابطہ قائم کرتے ہیں اور جو کوئی ٹینک کو بیل گاڑی سمجھے گا اسے تھوڑا بہت ذہنی اور جسمانی صدمہ تو برداشت کرنا ہی پڑے گا۔

کراچی والوں سے ان کے زخمیوں کی حالت دریافت کی تو انہوں نے بھی بتایا کہ طیارے کے ہنگامی دروازوں سے کودتے وقت کچھ لوگ زیادہ ہی کود گئے تھے اور ڈاکٹروں نے انہیں کچھ دنوں کے لئے مزید کودنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لئے وہ انہیں کراچی ہی چھوڑ آئے ہیں خطرے کی کوئی بات نہیں۔

زبانی بریفنگ کے بعد عملی بریفنگ کا مرحلہ آیا تو خواتین و حضرات گن شپ ہیلی کاپٹر سے کھیلنے میں مصروف ہو گئے۔ بریفنگ والے اس کے مختلف حصوں کے حقوق و فرائض بیان کر رہے تھے تو خواتین اس میں سواری کا اپنا حق جتانے لگیں انہوں نے کھیل کود کا موڈ دیکھا تو خود بھی اس کھیل میں شامل ہو گئے۔ بشریٰ رحمان گن شپ ہیلی کاپٹر اڑا کر دیکھنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے وہ بھی پیش کر دیا وہ کاک پٹ میں داخل تو ہو گئیں مگر اس کے بعد کیا کریں سب آلات کو ہلا جلا کر دیکھا اور مجبوراً باتیں شروع کر دیں۔ وہ ملک کی گن شپ ہیلی کاپٹر چلانے والی پہلی خاتون کا اعزاز تو حاصل نہ کر سکیں مگر اس نے کاک پٹ میں بیٹھ کر تصویر بنوانے کا مطالبہ پورا کروا لیا کہ سند رہے اور بوقت مجبوری کام آوے ایک خاتون گن شپ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو اور باقی اس حقوق کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں؟ فوج والے اس تعلقات عامہ کی ضربِ مومن میں کسی سے تعلقات بگاڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے انہوں نے جملہ حاضر خواتین کو گن شپ ہیلی کاپٹر میں سوار کرنے کا خطرہ مول لے لیا اور سب کا شوقِ سواری باری باری پورا کر دیا خطرہ تھا کہ خواتین کو دیکھ کر مرد بھی اس کھیل میں کودنے کے لئے بے تاب نہ ہو جائیں۔ فوجی قائدین نے اس خطرہ کو بھانپتے ہوئے تیز ترک گامزن منزل ما دور است کا نقارۂ روانگی بجا دیا۔

سورج نصف النہار کی منزل میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا اور اخبار نویس ہیڈ کوارٹر آرٹلری ڈویژن کے بریفنگ بنکر میں داخل ہو رہے تھے۔ بریفنگ کی ابتدائی معلومات کی تکمیل پر جنرل آفیسر کمانڈر میجر جنرل عبدالعزیز اپنے چار ماہ کے معصوم ڈویژن سے وابستہ قوم کی امیدوں سے اہلِ ابلاغ کو آگاہ کرنے خود آ موجود ہوئے اور بتایا کہ اس معصوم سے آرمی ہیڈ کوارٹر کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں یہ اس کی صمات

کو مؤثر بنانے میں مدد کرے گا اور جہاں ضرورت ہوگی وہاں ضرورت کے مطابق گولہ باری کیا کرے گا اب تک میدان جنگ میں آگے بڑھ کر دشمن کے علاقہ میں سے دشمن پر گولے پھینکنے والی کوئی تنظیم نہیں تھی سب توپیں پیدل فوج کی پشت پر سے اس کے سروں پر سے وار وار کر گولے پھینکا کرتی تھیں مگر اب توپوں کی یہ چھپ چھپ کر رہنے کی عادت بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اسی کوشش میں ہیڈ کوارٹر آرٹلری ڈویژن کے قیام کا انقلابی نظریہ اپنایا گیا ہے دور مار توپیں حاصل کر لی گئی ہیں میدان جنگ میں کامیابی میں آرٹلری کی اہمیت سے ہمیں بہتر طور پر آگاہ کرنے کے لئے بریفنگ والوں نے نپولین سے مدد طلب کر لی جو بقول ان کے کہا کرتے تھے کہ انفنٹری کی وہی حیثیت ہے جو نظام شہنشاہیت میں ملکہ معظمہ کی ہوتی ہے۔ آرمڈ ڈویژن کو اس نظام میں بادشاہ سلامت کہا جا سکتا ہے۔ جب کہ آرٹلری فتح کی دیوی ہے اور فتح کا زیادہ تر انحصار دیوی کو بہتر طور پر شاملِ لڑائی کرنے میں کامیابی پر ہے۔ پاک فوج کی اس نوخیز دیوی کے زبانی درشنوں سے فارغ ہوئے تو ایک ساتھی نے پوچھا "ہمارے نظام میں آرٹلری کون ہیں؟"۔ "اور آرمڈ ڈویژن کون صاحب ہیں؟" دوسرے نے پاس سے اضافہ کیا ہم نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ فی الحال وہ دیوی کے درشنوں پر ہی گزارہ کریں۔ مگر اخبار نویس میدانِ جنگ میں دور مار توپوں کے گولوں کے زیرِ سایہ بھی ملکہ اور بادشاہ سلامت کی تلاش میں مصروف رہتے ہیں خواہ وہ بے تخت و تاج کے ہی بادشاہ اور ملکہ معظمہ کیوں نہ ہوں۔

چیف آف آرمی سٹاف کے دربارِ عام کے لئے کھلے میدان میں ایک گنبد نما گول خیمہ نصب تھا جس میں داخلہ کے دروازے پر ملٹری پولیس کا دستہ متعین تھا۔ دوہری دیواروں کے خیمے کے اندر سفری کرسیوں کی لائنیں لگی تھیں۔ سامنے چیف کی کرسی اور اس کے سامنے ان کے نائبین کے لئے ایک دو کرسیاں وقف کر دی گئی تھیں جہاں جس کے سینگ سمائیں تشریف فرما ہو جائے بعض خواتین و حضرات نے ارد گرد کے خواتین و حضرات کو سینگ دکھا کر چیف کے سامنے کی لائن میں بڑی محنت سے جگہ بنائی تھی کہ اعلان کر دیا گیا کہ چیف میدانِ جنگ میں کچھ ضرورت سے زیادہ الجھ گئے ہیں۔ اس لئے جو کوئی چاہے گھوم پھر کر وقت کاٹ سکتا ہے وقت کاٹنے کے لئے باہر گھومنے پھرنے لگے تو خیمہ کے داخلہ کے دروازے سے دور تک کائی کا قالین بچھا دیکھا ارد گرد کی ہر چیز جنگی انداز میں کیموفلاج کر دی گئی تھی سرکنڈے کی دیواریں ان کے پیچھے اور دیواریں۔ کسی حویلی میں جال تان کر نیچے گاڑیاں چھپائی گئی ہیں۔ کسی جال کے نیچے چھپے جرنیل جنگی منصوبہ بندی میں مصروف ہیں۔ ایک طرف کیا دیکھتے ہیں کہ پورے چار جرنیل ایک ہی جال کے زیرِ سایہ کوئی منصوبہ بنا رہے ہیں اور باقی چھوٹے موٹے افسران سے فاصلہ پر سے گزر جاتے ہیں ہم بھی جلدی سے واپس لوٹ آئے کہ جرنیلی رازوں کی چوری کا الزام نہ لگ جائے ہم ابھی زیادہ گھومے پھرے نہیں تھے کہ چیف کے آنے کا بگل بج گیا اہلِ ابلاغ خیمے کی طرف دوڑے ہم چیف کی طرف دوڑ پڑے میدانِ جنگ سے سیدھے دربار ہال میں آتے چیف کا نظارہ کرنے کیلئے' وہ کائی کے قالین پر تیز تیز قدم اٹھاتے دربار ہال

کی طرف بڑھے آرہے تھے چاک و چوبند ان کے ساتھیوں نے گرم جرسیاں پہن رکھی تھیں مگر وہ سردی میں بھی گرم کپڑوں کے زیر بار ہونے سے مبرا تھے نظر اپنے قدموں پر جمائے اور قدم مضبوطی سے ٹکاتے ہوئے' سب سے پہلے ایک غیر ملکی اخبار نویس نے آگے بڑھ کر تصویر بنانا چاہی تو چیف آف آرمی شاف کا ہاتھ خود بخود اس کی طرف اٹھ گیا ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ' آنکھوں کی چمک سیاہ چشموں کے پیچھے سے دیکھی نہ جا سکی چیف ایمپائر لیفٹیننٹ جنرل حمید گل ان سے ذرا فاصلے پر چل رہے تھے جنرل اسلم بیگ میں نہ چیف آف آرمی شاف والی اکڑ پھوں تھی نہ جمہوریت کے سرپرست اعلیٰ والی پھوں پھوں وہ بالکل ہی عام سے آدمی دکھائی دیتے تھے معلوم نہیں یہ ان کی اصل شخصیت تھی یا اسے بھی انہوں نے کیموفلاج کر رکھا تھا مارشل لاء کے دور میں عام فوجی افسر بھی ان سے زیادہ جرنیل دکھائی دیتا تھا۔ جرنیل کے تو کیا ہی کہنے جنرل چشتی جب اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے تھے تو انہیں زمین و آسماں کی وسعتیں تنگ تنگ سی محسوس ہوا کرتی تھیں۔

خیمے میں مضطرب بیٹھے خواتین و حضرات کو اسلام علیکم کہنے کے بعد سب سے پہلے چیف آف آرمی شاف نے آمد میں تاخیر کے لئے معذرت کی اور باعثِ تاخیر فاکس لینڈ میں اپنی مصروفیات کو قرار دیا اور بتایا کہ فاکس لینڈ کی فوجوں نے بلیولینڈ کے خلاف بھرپور حملہ شروع کر دیا ہے۔ جس کے مقابلہ کے لئے بلیولینڈ کی افواج بھی حرکت میں آچکی ہیں مگر ابھی تک دونوں فوجوں میں معرکے کارن نہیں پڑا جسلہ کی رفتار سے آگے بڑھنے والی فاکس لینڈ کی فوجوں کو بھی بلیولینڈ کی صلاحیت کا علم ہے اور وہ جوابی حملے سے دفاع کو بھی خاص اہمیت دے رہی ہیں اور دونوں طرف سے مکمل کوریں اس جنگ میں شامل ہیں اور دونوں طرف کی اب تک کی لڑائی کی چالوں اور منصوبوں کو دیکھ کر وہ بہت خوش خوش آرہے ہیں کہ یہ وسیع تجربہ کافی مفید رہے گا اور انہیں پاک فوج کی جنگی صلاحیتوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو سکے گا اس اندازہ کی انہیں ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سوال کا بغیر پوچھے انہوں نے خود ہی جواب دیا کہ امن کے دنوں میں جس قدر سخت محنت کی جائے لڑائی کے دنوں میں لڑنا اتنا ہی آسان ہو جاتا ہے۔

ضربِ مومن سے وہ اچانک ضربِ شمشیر کی طرف نکل گئے جب انہوں نے اخبار نویسوں کو اکٹھا کر کے سیاستِ حاضرہ پر مومنانہ ضربیں لگائی تھیں اور ملکی پریس نے اسے وسیع تر کوریج دی تھی۔ اخبارات اور اخبار نویسوں کی اس محبت کے بیان کے لئے انہوں نے پروین شاکر سے مدد لی۔

کو بہ کو پھیل گئی بات شناسائی کی
تو نے خوشبو کی طرح میری پذیرائی کی

اور امید ظاہر کی کہ اخبارات اور اخبار نویسوں کی طرف سے یہ پذیرائی آئندہ بھی جاری رہے گی۔ اخبار نویس ضربِ مومن کے جنگلوں اور صحراؤں میں جب بھی تھوڑی سی فرصت ملتی ایک دوسرے سے پوچھتے

فوج والوں نے آخر ہمیں بلایا کیوں ہے؟ پہلے بھی تو فوجی مشقیں ہوتی رہی ہیں اور ہر ملک میں بھی ایسی مشقیں ہوا کرتی ہیں وہاں کوئی رنگ رنگ اور نسل نسل کے اتنے زیادہ اخبار نویسوں کو کیوں نہیں بلاتا؟ چیف آف آرمی شاف نے خود اس سوال کا جواب فراہم کر دیا اور کہا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ ابلاغ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ فوجی پیشہ ور سپاہی ہوتے ہیں اور کتنے سخت جان اور سخت ایمان ہوا کرتے ہیں بعض ساتھیوں کو پہلے ہی شبہ تھا کہ جنرل بیگ اس تاثر کو گہرا کرنا چاہتے ہیں کہ پاک فوج کی سیاست میں کوئی دلچسپی نہیں اور وہ اپنے پیشہ ورانہ فرائض کو اولیت دے رہی ہے۔ اس طرح وہ پاک فوج کے چہرے پر سے سیاست کا گرد و غبار صاف کر کے اس کی جگہ پیشہ ورانہ غازہ جمانا چاہتے ہیں بریفنگ کے مختلف مراحل میں یہ بات جگہ جگہ اور بار بار دہرائی گئی تھی کہ پاکستان کی فوج ایک منظم اور پیشہ ور فوج ہے۔ جنرل بیگ نے فوجی اصطلاحوں کی مدد سے تاریخ کی رفتار کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح مورچوں میں چھپے ہوئے فوجی نظر نہیں آتے اسی طرح تاریخ اپنی منزل کی طرف بڑھتی ہوئی بھی دیکھی نہیں جا سکتی۔ دنیا میں ہر جگہ تاریخ کا یہ سفر جاری ہے اور اس تاریخی سفر میں نئے حقائق سامنے آرہے ہیں جو کوئی بھی تاریخ کے سفر میں کنارے پہنچنے کا متمنی ہے اسے اس سفر میں تاریخ کے ساتھ قدم ملا کر چلنا پڑے گا۔ تاریخ کے اس سفر میں قدم ملا کر ساتھ چلنے کی کوششوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کوششوں کے نتائج کے بارے میں فیصلہ خود تاریخ کی عدالت عالیہ جاری فرمائے گی۔ پاکستان کی اپنی تاریخ کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے جنرل اسلم بیگ نے 1971ء کو پاکستان کی تاریخ کا ایک سنگ میل قرار دیا اور کہا کہ اس وقت پاکستان کی فوج ایک شکست خوردہ فوج تھی لیکن اس مقام سے اب ہم بہت آگے نکل آئے ہیں قوم نے اپنے سیاسی عزم کا واشگاف الفاظ میں اظہار کر دیا ہے اور اس ضربِ مومن سے میرا مقصد قوم کو اس کی مسلح افواج کے عزائم سے آگاہ کرنا ہے اٹھارہ سال کے اس سفر میں سخت تربیت اور پیشہ ورانہ لگن کے ذریعے پاکستان کی افواج کسی بھی چیلنج کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو گئی ہیں اور ضربِ مومن کا مقصد پاکستانی قوم کے فوجی عزم کا اظہار ہے اور یہ مشق بھی مسلح افواج کی طرف سے وقت کی حکومت کے لئے ایک تحفہ ہے تاکہ وہ امن کے حصول اور مذاکرات کی میز پر ثابت قدمی سے اپنا موقف پیش کر سکے کیونکہ کمزور افراد اور اقوام مضبوط موقف اختیار کر سکتے ہیں نہ امن کے حصول اور تلاش میں کامیاب ہو سکتے ہیں دنیا کی سپر طاقتیں بھی تب ہی امن کے لئے مذاکرات کے مرحلہ میں داخل ہو سکیں جب انہوں نے اپنے آپ کو فوجی لحاظ سے ناقابل تسخیر بنا لیا۔ تاریخ کے اس موڑ پر ہم نے ان مشقوں کا منصوبہ بنایا تاکہ ہم بھی امن اور خوشحالی کے مرحلہ میں کامیابی حاصل کر سکیں ضربِ مومن کے فنی اور فوجی فوائد اور کمانڈروں کے لئے نئے حربی اصول آزمانے کے مواقع کے ذکر کے بعد چیف آف آرمی شاف نے بتایا کہ اتنی بڑی فوجی مشق کے لئے وہ دو سال سے ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت کام کر رہے تھے تب جا کر وہ اس مقام تک پہنچے ہیں کہ اپنے کمانڈروں کی صلاحیتوں کا میدان جنگ میں پتہ لگا سکیں گزشتہ بیالیس سال میں اس سطح پر ان کی آزمائش اور

امتحان نہیں ہو سکے تھے۔

تاریخ کے غیر محسوس سفر اور جغرافیہ کی مجبوریوں کے تفصیلی ذکر اور اس تاریخی جغرافیائی ڈھانچہ میں ضربِ مومن کی اہمیت واضح کرنے کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو سوالات کی چاندماری کے لئے پیش کر دیا اور کہا کہ جب تک آپ کے سوالات ختم نہیں ہونگے میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں خواہ کتنا ہی وقت لگ جائے مگر شرط یہ لگادی کہ جو بھی سوال پوچھا جائے وہ ضربِ مومن کے بارے میں ہی ہونا چاہئے۔

اہلِ ابلاغ بہت زیادہ تپے ہوئے تھے۔ کئی روز سے ایک دوسرے سے بحث ومباحثہ سے ضربِ مومن کے بارے میں شکوک اور سوالات جمع کر رہے تھے۔ ویسے بھی وہ بہت سارے تھے جنرل بیگ کے اس اعلان کے بعد ہم نے سوچا کہ سوال وجواب کی یہ مشقیں بھی ضربِ مومن کے ساتھ ہی ختم ہو سکیں گی لیکن چیف آف آرمی سٹاف کو لفظی جنگ وجدل کے لئے مکمل طور پر تیار دیکھ کر وہ کچھ نرم پڑ گئے واقعی کمزوری جارحیت کو دعوت دیتی ہے لیکن وہ اپنی کمزوری کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتے تھے ایک اخبار نویس نے پوچھا کہ آخر آپ نے نیا نظریہ اپنایا کیوں؟ ان کا مختصر جواب تھا کہ اب تک ہم ہمیشہ دفاعی جنگ لڑنے کے اصول پر کاربند رہے ہیں لیکن اب میں دشمن کے علاقہ میں بہت آگے تک جانا چاہتا ہوں ایک اور اخبار نویس نے فلسفہ اور بنیاد کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا کیا اس جنگی مشق کا کوئی سیاسی مقصد بھی ہے؟ جنرل بیگ نے جواب دیا اگر میرا کوئی سیاسی مقصد ہوتا تو میں اس وقت تھل کے صحراؤں میں مارا مارا پھر رہا ہوتا بلکہ اپنے ہیڈ کوارٹرز میں بیٹھا اس مقصد کے حصول کے لئے منصوبہ بندی کر رہا ہوتا سوال کیا گیا کہ آپ نے فوجی مشقوں کے لئے یہ وقت کیوں منتخب کیا؟ انہوں نے جواب دیا میں حکومتِ وقت اور اپنی قوم کو ایک مضبوط اور اہل فوج دینا چاہتا ہوں تاکہ ماضی کی تاریخ کو دہرایا نہ جا سکے اور اس محاذ پر پاک فوج نے شاندار کارنامہ انجام دیا ہے اور یہ مشق قوم کی قوت کا اظہار ہے مشق پر خرچ کے بارے میں سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم نے جتنی رقم مانگی تھی حکومت نے اس سے نصف رقم دی ہم نے اسی رقم سے مشقیں کرنے کا منصوبہ بنایا مگر ان مشقوں کے مقصد اور معیار میں تبدیلی نہیں کی مشقوں کے مقام کی تبدیلی کے بارے میں نہ کسی نے سوال کیا اور نہ ہی چیف آف آرمی سٹاف نے اس ٹاپ سیکرٹ سے پردہ ہٹانے کی ضرورت محسوس کی فوجی مشقیں عام طور پر سرحدوں کے قریب ہوتی ہیں۔ بھارت نے اپنی تاریخ کی سب سے بڑی مشقیں پاکستان کی سرحد کے قریب کی تھیں حالانکہ بھارت پاکستان کی نسبت سے کافی وسیع وعریض ملک ہے ان براس ٹیک مشقوں میں جس قسم کے یونٹوں نے شرکت کی تھی وہ بھی صحرائی جنگ سے متعلق تھے پاکستان کے صوبہ سندھ کے صحرائی علاقہ سے متصل بھارت کے صحرا میں ان مشقوں کی وجہ سے ہی یہ خدشہ محسوس کیا گیا تھا کہ بھارت پاکستان پر حملہ کر سکتا ہے۔ اس خدشہ کے پیشِ نظر پاکستان نے وادیٔ کشمیر سے بیاس تک کے علاقہ میں اپنی فوجیں جمع کر دی تھیں بھارت نے سندھ کے محاذ پر جو چیلنج دیا تھا پاکستان نے پنجاب کے بارڈر سے اس کا جواب فراہم کر

دیا تو بھارت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تب اس نے فوری طور پر سپر طاقتوں سے رابطہ قائم کر کے بچاؤ بچاؤ کا شور مچا دیا اور جنرل ضیاء الحق مرحوم نے یکطرفہ طور پر کرکٹ ڈپلومیسی شروع کر دی جو کافی کامیاب قرار دی گئی مگر اس کرکٹ ڈپلومیسی کی کامیابی کا راز فوجوں کے تیز جوابی اجتماع میں تھا۔ براس ٹیک مشقوں کے جواب میں ضربِ مومن کا منصوبہ بنانے والوں نے بھی یہ مشقیں بہاولپور سے رحیم یار خاں اور سکھر کے علاقہ میں کرنے کا فیصلہ کیا تھا میدان جنگ کے قدرتی ماحول میں لیکن پاکستان میں جمہوریت کی بحالی ہو گئی تو اس وقت کے بھارت کے وزیر اعظم سے تعلقات کی استواری کی خاطر پاکستان کی جمہوری حکومت نے فوج کو اپنی مشقیں پاک بھارت سرحد سے دور سے دور لے جانے کا حکم دیا اور سب سے دور علاقہ جس میں مشقیں ہو سکیں تھل کے میدانوں اور صحراؤں کا ہی تھا پاک فوج نے مشقوں کے معینہ علاقے کو تبدیل کر کے جمہوریت اور بھارت کے ساتھ اس کے تعلقات کے استحکام میں اپنا حصہ ڈال دیا شاید اسی پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک اخبار نویس نے پوچھا کہ ان ضربوں کے بارے میں کسی طرف سے کوئی منفی ردعمل بھی ظاہر کیا گیا ہے؟ جنرل بیگ کا منفی ردعمل کے بارے میں جواب بھی نفی میں تھا جب انہوں نے اپنا اصل منصوبہ اور علاقہ ہی بدل لیا تھا تو پھر بھی ایسے ردعمل کے اظہار سے کسی کو کوئی فائدہ بھی تو نہیں پہنچ سکتا تھا پاک فوج کی تعمیر نو میں اس کے لئے ضروری اسلحہ اور گولہ بارود کی فراہمی بھی شامل ہے اس بارے میں سوال کا جواب تھا کہ ہم اپنی ضرورت کا نوے فیصد گولہ بارود اندرونِ ملک تیار کر رہے ہیں اور باقی دس فیصد کی کمی پوری کرنے کی بھی کوششیں ہو رہی ہیں ویسے ضربِ مومن کے ضمن میں گولہ بارود کا ذکر کچھ غیر متعلقہ سا تھا کیونکہ فوجی مشقوں میں نہ کوئی گولہ استعمال کیا جاتا ہے نہ بارود کی ضرورت ہوتی ہے ساری فرضی جنگ فرضی گولہ بارود کے ذریعے ہی لڑی جاتی ہے اور زخمی حادثات اور سانپ مقابلوں میں ہی ہوتے ہیں۔

دو لاکھ فوجی اپنے ساز وسامان سمیت بستی کے تھل تک کتنے وقت میں پہنچے ہونگے؟ چیف آف آرمی سٹاف سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ صرف چھ ہفتوں میں فوج والوں کی اس تیز رفتاری سے ایک ساتھی کا ذہن سیاست والوں کی سست رفتاری کی طرف جا نکلا کیا آپ ملکی معاملات میں فوج کے کردار کے حق میں ہیں؟ ان کا جواب نہایت مختصر تھا: "نہیں"۔ "تو پھر فوج اب کیا کردار ادا کرنا چاہتی ہے؟" "قوم کے بازوئے شمشیر زن کا"۔ حقیقی فاکس لینڈ کی آبادی اور وسائل کو دیکھتے ہوئے ایک سوال اکثر پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل بلیولینڈ کی فوج اس جارح فاکس لینڈ کی جارحیت کا کتنا عرصہ مقابلہ کر سکتی ہے؟ چیف آف آرمی سٹاف نے اس فکرمندی کا جواب دیا کہ اب کوئی بھی فیصلہ کن جنگ شدید اور مختصر ہوگی۔ اگرچہ ہم نے

طویل جنگ کی بھی منصوبہ بندی کر رکھی ہے لیکن ہمیں پسند محدود اور شدید جنگ سی ہے۔" ان کا کہنا تھا کہ جو فوج صرف دفاع کرتی ہے' آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو اس کے مقدر کا فیصلہ ہر دیوار پر لکھا مل جاتا ہے' اسی لئے یہ ضرب مومن ہماری طرف سے یہ کھلا پیغام ہے کہ پاکستان کی فوج اب پہلے والی فوج نہیں' اگر کسی کے ذہن میں کوئی شبہ ہے تو اسے جان لینا چاہئے' ان کا خیال تھا کہ یہ پیغام وانع جارحیت ثابت ہو گا مگر جس کسی کی اپنی نیت میں فتور نہیں اسے اس پیغام سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں' ہم تو صرف اپنے اکھاڑے میں ڈنٹر پیل کر اپنے مسل بنا رہے ہیں۔ کسی نے کھل کر بات کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ چیف آف آرمی سٹاف نے کھل کر اعلان کر دیا کہ "مستقبل کی جنگ ہماری جنگ ہوگی" بات جنگ کی ہو تو اپنا مشرقی پاکستان یاد نہ آئے' ہو ہی نہیں سکتا۔ چیف آف آرمی سٹاف تھوڑے سے رکے اور پھر کہا کہ ہو سکتا ہے ہم ممالک دو ہوں مگر ملت پھر بھی ایک سی ہیں۔ کوئی عام آدمی یہ بات کہے تو اس کا مطلب اور ہوتا ہے' چیف آف آرمی سٹاف کی بات کے معنی کچھ اور ہوا کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں بھارت کے جذبۂ دوستی کا ذکر خیر آیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے خلوص کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ سیاچن کے بارے میں معاہدہ کر کے منحرف ہو گیا ہے' اس کے رویہ میں تبدیلی اگر کوئی ہے تو صرف لفظی تبدیلی ہے۔ سیاست اور فوج سے ہوتے ہوئے وہ سیاچن کے محاذ پر پہنچے تو ہم نے پوچھا کہ اگر تاریخ کے اس سفر میں اپنی قومی زندگی کی سیاسی بوگی فوجی ڈبے کا ساتھ نہ دے سکی تو آپ کے خیال میں ہم اپنی تاریخی منزل پر پہنچ سکیں گے؟ جنرل بیگ کے اظہار میں تھوڑی سی تلخی آگئی۔ "سیاستدانوں سے آپ بات کریں' انہیں لوگوں نے منتخب کیا ہے' وہ ان سے پوچھیں' ہم تو فوج والے ہیں اور تاریخ کے سفر میں فوج کے کردار کی بات ہی کر سکتے ہیں" بات تھی بھی ٹھیک' وہ فوج کے سربراہ تھے اور فوج کی مشقوں کے دوران سیاسی بوگی کی کھڑ کھڑاہٹ کے بارے میں کیسے رائے دے سکتے تھے۔ کسی نے فاکس لینڈ اور بلیو لینڈ کی لڑائی کے نفسیاتی اثرات کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا کہ فاکس لینڈ کے کمانڈر عالم جان محسود کی بچی نے تو اپنے والد سے بات کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ تم کافر ہو۔ اخبار نویسوں کے سوالات ختم ہونے لگے تو انہوں نے جواب ختم کر دیئے مگر اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے پاس اب بھی کہنے کو کچھ باقی ہے۔ محترمہ بشریٰ رحمان ہمارے پڑوس میں کافی مضطرب بیٹھی تھیں' ہمیں کچھ پریشانی ہوئی' خیریت تو ہے؟ "انہوں نے پروین شاکر کا شعر پڑھا ہے۔ میں انہیں اپنا ایک شعر سنانا چاہتی ہوں۔" عورت دی عورت ویری' ہم نے انہیں منع کیا کہ اس طرح کہیں شعر و شاعری کی ضرب مومنانہ شروع نہ ہو جائے' وہ مان تو گئیں مگر کافی دیر تک وہیں گھولتی رہیں۔

دربار عام کے بعد بڑے کھانے کی وہی اہمیت ہے جو عید قربان کے بعد قربانی کی ہوتی ہے۔ چیف آف دی آرمی سٹاف کی قیادت میں سب لوگ سول اور فوجی مل کر ڈائننگ ہال کی طرف چل دیئے' وسیع و عریض ڈائننگ ہال کی دیواریں درختوں کی شاخوں اور سرکنڈے سے بنی تھیں' فرش پر دبی کائی کا نرم گرم قالین اور درمیان میں سینکڑے فٹ طویل کچی مٹی کی میزیں' یہ تو بہت پہلے سے سن رکھا تھا کہ ضرورت ایجاد

کی ماں ہوا کرتی ہے۔ کچی مٹی کی سینکڑے فٹ طویل میزوں نے اسی ماں کی کوکھ سے جنم لیا تھا۔ زمین پر سینکڑے فٹ طویل کھائی کھود دیں اتنی ہی گہری جتنی اونچی کھانے کی کرسی کی ٹانگیں ہوتی ہیں پھر اس سے تین ساڑھے تین فٹ کے فاصلہ پر ایک اور اتنی ہی طویل اور گہری کھائی کھود ڈالیں تو میز کے ساتھ کرسیاں بھی خود بخود تیار ہو جاتی ہیں۔ دونوں طرف کی کھائیوں میں ایک دوسرے کی طرف منہ اور ٹانگیں لٹکا کر تشریف رکھیں۔ میز آپ کے درمیان میں ہوگی۔ بس کھانا چننے والوں کا ذرا تربیت یافتہ ہونا لازم ہے اور فوج میں جو کوئی بھی' جہاں کہیں بھی ہو تربیت یافتہ ہی ہوتا ہے۔ بیٹھتے وقت ہر کسی کی کوشش تھی کہ وہ چیف کے گرد و نواح میں کہیں فٹ ہو جائے۔ اس ڈھنگ میں سابقہ تجربہ بہت کام آیا۔ باتجربہ حضرات نے چیف کے ساتھی جرنیلوں کو بھی ان سے پرے دھکیل دیا اور جرنیل بھی عام و خواص میں ہی تشریف فرما ہو گئے۔ ایک ہی صف میں بیٹھ گئے سب محمود و ایاز میز پر قسم قسم کے کھانے چنے تھے۔ مگر فوج والے اپنے سربراہ سمیت سارے ہی ساگ اور مکی کی روٹی پر گزارہ کر رہے تھے' ان کی دیکھا دیکھی مہمانوں نے بھی ہاتھ بدل لیا' مکی اور ساگ کی پھر بھی تھوڑ نہیں آئی۔

ہمیں اتفاق سے ایسی کرسی مل گئی جہاں سے جنرل حمید گل ہمارے دائیں طرف اور جنرل مرزا اسلم بیگ ان کے سامنے پڑتے تھے۔ وہ دونوں مختلف گروپوں کے سوالات کی زد میں تھے' ہم جس کا جواب چاہتے تھوڑی سی توجہ سے سن لیتے روس کی ایجنسی تاس کا نمائندہ جنرل بیگ کی طرف بڑھا تو انہوں نے سوالات کاٹ کر اس کو خندہ پیشانی سے وصول کیا' ہم نے تو آپ کے وفد کو بھی دعوت دی تھی کہ آؤ ہماری مشقیں دیکھو پہلے تو انہوں نے آنے کا وعدہ کر لیا تھا' اب معلوم ہوا ہے کہ وہ نہیں آئیں گے' شاید انہیں خدشہ ہے کہ اس سے ہمارا مشرقی ہمسایہ ان سے ناراض ہو جائے گا" زور ہمسایہ پر تھا۔ "آپ روس کے اس رویہ کو منفی سمجھتے ہیں؟" روسی نوجوان نے پوچھا "جی ہاں' ہماری تو خواہش تھی کہ آپ کا وفد بھی آتا مگر آپ کو ہماری نسبت ہمارے مشرقی ہمسایہ سے تعلقات زیادہ عزیز ہیں" جنرل بیگ جوابات کی ضربوں میں مکی اور ساگ سے تعلقات بھی بھول جاتے۔ پھر سے بھارت کی بات چل پڑی تھی' یوگ روس بھارت وفود اور خواہشات کے بارے میں پوچھنے لگے "ہم نے تو بھارت سے کہا تھا آؤ سب معاملات پر بات کریں مگر وہ تو سیاچن پر معاہدہ کر کے بھی منحرف ہو گیا' اس سے ظاہر ہے اس کا رویہ نہیں بدلا صرف الفاظ بدلے ہیں مگر ہم 1971ء کی تاریخ دہرانے نہیں دینگے' ہم اس پر بھروسہ نہیں کر سکتے' اب تو انہیں کشمیر پر بھی بات کرنا ہوگی"۔

دوسری طرف احمد رشید جنرل حمید گل کو افغان مجاہدین کے باہمی اختلافات اور ان کے کمانڈروں کے ڈاکٹر نجیب سے مل جانے کی خوشخبری سنا رہے تھے' جنرل حمید گل کی آواز پر غصہ غالب آنے لگا۔ "وزارت خارجہ میں چار صد افغان کمانڈروں کی فہرست موجود ہے۔ وہ فہرست دیکھ لیں اور پھر بتائیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی نجیب حکومت سے ملا ہے؟ مغربی ذرائع ابلاغ اور اخبار نویسوں کی گھڑی ہوئی کہانیاں

پھیلا نا نجیب کے کام کو آسان بنانا ہے قبائلیوں میں روس اور نجیب کے ایجنٹ ہیں جو خود کو کمانڈر ظاہر کر کے اس طرح کے بیان دیتے اور دلواتے رہتے ہیں اور آپ انہیں درست مان لیتے ہیں! احمد شاہ مسعود کا نیپ بھی موجود ہے وہ جا کر سن لیں ویسے بھی مجاہدین اور ان کے کمانڈر آپس میں خواہ کتنے ہی لڑیں نجیب سے نہیں مل سکتے کیا انہوں نے اتنی قربانیاں اس سے ملنے کے لئے دی ہیں؟"

رشید نے ایران کے رویہ میں تبدیلی کی بات کی تو جنرل حمید گل نے کہا "ایران بھی مسئلہ افغانستان کے بارے میں اپنی پالیسی نہیں بدل سکتا وہ پندرہ لاکھ افغانوں کی قربانیوں کو کیسے نظرانداز کر دے گا؟ علی خامنائی کو اپنا رویہ بدلنا پڑے گا۔"

بھارت کے نجیب حکومت سے بڑھتے روابط کو تبدیلی کے ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔ "بھارت بھی اب کچھ نہیں کر سکتا تاریخ کا دھارا ہمیشہ شمال مغرب سے دہلی کی طرف رہا ہے۔ تاریخ اپنا راستہ خود متعین کیا کرتی ہے۔"

انہیں روس کی افغانستان میں واپسی کا خوف دلایا گیا تو اسی انداز میں انہوں نے فیصلہ سنایا "روس اب بھی افغانستان میں واپس نہیں آئے گا۔"

روس کی واپسی کے امکانات پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا "کمیونزم سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں دور کرنے آیا تھا اب وہ بھی ناکام ہو گیا ہے اب کوئی خلاء تو نہیں رہے گا۔ اب کسی تیسرے نظام کا موقعہ ہے"

"وہ کونسا نظام ہو سکتا ہے؟" ہم نے پوچھا

"جس کو یہ نہیں مانتا" جنرل گل نے احمد رشید کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا پھر انہوں نے تاریخ اور جغرافیہ کو ملا کر نئے حالات کا تجزیہ پیش کر دیا۔

"دنیا تیزی سے بدل رہی ہے روس اور امریکہ میں نئے مفادات کے نئے اختلافات پیدا ہونگے نئے علاقائی اور عالمی توازن اور عدم توازن وجود میں آئیں گے۔"

تاریخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم کبھی شمال مغرب کی طرف جاتے اور کبھی جنوب مغرب کی طرف۔ وی پی مینن نے کشمیر پر جابرانہ قبضہ کا جواز اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب میں کشمیر کی پہاڑیوں پر کھڑا تاریخ کے دھارے کے بارے میں غور کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ درۂ خیبر کے راستے سے شمال مغرب سے جو بھی آیا وہ دہلی پر قابض ہو گیا اس خطرہ کے تدارک کے لئے میں نے فوری طور پر کشمیر میں فوجیں اتارنے کا فیصلہ کر لیا"

کشمیر میں وی پی مینن کے فکری اور نظری جانشینوں کی فوجیں کب تک درۂ خیبر سے آنے والے تاریخ کے دھارے کے سامنے سنگینیں تانے کھڑی رہیں گی؟ روس نے افغانستان میں فوجیں اتاریں تو اس کے فکری اور نظری خوشہ چینیوں نے کہا تاریخ کا سرخ دھارا اب کے خیبر سے نکل کر بحرہ عرب کے

گرم پانیوں سے گلے مل جائے گا یہ دھارا صدیوں سے اس رخ بہنے کے لئے بیتاب رہا ہے۔ سپر پاور روس کی فوجیں اس دھارے کی صدیوں پرانی خواہشات پوری کرنے آئی ہیں بے یار و مددگار افغان اس کے سامنے بند نہیں باندھ سکتے جس پاور کی کتنیا فضاؤں کی حکمرانی پر فائز رہ چکی ہو اس کی توپوں ٹینکوں اور میزائلوں کو افغان کیسے روک سکیں گے؟ اور پھر ان افغانوں نے تاریخ کے سرخ دھارے کا رخ تبدیل کر دیا۔ جنوب مشرقی ایشیاء پر قبضہ کے خواب دیکھنے والی سپر پاور مشرقی یورپ کے مقبوضات سے بھی محروم ہو گئی۔ تاریخ نے درۂ خیبر سے چل کر مشرقی یورپ پر قبضہ کر لیا روس کی جابر اور قہار فوجیں اس کے سامنے بند نہ باندھ سکیں ڈیڑھ صدی قبل بالاکوٹ کے میدان میں تاریخی معرکہ کے بعد تاریخ دانوں نے تاریخ کے ایک باب کا عنوان "ختم شد" رکھا تھا فاتح رنجیت سنگھ کی حکومت اور آل اولاد کا نام تک نہ رہا سید احمد شہید کی فکری اور نظری آل اولاد نے سپر پاور کا غرور خاک میں ملا کر تاریخ کو نئی راہیں دکھائیں کیا نجیب کے ساتھ مل کر بھارت ان راہوں کے سامنے بند باندھ سکے گا؟ میں انہی تاریخی بھول بھلیوں میں الجھا ہوا تھا کہ ایک بار پھر روانگی کا گھڑیال بجنے لگا میزبان بار بار اگلی منزل کے لئے وقت معینہ میں تاخیر کے اشارے کر رہے تھے مگر ماہرین جرنیلوں کو اپنی اپنی مہارت اور علم سے مرعوب کرنے کی ضربوں میں مصروف تھے۔

بے چارے جرنیل مہمانوں کی عزت افزائی کی خاطر سب کچھ سننے اور خاموش رہنے پر مجبور تھے۔ امریکی ماہر امور سیاسیات و افواجیات جنرل حمید گل کو اپنی گزشتہ چھ ماہ کی پراگریس رپورٹ پوری سنانے پر بضد بیٹھے تھے۔

میزبانوں کے بعد ہم قافلہ

ساتھیوں نے انہیں قافلہ کی روانگی کی وارننگ بھی دی مگر وہ سوزے دی گز خک کی مانند جنرل سے چمٹے ہوئے تھے ان کی آخری درخواست جو سنی گئی یہ تھی کہ "میرے یہ مضمون کہیں چھپوا دیں۔" ہمیں ان کے علمی مرتبہ و کمال پر رشک آنے لگا۔

"اکیس ممالک کے وفود فوجی اتاشی، فوجی ماہرین اور آٹھ صد مہمان میں کچھ بھول تو نہیں رہا؟"

ایک اخبار نویس نے اپنی یادداشت پختہ کرنے کو پوچھا۔

"پاکستان میں متعین بیرونی سفیر آپ یقیناً بھول رہے ہیں۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے پاکستان میں متعین سفیر مگر یار یہ اتنے لوگوں کو بلا کیوں رہے ہیں؟"

"پبلک ریلیشنگ کی ضرب مومن جو ہوئی۔"

"فوجی ضرب مومن کے بارے میں تو کچھ کہہ نہیں سکتے پبلک ریلیشنگ کی ضرب البتہ بڑی کامیاب جا رہی ہے۔"

"پبلک ریلیشنگ اپنوں سے تو سمجھ آتی ہے ان ایکس ممالک کے وفود اور فوجی ماہرین سے پبلک ریلیشنگ کی انہیں کیا ضرورت تھی فوج ان کے ٹیکسوں پر تو نہیں چل رہی۔"

"ہاں تمہاری اس بات میں تھوڑی سی عقل معلوم ہوتی ہے۔"

"جس کا خانہ بالکل ہی خالی ہو اس کے لئے تھوڑی بھی بہت ہوتی ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے تم نے ان کا نمک کچھ زیادہ ہی کھالیا ہے۔"

"تم تو اتنے روز ان کا صرف مٹھائی کھاتے رہے ہوگے؟"

"اچھا مٹھا اور نمک ان کا بعد میں حلال کرینگے پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ یہ مشقیں فوجی تھیں یا سیاسی؟"

"وہ تو سب یہی کہتے تھے کہ خالص فوجی مشقیں ہیں۔"

"اور یہ بھی کہ پاکستان کی فوج خالص پیشہ ور فوج ہے۔"

"اور یہ بھی کہ اس کا ایک فیصد بھی مارشل لاڈیوٹی پر نہیں تھا۔"

"گویا یہ کہ مارشل لاء کا اس کی پیشہ ورانہ مہارت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔"

"مطلب یہ کہ فوج کے دامن پر سے مارشل لاء کے دھبے صاف کرنے کی ضرب مومن ہے۔"

"مطلب کچھ بھی ہو ضرب مومن سے یہ دھبے کم لازما ہونگے۔"

"کروڑوں کا صابن خرچ ہو گیا ہے دھبے اب بھی کم نہیں ہونگے؟"

"مگر یہ اتنی تشہیر کر کیوں رہے ہیں؟"

"خواتین اخبار نویسوں کو ڈونگے دکھانے کی تو کوئی تک دکھائی نہیں دیتی۔"

"روس والے بھی افغانستان سے جاچکے ہیں۔"

"بھارت کے ساتھ ہماری وزیر اعظم امن چین سے رہنا چاہتی ہیں۔"

"سندھ کارڈ والوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔"

"بات پھر راجیو کارڈ والی ہی ہو گئی نا۔"

"ہاں ایک حوالے سے یہ بھی ہے۔"

"مگر وہ تو کہتے ہیں ہم جمہوری حکومت کو یہ تحفہ دینا چاہتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے ضیاء الحق کا تحفہ بے نظیر کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

"ضیاء الحق کو آپ درمیان سے نکال نہیں سکتے؟"

"وہ تو رہے گا درمیان میں فوج کی تعمیر نو اسی کا تحفہ تو ہے۔"

"بے نظیر کو تو پھر اسلم بیگ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔"

"بالکل ہونا چاہئے انتخابات کا تحفہ 'اقتدار کا تحفہ' جمہوریت کا تحفہ اور اب ضرب مومن کا تحفہ

اسلم بیگ کچھ زیادہ ہی مہربان ہو رہا ہے۔"

"کرو مہربانی تم اہل زمیں پر!"

"خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر۔"

"اب تم خدا کو کیوں بیچ میں ڈال رہے ہو؟"

"وزن برابر کرنے کیلئے اور کوئی بات نہیں۔"

"بات تو کوئی ضرور ہے۔"

"چلو مان لیا بات ہے مگر تم اس بات سے اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہو؟"

"ہر گز نہیں ہر گز نہیں میں قطعاً پریشان نہیں میں تو الٹا خوش ہوں۔"

"ذرا ہمیں بھی بتادیں تاکہ ہم بھی خوش ہولیں۔"

"تم تو وہی صبح دم پیر کی جنس والی بات کر رہے ہو"

"وہ کیسے؟"

"وہ کئی روز سے بتا رہے ہیں کہ گزشتہ دس سال میں فوج کی قوت میں اضافہ ہوا ہے اس کے پاس نیا اسلحہ آیا ہے روسی فوجوں کے افغانستان سے چلے جانے سے ہم پر مغربی محاذ کا دباؤ کم ہو گیا ہے ہم نے ملکی دفاع کا نیا نظریہ بنایا ہے فوجی جرنیلوں کی نئی تربیت کی ہے اس مشق کے ذریعے اس اسلحہ تنظیم نئے اصولوں اور کمانڈروں کی آزمائش کرنا چاہتے ہیں اور تم پھر بھی پوچھتے ہو اصل بات کیا ہے؟"

"اگر یہی ہے تو اس پر تو واقعی سب کو خوش ہونا چاہئے۔"

"اتنا کچھ تو واقعی ہے۔"

"خوش ہونے کے لئے اتنا کچھ کافی نہیں؟"

"ہے تو کافی۔"

"تو چلو پھر ہو جائیں اس پر خوش۔"

"اس خطہ میں امن کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اگر فاکس لینڈ امن کی برکات سے کسی طرح واقف ہو جائے۔"

"یہ بہت مشکل ہے۔"

"پھر تو امن بھی مشکل ہے۔"

"ایک اور بھی طریقہ ہے۔"

"ذرا جلدی سے بتادو۔"

"ملیر لینڈ ایٹمی قوت بن جائے۔"

"مجھے تو یہ طریقہ پسند نہیں۔"

"مگر فاکس لینڈ کو شاید یہی طریقہ پسند ہے۔"

"کیا فاکس لینڈ میں کوئی گورباچوف پیدا نہیں ہو سکتا؟"

"فی الحال تو ممکن نہیں۔"

"مجھے امن چاہئے۔"

"مجھے بھی امن چاہئے۔"

"لیکن تم ہو کون؟"

"ہاں واقعی ہم ہیں کون؟"

"تو پھر امن کی بات کیوں کرتے ہو؟"

"کیونکہ ہم خوشحالی چاہتے ہیں۔"

"خوشحالی تب آئے گی جب فاکس لینڈ کے عوام چاہیں گے تمہارے چاہنے سے نہیں آ سکتی۔"

"فاکس لینڈ والے آخر امن اور خوشحالی چاہتے کیوں نہیں؟"

"چونکہ وہ فاکس لینڈ والے ہیں۔"

"چونکہ وہ جبر والے ہیں۔"

"چونکہ وہ تو محکوم ہیں"

"یہ بھی ٹھیک ہے مگر وہ صدیوں کی تاریخ کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں سب سے پہلے انہیں اس شکنجے سے نکالنا ہوگا۔"

"کوئی کسی کو تاریخ کے شکنجے سے نہیں نکال سکتا نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا۔"

"لو آ گئی شاعری۔"

"تاریخ بھی تو شاعری ہے۔"

"قافیہ اور وزن کے بغیر والی شاعری۔"

"شاعری کے شکنجے سے تو جنرل اسلم بیگ نہیں نکل سکتے فاکس لینڈ کے عوام تو بے چارے عوام ہیں"

"مگر وہ پروین شاکر والی شاعری ہے تاریخ والی نہیں۔"

"ایک ہی بات ہے۔"

"جیسے دن اور رات ہے۔"

"فرض کرو تم اخبار نویس نہیں تاریخ نویس ہو تو تم آئندہ نسلوں کے لئے ضرب مومن کے بارے میں کیا لکھو گے؟"

"تاریخ نویسی اخبار نویسی سے آسان تر ہے کیونکہ اس میں سرکاری اشتہارات سرکولیشن اور

بیرونی دوروں وغیرہ کا چکر نہیں ہوتا۔ خوف نہیں ہوتا کہ سچ لکھ دیا تو بینظیر ملاقات کے لئے نہیں بلائے گی وزیر اطلاعات کی افطاری کا دعوت نامہ منسوخ کر دیا جائے گا۔ ٹیلی ویژن پر پروگرام نہیں ملے گا تاریخ لکھنا اخبار لکھنے سے بہت آسان ہے۔"

"تو پھر لکھ ڈالو تھوڑی سی تاریخ بھی۔"

"مثلاً اگر یہ لکھ دیا جائے کہ بہاولپور کے فضائی حادثہ میں جنرل ضیاء الحق اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کے بعد وائس چیف آف آرمی سٹاف لیفٹیننٹ جنرل مرزا اسلم بیگ نے حالات پر قابو پانے اور صدر مملکت کی ہلاکت سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر کرنے کے لئے اپنے ساتھی جرنیلوں سے مشورہ کیا اور ملک میں مارشل لاء لگانے کی تجویز مسترد کرتے ہوئے سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خاں کو ملک کا صدر بنا دیا۔ صدر مملکت کا حلف لینے کے فوراً بعد صدر غلام اسحاق خاں نے وائس چیف آف آرمی سٹاف لیفٹیننٹ جنرل مرزا اسلم بیگ کو ملک کا نیا چیف آف آرمی سٹاف مقرر کر دیا اور اس طرح صدر مملکت اور چیف آف آرمی سٹاف کے جنرل ضیاء الحق کی ہلاکت سے خالی ہونے والے دونوں عہدے پُر ہو گئے۔"

"بس اتنی سی بات ہے؟"

"اور بھی ہے مگر یہ ذرا اسپل ہے نا۔"

"تاریخ نویسی کی ضرب مومن کیوں نہیں کہہ دیتے۔"

"آپ جو چاہیں کہہ لیں میں تو تاریخ لکھ رہا تھا۔"

"ہاں تو لاؤ اسے ذرا مستی کے تھل تک!"

"ہاں تو صدر مملکت غلام اسحاق خاں نے چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل مرزا محمد اسلم بیگ کے مشورہ اور تعاون سے ملک میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرائے جن کے نتیجہ میں پاکستان پیپلز پارٹی ایوان کی سب سے بڑی واحد پارٹی بن کر سامنے آئی اگرچہ اس کے ارکان کی تعداد نصف سے بھی کم تھی لیکن صدر مملکت نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اس پارٹی کی شریک چیئرپرسن بے نظیر کو ملک کی پہلی خاتون وزیر اعظم کا حلف دلا دیا اور بے نظیر نے صدر مملکت غلام اسحاق خان کو ملک کا نئے سرے سے صدر منتخب کرا دیا۔"

"تم نے دیکھا ہے کہ صدر غلام اسحاق خاں اور چیف آف آرمی سٹاف نے ملک میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرائے اور ان انتخابات کے نتیجہ میں ملک کی پہلی خاتون وزیر اعظم بننے والی وزیر اعظم کہتی ہیں کہ ان انتخابات میں محدود دھاندلی ہوئی تھی پڑھنے والا آپ کو درست مانے گا نہ ملک کی منتخب وزیر اعظم کو یہ تو کافی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"یہ تاریخی گڑبڑ مورخ نے نہیں وزیر اعظم نے کی ہے۔"

"گڑبڑ ہمیشہ وزیراعظم کرتے رہے ہیں۔"

"اسی لئے تو درست تاریخ لکھنا ممکن نہیں۔"

"گویا تاریخ میں بھی اخبار نویسی والی ہی گڑبڑ ہے۔"

"نہیں بھائی یہ تو اس سے بھی اعلیٰ سطح کی گڑبڑ ہے۔ وہاں تو چند پاپی آئی او گڑبڑ کرتے ہیں یہاں تو بذات خود وزیراعظم مؤرخ کی آزادی میں رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہیں۔"

"ہاں تو چلو آگے۔"

"آگے خاک چلیں، آگے تو وزیراعظم راستہ روکے کھڑی ہیں۔"

"تم اسے بائی پاس کر کے آگے نکل آؤ نا جس طرح نواز شریف بائی پاس کر کے نکل جایا کرتے ہیں"

"مگر ایک جگہ سے بائی پاس کر بھی جاؤں تو وہ آگے پھر آ جائیں گی۔ آئی ایس آئی کے سربراہ کے خلاف امریکہ اور بھارت کی مشترکہ مہم ہے۔ اس مہم کے بعد وزیراعظم کی طرف سے جنرل حمید گل کو ہٹا کر اپنا بندہ ان کی جگہ مقرر کرنے کا مسئلہ ہے۔ راجیو گاندھی کا دورۂ پاکستان اور اس سے وزیراعظم پاکستان کا خصوصی سلوک، حزب اختلافات کے وزیراعظم پاکستان پر خصوصی الزامات اور ان الزامات کے ماحول میں فوج کی طرف سے تخت کی آزمائش کا حیرت انگیز تجربہ، چیف آف آرمی سٹاف کا تیرہ نومبر کا بھاشن اور پھر ضربِ مومن میں فوج کی نئی حکمتِ عملی اور اداروں کا کھلا کھلا اعلان' اس درمیان میں وزیراعظم پاکستان کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک اور اس میں فوج کا رویہ یہ تو بہت لمبا تاریخی سفر ہے۔ جس میں ہر مرحلہ اور منزل پر وزیراعظم سے آمنا سامنا ہو جاتا ہے ہر جگہ تو بائی پاس کرنا ممکن نہیں وہ وزیراعظم ہیں جن کا فرمانا اور نہ فرمانا سب تاریخ ہے۔ بڑی مشکل ہو گئی ہے یہ تاریخ نویسی۔"

"تو گویا آپ نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا؟ ہمیں یہی امید تھی۔"

"رجوع والی بات نہیں وزیراعظم والی بات ہے۔ آپ انہیں درمیان سے نکال دیں، تاریخ نویسی بہت آسان ہو جائے گی۔"

یہی تو مشکل ہے کہ تاریخ سے وزیراعظم کو نکالا نہیں جا سکتا۔"

"پھر یہ گڑبڑ بھی ختم نہیں ہو سکتی۔"

زمینی فوج کے ہیڈ کوارٹرز سے فضائیہ کے ہیڈ کوارٹرز کے سفر میں مختلف ٹولیوں میں مختلف مکالمات جاری رہے جہاں اتنے زیادہ اخبار نویس ہونگے وہاں اس قسم کے مکالمات تو ہونگے ہی۔

پاکستان فضائیہ کے آڈیٹوریم میں فضائیہ کے سربراہ اپنے جملہ نائبین کے ساتھ بریفنگ کیلئے موجود تھے پاک فضائیہ پہلی بار اپنی ہائی مارک ایکسرسائز میں بری افواج کے ساتھ مل کر رہی تھی اور فاکس لینڈ اور بلیو لینڈ دونوں کی فضائی ضروریات پوری کر رہی تھی۔ فضائیہ کے بارے میں سوالات اور خواہشات بہت زیادہ

تھیں لیکن وقت بہت ہی محدود تھا دربار خاص اور بڑے لھانے کی تھکاوٹ اور غنودگی بھی تھی فضائیہ کے سربراہ ایئر مارشل حکیم اللہ اور ایئر وائس مارشل بہار الحق نے فضائیہ کی مرحلہ وار مشقوں اور بری فوج کے ساتھ تعاون کی نوعیت پر روشنی سی ڈالی اپنی مالی مشکلات کا ذکر کیا اور پیشہ ورانہ مہارت اور تسلسل پر فخر کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ پاک فضائیہ بھی بوقتِ ضرورت ٹھیک ٹھیک نشانے لگانے کیلئے ہر طرح سے تیار ہے اور پہلے کی نسبت کافی زیادہ تیار رہتی ہے۔ اس زمانۂ امن میں بھی نگران پروازوں کا اہتمام کرنا پڑتا ہے تاکہ قوم رات کو آرام کی نیند سو سکے اور اپنی اہم تنصیبات اور مقامات کے بارے میں فکر مند نہ ہو باہر کھلے میدان میں فضائیہ کے ہر قسم کے طیاروں اور ان میں استعمال ہونے والے سازوسامان کی نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ مختلف قسم کے طیاروں سے پھینکے جانے والے بموں اور راکٹوں کی نہایت حسین تراش خراش کے باوجود ہم ان میں کوئی زیادہ دلچسپی نہ لے سکے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے خواتین و حضرات البتہ اسی انداز میں انہیں الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے جس طرح جمعہ بازار میں خریداری کرنے والی خواتین تربوز اور خربوزے عادتاً الٹ پلٹ کر دیکھا کرتی ہیں۔ اس مرحلہ کے بعد پاکستان فضائیہ کے طیاروں کے بالمشافہ درشنوں کا مرحلہ آیا تو خواتین و حضرات انہیں اڑانے کیلئے ضد کرنے لگے فضائیہ والوں نے اس خواہش کی تکمیل میں بھی بھرپور تعاون کیا۔ عبدالقادر حسن کو دو ہر ا تہرا کر کے ایف 16 طیارے کی کاک پٹ میں فٹ کر دیا دوست احباب باہر کھڑے دیکھ رہے تھے کہ وہ کونسا بٹن دبا کر خلا سپیکسر کی سیاحت کیلئے روانہ ہوتے ہیں اور وہ فوٹو بنوانے کی ضد کر رہے تھے۔ ان کو نکالا گیا تو گوری جوڑی ایف 16 کی کاک پٹ میں داخل ہو گئی ایک ہی میں نہیں دو مختلف طیاروں کی کاک پٹ میں عبدالقادر حسن کی پیروی میں انہوں نے بھی تصاویر بنوائیں اور انجن کے پرزے پرزوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے لگیں۔ جن طیاروں پر ہم نے آتی بھاری رقوم خرچ کی ہیں قریب سے دیکھا تو وہ بہت چھوٹے چھوٹے سے نکلے اگر ان سکوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے جو انکی قیمت میں ادا کئے ہیں اور دوسرے پلڑے میں سارا طیارہ پائلٹ سمیت بھر دیا جائے تو طیارے والا پلڑہ یقیناً فضاء میں معلق ہو جائے گا ہمارا دل بھی چاہتا تھا کہ ہم بھی اس طیارے میں سمٹ سمٹا کر تصویر بنوائیں زندگی میں پھر شاید ہی کبھی موقعہ ملے لیکن طیارے کا سائز دیکھ کر ہم نے ارادہ بدل لیا اس سے تو بیل گاڑی پر سوار ہو کر اچھی تصویر بنتی ہے معلوم تو ہوتا ہے کہ آدمی کسی سواری پر بیٹھا ہے۔

فضائیہ والوں کو شاید اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمیں ان کی فضول خرچی پسند نہیں آئی وہ ہمیں ذرا کھلے میدان میں لے گئے اور خالی آسمان کی طرف دیکھتے رہنے کی ہدایت کی اچانک ایک طرف سے کچھ طیارے نمودار ہوئے اور زمین پر نشانے لگا کر پلک جھپکنے میں غائب ہو گئے پھر انہوں نے دوسرے طیاروں کا راستہ روکنے کا مظاہرہ کیا۔ حملہ آور طیاروں کا تعاقب کر کے دکھایا تب اندازہ ہوا کہ فضائیہ کیلئے بیل گاڑی کی بجائے اڑن کھٹولے کے ہم سائز طیارے کیوں زیادہ پسند کئے جاتے ہیں ایف 16 اور دیگر طیاروں کی فضائی کارکردگی دیکھ کر ہم نے بھی ان میں سوار ہونے کا فیصلہ کر لیا مگر پتہ چلا کہ ہم فیصلہ کرنے میں ذرا لیٹ

ہوگئے ہیں اور بذریعہ فضائی جیل گاڑی گھر د گھری روانہ کرنے سے پہلے وہ ہمیں چائے پلانا چاہتے ہیں، کہ وہ بھی اپنے نمک اور میٹھے سے زیربار کر سکیں۔

فضائیہ کے محفوظ ترین رن وے پر دیوہیکل سی ون تھرٹی (130 - سی) نے جبڑے کھولے تو اہلِ ابلاغ ششدر کر رہ گئے ایک آدھ نے تو بائی روڈ جانے کا اعلامیہ جاری کر دیا ضربِ مومن کے مہمان خوفزدہ سی ون تھرٹی سے نہیں اس ضرب کی یاد سے ہوئے تھے جو اس کے اہم ترین مسافروں کی زندگیوں کے سفر کے خاتمہ کا سبب بن گئی تھی زندگی کا سفر کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو کوئی بھی اسے ختم کرنا پسند نہیں کرتا۔ طیارے کے غار کی مانند پیٹ میں جال باندھ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا ایک حصہ کراچی والوں کے لئے اور دوسرا لاہور کے مسافروں کیلئے وقف تھا ایک ہی طیارے کا نصف حصہ کراچی جا رہا تھا اور باقی نصف لاہور، آہنی دیواروں کی سنگینی کی پردہ پوشی اور آرائش کی خاطر ان پر بھی جال لٹکا دیئے تھے ضربِ مومن کی دھرتی پر فوجی ضروریات باہر سے کیموفلاج تھیں ضربِ مومن سے مہمانوں کو گھر پہنچانے والا طیارہ اندر سے کیموفلاج کر دیا گیا تھا شاید اس لئے کہ اہلِ ابلاغ فوج کے اندرونی کیموفلاج کا بھی نظارہ کر لیں طیارے کا عملہ دستی ٹارچوں کی روشنیوں میں اس کے پرپرزے ٹیسٹ کر رہا تھا اور مسافر اپنے اپنے اندرونی نظام کو اس سفر کیلئے آمادہ کر رہے تھے جن مسافروں کو اس محفوظ ترین سفر کا پہلے تجربہ نہ تھا وہ اس کے بارے میں تحقیقاتی رپورٹوں کے حوالے دینے لگے کراچی والوں کو آمد کے سفر میں ہنگامی درازوں سے کودنا پڑا تھا ایسی کے سفر میں وہ اور بھی زیادہ زبان بستہ بیٹھے تھے آپس میں بھی محتاط انداز میں بات کر رہے تھے۔ ساتھی لاہور میں پرورش پا کر کراچی وال ہوگئے ہیں وہ ان سے بھی زیادہ زبان بستہ تھے میری مانند زبان کی خرابی کے خوف سے یا سی ون تھرٹی کے خوف سے ہم پوچھ نہ سکے ضربِ مومن کے سارے سفر میں جب کبھی ایسے میر صاحبان سے مٹھ بھیڑ ہوئی وہ دیکھ کر خاموش ہوگئے۔ ہمیں خاموش پا کر کراچی والوں سے بے تکلف ہونے کی ضرب مومن شروع کر دی یہ دکھانے کے لئے کہ ہم اب وہ نہیں جو پندرہ سولہ سال پہلے ہوا کرتے تھے اب ہم اہلِ زبان سے بے تکلف ہو سکتے ہیں ہم سے تکلف برطرف کرنے کی کوشش کیجئے۔

بڑا انسان کون ہے؟ کوئی خاص زبان بولنے والا؟ کسی خاص زمین پر پیدا ہونے والا؟ کسی خاص قسم کا لباس پہننے والا؟ یا کسی خاص قسم کا سبزی گوشت پکانے اور کھانے والا؟ خدا کی کائنات کا کسی بندۂ خدا کو علم نہیں۔ بڑائی کا یہ قاعدہ مان لیا جائے تو اس خاص زبان، زمین، لباس اور خوراک والے محدود سے چھوڑ کر باقی جملہ انسان چھوٹے رہ جاتے ہیں مجھے ایسے چھوٹے لوگ پسند ہیں جن کی بڑائی کسی پیدائشی حادثے کی وجہ سے نہیں جو بندہ اپنے کو اس لئے بڑا سمجھنا شروع کر دے کہ کسی بظاہر بڑے بندے سے اس کی بول چال ہے وہ پنجابی محاورے میں اس کھوتی کی مانند ہے جو تھانہ دیکھ آئی تھی یا اس جوتے کی مانند جو کسی کے پاؤں میں اتفاقیہ فٹ آگیا ہے۔

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

طیارہ فضا میں بلند ہوا تو زبانوں کے قفل کھلنا شروع ہو گئے۔

"سلمری صاحب پوچھ رہے تھے کہ بشریٰ رحمان شادی شدہ ہیں؟" لاہوری قافلہ کے ایک نوجوان رکن نے سرگوشی کی۔

"کرنل اکرام اللہ سے ذرا پوچھو تو کہ وہ آج اتنے لب بستہ کیوں ہیں؟" دوسرے نے شرارت کی۔

"یار میں نے تو ان سے معافی بھی مانگ لی ہے وہ پھر بھی خاموش ہیں۔" پہلے نے کہا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ سارے بزرگ سلامت واپس جا رہے ہیں۔" ایک اور آواز آئی۔

"اس امریکی ماہر کا مشورہ تو کسی ایک جوان نے بھی توجہ سے نہیں سنا۔" ایک صاحب نے اقبال احمد کی سرگرمیوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

"کیا مشورہ دینے آئے تھے یہ؟" پاس والا بولا۔

"ہر جگہ جونیئر افسروں اور جوانوں کو ڈاکٹر نجیب اللہ کی قوت سے آگاہ فرما کر انہیں مشورہ دیتے تھے کہ اپنے سینئرز سے کہو اس سے صلح کر لیں۔" مسٹر جائزہ نے اطلاع دی۔

"گویا یہ ان کا کورٹ مارشل کرانے کی ڈیوٹی پر تھے۔" پاس والے نے فیصلہ سنایا۔

"ان کی مہارت کا اس سے اندازہ کر لیں کہ روایتی جنگ اور گوریلا جنگ کو ایک ہی سمجھ کر تجزیہ کرتے پھرتے تھے۔" مسٹر جائزہ زیادہ ہی برہم ہونے لگے۔

"اور وہ صاحب تو محل کی زمینوں کی الاٹ منٹ کے گوشوارے تلاش کرتے رہے۔" ایک صاحب نے دوسرے صاحب کی طرف اشارہ کیا۔

"یہاں فوجی خدمات کے عوض پلاٹ الاٹ کرانا چاہتے ہوں گے۔" ایک آواز آئی۔

"فاکس لینڈ کا کمانڈر انچیف بلیولینڈ کی مسلح افواج کے بارے میں جو معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا ان میں اہم ترین یہ ہوتی ہیں کہ بلیولینڈ کے پاس اسلحہ کس کس قسم کا ہے؟ بلیولینڈ کی حربی منصوبہ بندی کیا ہے؟ اور اس کے جرنیلوں کی ذاتی اور فوجی شخصیت اور صلاحیت کیا ہے؟ اس کے لئے وہ بڑی بڑی رقوم خرچ کیا کرتے ہیں۔" ایک صاحب نے بات پھر فوجی پہلو کی طرف موڑ دی۔

"اور بلیولینڈ نے پہلے سے بھاری رقوم خرچ کر کے یہ سب چیزیں فاکس لینڈ کو بتا دی ہیں۔" اس کے پڑوسی نے تبصرہ کیا۔ کرنل اکرام اللہ خالص فوجی نوعیت کے سوالات اور معاملات پر بھی لب بستہ ہی رہے۔ ہمیں اندازہ ہوا کہ کوئی شدید سرحدی جھڑپ ہو گئی ہے۔ ہم نے معافی والے ساتھی کو بزرگوں کا احترام کرنے کا مشورہ دیا تو وہ ہنس کر رہ گئے۔

"آپ کو معلوم ہے میدان جنگ میں جنرل منٹگمری اپنے مدمقابل جنرل رومیل کی تصویر ہر وقت اپنے سامنے رکھتا تھا ہر وقت اسے گھورتا رہتا تھا" ایک اور فنی سوال اٹھا دیا گیا۔

"اس کی تصویر کو گھور گھور کر ڈرانے کیلئے؟"

"نہیں اس کی شخصیت اور صلاحیت کا بہتر طور پر اندازہ کر کے اس کے مقابلہ کی منصوبہ بندی کرنے کی خاطر۔" مؤرخ نے وضاحت کی۔

"ہیولینڈ اور فاکس لینڈ کے جرنیلوں کی تصاویر گوری اخبار والیاں بھی اسی لئے تو جمع نہیں کر رہی تھیں۔" پاس والے نے مذاق کیا۔ دن تھرتی پر مارے بغیر ہوا کے سمندر کی سروں پر تیرتا جارہا تھا۔ زمین سے بہت بلندی پر میرے خیالات زمین کی طرف رواں ہو گئے۔ آج سے اٹھارہ سال پہلے پاکستان کی مسلح افواج شکست خوردہ افواج تھیں، پژمردہ "تاریخ کے اس سیاہ دھبے کی سیاہی ہر دامن اور دل پر دیکھی جاسکتی تھی کچھ لوگوں نے اسے مکمل فوجی شکست ماننے اور منوانے کی جدوجہد کی تھی اسے اٹل اور ازلی حقیقت تسلیم کروانے کے لئے فلمیں چلائیں اور دکھائیں اس ماحول میں جو افسر فوج میں بھرتی ہوئے ان کی ذہنی اور نفسیاتی ساخت کیا ہوگی؟ دشمن کی تعداد اور اسلحہ سے مرعوب پھر مارشل لاء کے طویل دور میں فوج کی پیشہ ورانہ اور سیاسی کردار کشی کی مہم چلائی گئی کیا ان اٹھارہ سال سے آنے والے فوجی افسروں اور جوانوں کو اس ذہنی اور نفسیاتی ماحول سے نکال کر پھر سے نئے ذہن میں یہ ڈالنا تو مقصود نہیں کہ تاریخ کسی مقام پر ساقط نہیں رہتی ذرا نکلو اکھاڑے میں اپنی صلاحیتوں کا آپ اندازہ کر کے دیکھو کہ تم کیا ہو؟ وہ جو دشمن تمہیں بنانا اور بتانا چاہتا ہے یا وہ جو دشمن کی کلائی مروڑ کر اس کی پشت پر لگانے کے ہر طرح سے اہل ہو فاکس لینڈ اور ہیولینڈ کے میدانوں اور ویرانوں میں جس سپاہی اور جوان سے بھی بات ہوئی وہ پُرعزم اور پُراعتماد تھا ضرب مومن کو اس انداز میں بھی تو دیکھا جاسکتا ہے اپنے عزم اور اعتماد کے اظہار کا وسیلہ اپنی قوت بازو پر اعتماد کرنے کا سبق اور وسیلہ۔ زمین پر اترے تو یہ دوسرا خیال کافی توانا ہو چکا تھا

تاریخ کے محاذ پر

تاریخ پیمائی

آوارہ بادلوں کا دامن پہاڑی چوٹیوں میں الجھا تو ان کے بازوؤں میں تانبے کا آتشیں تھال چھلک پڑا۔ سیال شنگرف کناروں سے اچھل اچھل لب بستہ جھیل میں گرنے لگا۔ متانت سے سرشار جھیل میں شنگرف اتنا اچھلا کہ پانی میں شعلے بھڑک اٹھے۔ اتھاہ جھیل کی تہہ کی تلاش کے سفر میں غوطہ زن ہونے لگے۔

"تصویر بناؤ تصویر بناؤ" سائنسدان چلایا۔

سب نگاہیں بادلوں کے ساتھ تیرتے آتشیں تھال کی طرف اٹھ گئیں۔

میانہ قد پہاڑوں کے سروں سے اوپر تیرتے پھرتے دھکے دھکے بادل پر مارتے تو شنگرف اور بھی چھلک چھلک جاتا۔ بادلوں کا اپنا دامن شعلوں کی زد میں آ گیا۔

"جلدی کرو! جلدی کرو!" سائنسدان چلانے لگا۔

"کیمرہ آفتاب کی آنکھ میں آنکھ نہیں ڈال سکتا" صحافی نے کیمرے کی آنکھ پر آنکھ جماتے ہوئے اعلان

"صبر کرو آگ ذرا ٹھنڈی ہو لینے دو" پرنسپل نے سورج کو آنکھ مارتے ہوئے ہدایت کی۔

"شعلے فلم ہی راکھ نہ کر دیں"۔ مورخ نے کیمرہ گلے سے اتارتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا۔

المستانی آبی ٹرانسپورٹ نغمۂ الوداع الاپتی جھیل کے سینے پر سانپ کی مانند چلتی جا رہی تھی۔

سائنسدان سورج کی انگارہ آنکھوں میں اتر کر شعلوں کی شدت ناپنے لگا۔ ملاح نے بوڑھے انجن کا احتجاج نظرانداز کرتے ہوئے سٹیئرنگ نوے درجے کے زاویہ پر گھما دیا۔

"وہ دیکھو سامنے دیکھو واہ واہ کیا منظر ہے" سائنسدان پکار اٹھا۔

مشرقی پہاڑیوں کی چوٹیوں کے پیچھے سے ایک اور آتشیں تھال بر آمد ہو رہا تھا جھیل کی وسعتوں سے آگے ایک جھیل اور دو آتشیں تھال ایک مغرب میں دوسرا مشرق میں ایک پہاڑوں کی اوٹ میں منہ چھپانے کی کوشش میں دوسرا پہاڑیوں کے پیچھے سے نکلتا ہوا۔

"دونوں کی ایک ہی تصویر بن جائے تو غضب ہی ہو جائے" سائنسدان کبھی ایک کو دیکھتا کبھی دوسرے کو۔

"آپ نے سائنس کو ابھی اس قابل بنایا ہی نہیں کیمرہ کیا کرے" صحافی نے کیمرے کی آنکھ پر کف افسوس رکھ دیا۔ پانی کی سطح پر شعلے مدھم پڑنے لگے۔ پہاڑیوں کی بلندیوں میں اضافہ ہونے لگا اونچی چوٹیوں پر استادہ اشجار کا وجود معدوم ہوتا ہوا محسوس ہوا نیلے پانی پر آسمان سے سیاہی کی پھوار پڑی تو چھوٹی سی کشتی کے چپو چلاتی دوشیزہ کے ہاتھ کی حرکت تیز ہو گئی۔ کشتی کے آخری سرے پر جھکا لڑکا وسیع جال کی گرہیں تیزی سے کھولنے لگا۔ جھیل کے سیاہی کی چادر اوڑھنے سے پہلے پہلے وہ اسکے پورے وجود میں جال پھیلا دینا چاہتا تھا۔ مغرب میں روپوش ہوتے سورج کے ایک بار پھر سے مشرقی پہاڑیوں کے پیچھے سے بر آمد ہونے پر کل صبح یہ جال لپیٹ کر اس کی آج شام کی محنت کا وزن کیا جائے گا۔ ٹھیکیدار نے اس جھیل کے پیٹ میں ایک سال بھر جال بچھانے کے پورے ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے دیئے ہیں چھوٹی کشتیوں میں متعین لڑکے لڑکیاں جھیل کی تہہ سے ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے مع سود در سود بر آمد کرنے کی ڈیوٹی پر ہیں۔ وہ سال بھر جال پھیلاتے اور کھینچتے رہیں گے۔ ٹھیکیدار کا اصل زر اور سود جھیل سے وصول کرتے رہیں گے۔

جھیل کی اتھاہ گہرائیوں میں نیلے پر سکون پانی کی سطح کے نیچے آزاد اور بے خوف تیرتی پھرتی مچھلیاں اور رات کی تاریکی میں ان کے لئے پھیلایا جانے والا جال نیلے آکاش کے نیچے رہنے والے آزاد انسان اور دن کی روشنیوں میں پھیلائے جانے والے دوستی خدمت اور خوشحالی کے جال خدمت اور خوشحالی کے ٹھیکیداروں کے جلسوں کی طنابیں کھینچنے والے لڑکے بالے راتوں کی تاریکیوں میں کھردری دیواروں پر پوسٹر چپکانے والے 'خدمت اور خلوص کی افواہیں پھیلانے والے کارکن اور اربوں کروڑوں کے جال کھینچنے والے خدمت اور تعمیر و ترقی والے ٹھیکیدار' یہ سب کیا ہے؟ ہر جگہ جال ہر طرف خدمت ہر کہیں ٹھیکیدار' خدمت کے 'خوشحالی کے 'تعمیر و ترقی کے 'امن عالم کے 'بھائی چارے کے 'ٹھیکیدار ہی ٹھیکیدار'

ٹھیکیدار کے کارکنوں نے پانی کے نیچے پھیلے جال کی شناخت کے لئے اس سے ہلکے پھمن باندھ دیئے تھے یہ پھمن پانی کے اوپر تیرتے رہتے ہیں صبح جب ٹھیکیدار کے کارندے ایک کروڑ چالیس لاکھ کی اس روز

کی قسط وصول کرنے آئیں گے تو ان پھمنوں کی مدد سے وہ جال کے پھیلاؤ کا اندازہ کر سکیں گے۔ سیاسی تنظیموں کا جال ملک کی پر سکون سطح کے نیچے اچھی طرح پھیلائے اور جمائے بغیر اس میں جگہ جگہ عہدیداروں کے پھمن ٹانکے بنا خدمت اور خوشحال کا ٹھیکہ نہیں چلتا۔ جھیل کی سطح میں جال چھپائے بغیر اس کے ساتھ علامتی پھمن لگائے بنا مچھیوں کا ٹھیکہ کامیاب نہیں ہوتا۔ یہ دنیا کا سارا دھندہ ہی ٹھیکیداری پر چل رہا ہے؟ بڑا ٹھیکیدار پھر چھوٹے ٹھیکیدار 'کل وقتی کارکن' جز وقتی کارکن' جال اور مچھلیاں اصل زر اور سود در سود۔

ایک کشتی بھونپو بجاتی تیزی سے پاس سے گزر گئی ان وسعتوں اور فاصلوں کی سمت جدھر سے ہم لوٹ رہے تھے۔ دونوں ملاحوں نے ہاتھ اٹھا کر ایک دوسرے کو اپنی سلامتی سے آگاہ کیا ایک دوسرے کی سلامتی کی دعا کی۔

مرغابیوں کا ایک جھنڈ اڑا اور دور جا کر پھر نازل ہو گیا جھیل میں ہر طرف مرغابیاں ہی مرغابیاں تھیں صبح بھی وہیں تھیں دن بھر وہیں رہیں اور شام بھی وہیں ملیں۔

"یہ مرغابیاں یہیں رہتی ہیں؟" سائنسدان نے سوال کیا۔

"مرغابیاں؟ ہاں مرغابیاں" انجینئر نے نگاہ کا فیتا لپیٹتے ہوئے جواب دیا اب تک وہ خاموش بیٹھا جھیل کی وسعت اور اس کے محافظوں کی سربلندی ناپ رہا تھا۔

"انہیں کوئی شکار نہیں کرتا"؟

کرتے ہیں مگر جال سے نہیں بندوق سے" پرنسپل کو بولنے کا بہانہ میسر آ گیا۔

"یہ تو کہتے ہیں بہت ہوشیار ہوتی ہیں میلوں سے شکاری کی بو سونگھ لیتی ہیں"

"شکاری بھی بہت ہوشیار ہوتے ہیں وہ انہیں اپنی اصل شکل تو دکھاتے ہی نہیں"

"شکل کہاں لے جاتے ہیں وہ اپنی؟"

"وہ کشتیوں پر جھاڑ پھونس کا جنگل سا اگا لیتے ہیں اور جب ان کی کیموفلاج کشتیاں آہستہ آہستہ مرغابیوں کی طرف بڑھتی ہیں تو وہ دم سادھے نشانہ باندھے نیچے چھپے بیٹھے رہتے ہیں جب قریب پہنچ کر فائر کرتے ہیں تب مرغابیوں کو پتہ چلتا ہے کہ شکاری پہنچ گیا۔ مگر اس وقت کیا ہوتا ہے" پرنسپل علم شکار سے بھی واقف نکلا۔

سائنسدان خاموش ہو گیا۔

"یہ تو کہتے ہیں آسمان کی بلندیوں سے خطرے کی بو سونگھ لیتی ہیں' شکاری کا احساس ہوتے ہی سردار مرغابی حلق سے خاص قسم کی آواز نکالتی ہے اور باقی سب اس کے پیچھے حفاظتی لائن میں اڑنا شروع کر دیتی ہیں" صحافی نے مداخلت کی۔

"نظم! نظم! ان کی بقا نظم اور ضبط میں ہے۔ سردار کی آواز پر لبیک کہنے اور اس کی فرمانبرداری میں

ہے" مورخ تاریخ کے ورق الٹنے لگا۔

"نظم اطاعت اور قیادت" صحافی بڑبڑایا۔

مرغابی بچے کو روزِ اول سے ہی نظم و ضبط اور اطاعت کا درس دیتی ہے۔ خطرے کی آواز کو پہچاننا سکھاتی ہے ان کے بچوں اور نسل کی بقا اس سبق کو ازبر کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے" پرنسپل نے اپنے علم کا قلم کھول دیا۔

"فضا میں ہوں تو دور ہی سے خطرہ سونگھ لیتی ہیں پانی میں دانا دنکا ڈھونڈنے میں مصروف ہوں تو کیمو فلاج شکاری قریب پہنچ جائے تو بھی پتہ نہیں چلتا۔ بندوق کی گولی سے بیدار ہوتی ہیں کیوں؟ پیٹ وجہ ہے یا پانی؟" صحافی نے مورخ کی طرف دیکھا۔

"دانا نے کہا تھا دنیا میں ایسے رہو جیسے پانی میں مرغابی جب زمین میں اترو تو تمہارے پروں پر دنیاوی آلودگی کا داغ نہ پڑے۔ مرغابی کی مانند جب وہ پرفشاں ہوتی ہے تو اس کے پروں پر پانی کا نشان تک نہیں ہوتا"

"مرغابی پانی کی تلاش میں انسان دنیا کی تلاش میں یہ پانی کا پرندہ وہ دنیا کا جانور' یہ سائبیریا سے پانی ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں تک آئی ہے پھر پانی سے بے نیاز تو نہ ہوئی' مفکر نے ان کے سفر کو نہیں دیکھا صرف پر ہی دیکھے ہیں"

گوجرانوالہ کی دکان پر بورڈ لگا تھا "روسی چڑے" سائنسدان کو یاد آیا "پھر یہ مرغابیاں روسی کیوں نہیں کہلاتیں؟"

"چڑوں نے بھی اپنی نسبت کا بورڈ خود تو نہیں لگایا گوجرانوالہ کے چڑی ماروں نے لگایا ہے اس میں مرغابیوں کا کیا قصور"؟

"روس والے انہیں پاکستانی مرغابیاں بھی تو کہہ سکتے ہیں"

"نہیں کہہ سکتے یہ زیادہ دیر وہاں رہتی ہیں پیدا وہاں ہوتی ہیں یہ صرف سردی گزارنے آتی ہیں جیسے ہم زندگی گزارنے دنیا میں آتے ہیں"

"اپنے دیس سے چلتے وقت کسے معلوم ہو گا کہ واپس گھر آئے گی یا نہیں کتنی آتی ہوں گی کتنی واپس جاتی ہوں گی؟ کتنی شکاریوں کے فریب میں آ جاتی ہوں گی" مورخ نے مرغابیوں کے سفر میں فلسفہ ڈال دیا۔

مورخ ہمیشہ سے فلسفہ ڈالتے آئے ہیں بادشاہوں کے سفر میں' قوموں کے سفر میں' تاریخ کے سفر میں' تہذیب کے سفر میں مسافر مت جاتے ہیں سفر ختم ہو چکتے ہیں مگر مورخوں کے فلسفے اور سفر ختم نہیں ہوتے۔ ہم ایک ایسے ہی سفر سے واپس آ رہے تھے گم گشتہ تاریخ اور مری مٹی تہذیب کی بازیافت کے سفر سے۔

کسی نے خبر دی " جہاں چھوٹا دریا بڑے دریا میں ملتا ہے وہاں ایک ویران قلعہ ہے"

"ویران قلعہ ہے؟"

"ہاں بالکل ویران پہاڑی کی چوٹی پر' بہتے پانی کے اوپر جھکا ہوا"

"بہتے پانی کے اوپر جھکا ہوا؟"

"ہاں ایسے جھکا ہوا جیسے دریا میں گم شدہ اپنی جوانی ڈھونڈھ رہا ہو"

"گم شدہ جوانی؟"

"ہاں گم شدہ جوانی ہی ہو سکتی ہے اب تو اس کے چہرے پر بڑھاپے کی جھریاں بھی آپس میں گڈمڈ ہونے لگی ہیں"

"بڑھاپے کی جھریاں بھی گڈمڈ ہونے لگی ہیں؟"

"ہاں وہ تو بڑھاپے سے بھی بہت بوڑھا ہے؟"

"پھر تو اسے پرانی کہانیاں یاد ہوں گی؟"

"کہانیاں؟ اسے تو اپنا نام بھی یاد نہیں رہا؟"

"نام بھی یاد نہیں رہا؟"

"اردگرد کے لوگ اسے قلعہ تغلو کہتے ہیں مگر وہ خود کچھ نہیں بتاتا ویسے بھی تغلق تو مسلمان تھے اور اس کے گھر سے بت برآمد ہوئے ہیں"

"مسلمان کے گھر سے بت برآمد ہوئے ہیں؟"

"ہاں ہاں بالکل ہوئے ہیں پورے دو عدد بت بالکل گندھارا شکل و صورت کے بت"۔

بالکل گندھارا شکل و صورت کے؟ نہیں یہ نہیں ہو سکتا گندھارا تو گندھارا میں تھا۔ پشکلاوتی میں تھا۔ مورخ یہی کہتے ہیں جہاں چھوٹا دریا بڑے دریا میں ملتا ہے وہ تو پشکلاوتی سے دور ہے بت وہ بوڑھا تغلو گندھارا کے بت اور چھوٹا بڑا دریا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ تو مورخ جانیں کیسے ہو سکتا ہے' لوگ یہی کہتے ہیں"

"مورخ جانیں یہ کیسے ہو گیا؟ ہاں مورخ کو یہ جاننا چاہیے میں یہ جاننے کی کوشش کروں گا"

پھر یہ جاننے کا سفر شروع ہو گیا تاریخ کی کتابوں سے پوچھا وہ خاموش رہیں تہذیب کی داستانوں سے استفسار کیا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اب ہمیں وہیں جانا پڑے گا"

"کہاں؟"

"جہاں چھوٹا دریا بڑے دریا میں ملتا ہے اور بوڑھے تغلو نے گھر میں گندھارا شکل والے بت رکھے ہوئے ہیں"

"بالکل چلنا چاہیے" سائنسدان نے تاریخ اور تہذیب کا کیمیائی تجزیہ کرنے کی ضرورت بیان

کر دی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں چلنا چاہیے" صحافی نے سر ہلا دیا۔

اور پھر سفر کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ انجینئر سے رابطہ کیا گیا۔ "آپ چیف کے علاوہ بھی کچھ ہیں؟" اس کی عزت کا سوال تھا اور عزت کی خاطر تو لوگ جان تک دے دیتے ہیں دو دریاؤں کے ملنے کے مقام کی تلاش اور اس تک سفر کا اہتمام اس نے اپنے ذمہ لے لیا۔ ارد گرد کے متعلقہ اور غیر متعلقہ لوگوں کو اطلاع کرنا بھی اس کے برادرانہ فرائض میں شامل کر دیا گیا۔

منگلا چھاؤنی کی سڑکیں ویران تھیں "یہ فوج والے اتنا جلد سو جاتے ہیں؟"

"جاگتے ہیں مگر سڑکوں پر نہیں"

ملٹری پولیس کے چاق و چوبند سپاہی گاڑی دیکھتے ہی پوزیشن لے لیتے وہ گاڑی والوں کے نام پوچھتے رہے اور ہم ان سے راستے پوچھتے گئے انجینئر اپنے دستہ سمیت انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے ہم نے انہیں بتایا کہ راستہ میں ردی چڑے اڑتے پھر رہے تھے گوجرانوالہ پہلے پہلوانوں کے لئے مشہور ہوتا تھا اب ردی چڑوں اور ٹریفک بلاکوں کی وجہ سے معروف ہو گیا ہے۔ پرنسپل صاحب شاید دروازے کے پیچھے چھپے بیٹھے تھے جھٹ سے بر آمد ہو گئے۔ کبھی مسافروں سے لپٹ جاتے کبھی ماضی کی داستانوں کو سینے سے لگاتے کبھی مورخ کی تعریف میں مصروف ہو جاتے پھر اپنی تعریف کا کوئی پہلو نکال لیتے۔ اللہ میاں نے انہیں شاید اسی ایک ملاقات کے لئے دنیا میں بھیجا تھا اس ملاقات کے بعد شاید ان کی زبان بندی کا آرڈیننس جاری ہونے والا تھا مگر ان کی باتوں میں بناوٹ تھی نہ لگاوٹ علم تھا نہ افسری بس خوشی تھی پیار تھا خوشی میں تو وہ بے قابو ہوئے جا رہے تھے اس کو خبر کر رہے ہیں اس کو ٹیلی فون کر رہے ہیں جاننے والوں کو بھی اور نہ جاننے والوں کو بھی مگر اس سے کیا فرق پڑتا تھا انہیں تو سب جانتے تھے جوں جوں باہر خاموشی گہری ہوتی جا رہی تھی اندر محفل گرم سے گرم ترین' بریگیڈیئر صاحب کا پرنسپل صاحب سے مقابلہ شروع ہو گیا۔ ہم چھاؤنی پر تنی خاموشی کی چادر میں ٹکٹکی مار کر پاس بیٹھ گئے۔

بچوں کی پرورش' سگریٹ نوشی کے نقصانات کم کرنے کے سائنسی طریقے' شوگر کے مرض کا آسان علاج' وزن کم کرنے کی ورزشیں' کافی کے کافی فوائد' نمک کھانے سے پیدا ہونے والی بیماریاں بریگیڈیئر صاحب کا لیکچر کافی صحت افزا تھا۔

پرنسپل نے بریگیڈیئر سے اپنی تازہ ملاقات کے ذکر میں مزید بے تکلف ہونے کی کوشش کی تو مورخ نے ٹوکا "کوئی علم کی بات کرو' ادب کی بات کرو"۔

"علم اور ادب؟ پرنسپل نے قہقہہ لگایا" علم اور ادب تو یہ ہے کہ لوگ ڈاکٹر اشرف عباسی کو بھی عورت سمجھ کر ان کا ادب کرتے ہیں"

"یہ تمہارا پارٹی کا معاملہ ہے ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں" انجینئر پہلی دفعہ بولے۔

Scanned by iqbalmt@gmail.com

"بالکل ہمارا پارٹی کا معاملہ ہے اور ہم اشرف عباسی کو اپنی وزیر اعظم کے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ انہیں نظر نہ لگ جائے" پرنسپل نے خوش ہوتے ہوئے انکشاف کیا۔

بریگیڈیئر پارٹی معاملات اور نظریہ کا ذکر شروع ہوتے ہی خاموش ہو گئے۔

"دیکھا فوجی قیادت سول قیادت کا کس قدر احترام کرتی ہے" پرنسپل نے اسے مائل بہ لب کشائی کرنے کو کہا۔

وہ پھر بھی خاموش رہے' انجینئر نے تغلق قلعہ کی بات شروع کر دی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا فکر کی کوئی بات نہیں انتظامات مکمل ہیں" پرنسپل نے نامکمل انتظامات کی مکمل تفصیل کا بیان شروع کر دیا" میں صبح ڈی سی سے ملوں گا' ڈی سی اے سی کو بلوائے گا' اے سی تحصیلدار کو طلب کرے گا۔ تحصیلدار گرداور کو حاضر کر دے گا اور گرداور متعلقہ پٹواری کو فوراً پیش کر دے گا۔ پٹواری کے پاس سب نقشے ہوتے ہیں وہ کھول کر سامنے رکھ دے گا فکر کی کوئی بات ہی نہیں یہ کونسا مشکل کام ہے"

"فکر کی تو واقعی کوئی بات نہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی چھٹی کر گیا تو ساری زنجیر بے کار ہو جائے گی" صحافی نے لقمہ دیا۔

"زنجیر بے کار ہو جائے گی؟" پرنسپل نے قہقہہ لگایا" آپ کو ڈپٹی کمشنر کی طاقت کا اندازہ نہیں"

"انہیں تو آپ کی طاقت کا بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں" انجینئر نے مداخلت کی "مگر فکر کی بات تو پھر بھی ہے"

"وہ کیا ہے؟" پرنسپل نے تیز نگاہوں سے وار کیا۔

"وہ یہ کہ صبح جمعہ ہے"۔

"جمعہ ہے؟" پرنسپل نے ایک اور قہقہہ لگایا" ڈپٹی کمشنر کا کوئی جمعہ نہیں ہوتا"۔

بریگیڈیئر نے گفتگو کی ڈور پھر اپنے قبضے میں لے لی اور مارکیٹوں میں اشیاءِ تعیش کی بھرمار اور ان کی قیمتوں کا بھی کھاتہ کھول لیا انہوں نے بتایا کہ وہ خود تو ونڈو شاپنگ کرتے ہیں کچھ اور خریدنے کی قوت خرید ہی نہیں رکھتے لیکن دوسروں کو خریدتے دیکھ کر حیران و پریشان رہ جانے کے لئے بڑی بڑی مارکیٹوں میں جاتے رہتے ہیں۔

"جہاں سے کچھ خریدنا نہ ہو وہاں آدمی جائے ہی کیوں" صحافی بولا

"ضرور جانا چاہیے یہ اندازہ کرنے کہ وہاں کیا بکتا ہے؟ کون لوگ خریدتے ہیں؟"

"صرف یہ اندازہ کرنے کے لئے وقت ضائع کیا جائے؟"

"یہ بھی مطالعہ ہے وقت کا ضیاع نہیں مشاہدہ کرنا چاہیے" پرنسپل بول پڑے

بریگیڈیئر نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔

خاموشی اور بھی دبیز ہو گئی تھی۔ سائنسدان خاموش تھا مورخ سو رہا تھا پرنسپل نے ضربات مومن کے کامیاب اختتام کا اعلان کر دیا۔ سائنسدان نے آہستہ سے کہا "کتنا اچھا افسر ہے صاف گو 'سادہ دل مجھے ایسے آدمی بہت اچھے لگتے ہیں نہ افسری کی بو نہ کوئی تکلف۔ واہ واہ مزا آ گیا دیکھا نا کتنا علم ہوتا ہے ان کے پاس فوجی اکثر ایسے ہی صاف دل ہوتے ہیں"

"بشرطیکہ اپنے کمان روم میں نہ ہوں"

"اور سامنے ان کا ماتحت نہ ہو"

"اور محفل میں ان کا کوئی بڑا افسر موجود نہ ہو"

"اور سننے والے بات نہ کاٹیں"

جتنے منہ اتنی باتیں اور منہ اتفاق سے وہاں کافی جمع ہو گئے تھے۔

ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی پر دو ڈپٹی کمشنروں سے ملاقات ہو گئی۔ ایک وہ ڈپٹی کمشنر جن سے پرنسپل صاحب ہمیں ملانا چاہتے تھے اور دوسرے باغ کے ڈپٹی کمشنر جو میرپور کے ڈپٹی کمشنر سے ملنے آئے تھے کچھ اور لوگ بھی تشریف رکھتے تھے مگر ان میں اے سی یا پٹواری کوئی نہیں تھا ہم نے سوچا کہیں اور اپنے نقشوں سمیت ہمارے منتظر بیٹھے ہوں گے کہ ہمیں قلعہ کا محل وقوع اور راستہ دکھا کر جمعہ کی نماز کے لئے اجازت لیں مگر پرنسپل صاحب کے ڈپٹی کمشنر انچارج سے مذاکرات سے اندازہ ہوا کہ پرنسپل صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب کو ہماری تکلیف کے بارے میں بتانا بھول گئے تھے اور یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ جس کسی کا بھی بال سلگا دیں گے وہ فوراً حاضر ہو کر پوچھے گا "کیا حکم ہے میرے آقا" اور پھر اپنے اختیار کے پروں پر بٹھا کر ہمیں وادیوں اور پہاڑوں کے اوپر سے اڑاتا ہوا دو دریاؤں کے ملنے کے مقام پر پہنچا دے گا۔ دونوں ڈپٹی کمشنروں نے ایک دوسرے سے پوچھا وہاں پر موجود اہل میرپور سے قلعہ تغلو کا محل وقوع دریافت کیا مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی ہم نے انہیں پریشان دیکھ کر مذاکرات کا موضوع بدلنا چاہا مگر وہ ہماری ہر ممکن مدد پر بضد تھے انہوں نے اپنی ہمت کے مطابق ٹیلی فون بھی کھڑکائے ہماری آمد پر خوشی کا اور کوئی مدد کرنے میں ناکامی پر افسوس کا اظہار کیا وہ اپنی اپنی معلومات کے مطابق اس علاقہ میں پائے جانے والے پرانے قلعوں اور ان تک جانے والے راستوں سے بھی آگاہ کرتے رہے لیکن پورے سرکاری یقین سے کوئی بھی نہ بتا سکا کہ جس قلعہ کی تلاش میں ہم سرگرداں ہیں وہ کہاں مقیم ہے پرنسپل صاحب اس کے باوجود پرامید تھے "کوئی بات نہیں مل جائے گا اس دفعہ نہیں تو اگلی دفعہ سہی میں سب معلومات اکٹھی کر رکھوں گا فکر کی کوئی بات نہیں" مگر ہمارے لئے فکر کی کافی بات تھی۔ ہم نے ایک دوسرے کے کان میں کہہ دیا کہ اب نہ کسی سے مدد لینا ہے نہ کسی سے ملاقات کرنا ہے پہلے ہی کافی دیر ہو رہی ہے اپنے نوٹس اور معلومات واطلاعات کی روشنی میں چلتے ہیں' اللہ بھلی کرے گا مگر ہماری روانگی کی راہ میں پرنسپل کے علاوہ اب دو عدد ڈپٹی کمشنر بھی حائل تھے وہ چائے پلانا چاہتے تھے ہمیں ان کے انداز اور سلوک سے شبہ ہونے لگا کہ یہ ڈپٹی کمشنر نہیں آدمی ہیں۔

معلوم ہوا کہ کچھ عرصہ پہلے پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتوں میں طے پایا تھا کہ وہ اپنے اپنے اعلیٰ افسروں کا خیر سگالی میں تبادلہ کیا کریں گے' اس سمجھوتہ کے تحت آزاد کشمیر کی سروس کے بعض اعلیٰ افسروں کو پاکستان میں متعین کیا گیا تو دونوں طرف سے شکوہ شکایت پیدا ہونے لگے حکومت پاکستان کو شکایت تھی کہ ہم نے ڈپٹی کمشنر مانگے تھے آپ نے آدمی بھیج دیئے ہیں وہ ہمارے سیٹ اپ میں نہیں چل سکتے۔ حکومت آزاد کشمیر کو شکوہ تھا کہ ہم نے اچھے بھلے آدمی بھیجے تھے آپ انہیں ڈپٹی کمشنر بنا رہے ہیں واپس آئیں گے تو ہم ان کا کیا کریں گے؟ چنانچہ اب یہ سمجھوتہ تو موجود ہے مگر اس پر عمل نہیں کیا جاتا اس وقت آزاد کشمیر میں پاکستان کے صرف تین افسر تھے چیف سیکرٹری' آئی جی پولیس اور اکاؤنٹنٹ جنرل باقی ہر معاملہ میں آزاد کشمیر کی حکومت خود کفیل تھی۔ باہمی سمجھوتہ کے تحت جن پوسٹوں پر پاکستان سے افسر آ سکتے ہیں ان پر بھی پاکستان کسی افسر کو متعین نہیں کرتا للذا کسی طرف سے کوئی شکوہ شکایت پیدا نہیں ہوتا۔

چمن پر بہت سی مشینی کشتیاں لنگر انداز تھیں چھٹی کے روز بھی کوئی سیاح موجود نہیں تھا۔ ملاحوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا چائے والے نے تازہ پتی ڈال کر چائے بنادی فروٹ والے نے تازہ مالٹے لفافوں میں بھر دیئے "سفر لمبا ہے" اور ہم قلعہ تغلو کی تلاش میں چل پڑے منگلا جھیل کے نیلگوں سینے پر تیرتے ہوئے کشتیوں پر لہراتے رنگ رنگ پھریرے نے جھوم جھوم کر وداع کیا ملاحوں نے سلامت روی کی دعائیں دیں۔

ٹھنڈی میٹھی دھوپ' حد نظر تک بچھی نیلی چادر اور اس کے کناروں پر جمی سبز پہاڑیاں' منظر بہت ہی سیاحتی ہو رہا تھا۔

"یہاں سیاح کیوں نہیں آتے؟" سائنسدان نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اب تک کیوں نہیں آئے تھے؟" مورخ نے سوال کیا

"ہمیں تو اس کا علم ہی نہیں تھا کہ اتنا قریب اتنا حسین قابل سیاحت مقام موجود ہے"۔

"سیاحوں کو بھی تو معلوم نہیں"

"انہیں بتانا چاہئے نا"

"ہاں بتانا تو چاہئے"

"مگر بتائے کون؟" پرنسپل نے سوال کیا

"یہی تو مسئلہ ہے کہ بتائے کون" مورخ نے کہا

"اصل مسئلہ تو ہے ہی یہ "کون" کا ہے"

"ہم نہیں بتا سکتے؟ سائنسدان نے سوال اٹھایا

"ہم پر بھی پابندی تو کوئی نہیں"

"ہم بتائیں گے ہم سب کو بتائیں گے ہم سب کو بتائیں گے" وہ خوش ہو گیا۔

قلعہ تنغلو کا حسب نسب معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ منگلا جھیل کے حسن اور فروغ سیاحت کا فرض بھی ہم نے اپنے ذمہ لے لیا۔

"جو لکھ سکتا ہے اس کے بارے میں لکھے"

"جو بول سکتا ہے اس کے بارے میں بولے"

"اور جو چپ رہ سکتا ہے وہ چپ رہے"

انجن کی آواز اور مشترکہ قہقہے سے بھی حد جھیل تک بکھری مرغابیوں کے خشوع و خضوع میں کوئی خلل نہیں پڑا۔

المستانی آبی ٹرانسپورٹ منگلا آنے سے پہلے کراچی کے کھلے سمندر میں سیر و سیاحت کیا کرتی تھی منگلا جھیل کے حسن سے متاثر ہو کر ایک آدمی اسے خرید لایا کچھ روز شوقِ سیاحت پورا کیا اور مبلغ چالیس ہزار روپیہ میں قاضی محمد صفدر آفریدی کو بیچ دی۔

"آپ نے تعلیم حاصل کی ہے؟"

"تھوڑی سی"

"کتنی؟"

"میٹرک تک"

"یہ تو بہت زیادہ ہے"

قاضی صفدر نے قہقہہ لگایا اور المستانی کا رخ متعین کرنے میں لگ گیا پہلے اس نے تعلیم مکمل کر کے درزی کی شاگردی کی تھی مگر وہ گھر نہیں جانے دیتا تھا اور یہ گھر اور گاؤں سے باہر نہیں رہ سکتا تھا۔ اب دن بھر کشتی چلاتا ہے۔ سواری نہ ملے تو چمن پر انتظار میں دن گزار کر شام سے پہلے گھر پہنچ جاتا ہے۔ اس جھیل سے اس پار جہاں چھوٹا دریا بڑے دریا سے ملتا ہے اور پھر دونوں اس جھیل میں بے نشان اور بے نام ہو جاتے ہیں۔ جھیل کے کناروں پر کھڑی پہاڑیوں پر بکھرے لوگ کشتیوں میں سفر کرتے ہیں۔ کشتیاں ان کی کاریں ہیں جو جھیل کے سینے پر بچھی بے نشان سڑکوں پر دوڑتی ہیں۔ قاضی صفدر کی کار ذرا بڑے سائز کی ہے اور بڑی کار والا ذرا بڑا ہوتا ہے۔

منزل قریب آئی تو عزم کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ کشتی آگے بڑھ رہی تھی اعتماد پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اتھاہ جھیل پر کھڑی سینکڑوں فٹ سنگدل عمودی دیوار اس کی آخری چوٹی کے سر پر ماؤ کیپ کی مانند ننگا قلعہ 'اندر سے ہر کوئی کانپ رہا تھا قاضی صفدر کے علاوہ مگر زبان سے کوئی بھی خوف کا اظہار نہیں کر رہا تھا ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں افسری کرنے والے صاف ستھری سڑکوں پر بھی دھکوں کی شکایت کرنے والے سیاح اور زندگی کی پہلی کوہ پیمائی 'نہ آکسیجن نہ رسانہ ہتھوڑانہ کوئی میخ نہ کیمپ نہ میڈیکل ایڈ کا بندوبست اوپر پہاڑ اور نیچے پانی

گہرائی دور آگر کون کہے میں تو رہا قلعہ دیکھنے سے۔

"یہاں کبھی کوئی آیا بھی ہے؟"

"نہیں کوئی نہیں آتا"

"تم کبھی گئے ہو قلعہ تک"

"ایک دفعہ گیا تھا"

"راستہ کوئی اور بھی ہے؟"

"نہیں یہی ہے" اس نے کشتی پتھریلی دیوار کے دامن میں لنگر انداز کر دی۔

یہ جھیل میں کم از کم پانی کا سیزن تھا پانی کی انتہائی سائن بہت اوپر نظر آ رہی تھی اس لائن تک پتھروں پر مٹی گارا خشک ہو کر چمک رہا تھا اس سے اوپر پہاڑ کے جسم پر چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں اور ان سے پرے کہیں قلعہ اور کشتی کے کنارے پر کھڑے قلعہ کے عشاق اور ان کے بے گناہ میزبان نہ پڑے رفتن نہ جائے ماندن۔ قاضی نے پھٹے کا ایک سرا کشتی کے کنارے پر رکھ کر دوسرا قریب ترین پتھر پر ٹکا دیا۔ کشتی والے سرے پر پاؤں رکھ کر اس کا توازن درست کرتے ہوئے کہا "چلیں" اب چلنے کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔ اس نے سب کی غیرت کو چیلنج کر دیا تھا۔ سب سے آگے سائنسدان اس کے بعد مورخ اس کے پیچھے پرنسپل بعد میں صحافی اور پھر انجینئر ایک ایک کر کے سب عمودی دیوار سے چمٹ گئے۔ قاضی سب سے بعد میں کشتی سے نکلا اور دیوار پر سب سے آگے نکل گیا ایک اتھری جوانی اور دوسرے مرد کوہستانی ہمارا خیال تھا وہ ہمیں سہارا دے گا دلاسہ دے کر ساتھ چلے گا مگر وہ سب کا سامان اٹھائے سب سے بے نیاز رینگتا جا رہا تھا۔

"کوہ پیماؤں کو اپنے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہئے" صحافی نے اپنی کوہ پیمائی کا رعب ڈالا

"بالکل ٹھیک ہے پیچھے تو پانی ہے" پرنسپل نے تائید کی۔

"دوسرا اصول یہ ہے کہ گردن اٹھا کر اوپر بلندی کو نہ دیکھیں"

"یہ تو اور بھی اچھی بات"

"تیسرا اصول یہ ہے کہ اپنے پاؤں پر نظر رکھیں"

اب کسی میں اس کی تائید یا تردید کرنے کی ہمت نہیں تھی ایک دوسرے سے بے نیاز سب اپنے اپنے پاؤں پر نظر جمائے پتھروں اور جھاڑیوں سے لڑ جھگڑ رہے تھے۔ گہرائی کا احساس نہ اونچائی کا اندازہ منزل مقصود کی بجائے منزل موجود میں الجھے ہوئے نظریں نیچی کئے چلے جا رہے ہیں کہ اچانک آگے راستہ ناممکن ہو جاتا ہے چٹان راہ میں تن کر کھڑی ہو جاتی ہے یا جھاڑیاں کانٹوں کی دیوار چن دیتی ہیں۔ پیچھے آتے ہیں دائیں بائیں گھوم کر راستہ بناتے ہیں کہ آگے پھر رکاوٹ آ جاتی ہے۔ قاضی نصف منزل میں ذرا ہموار چٹان پر کھڑا اپنی سواریوں کو رینگتا دیکھ رہا تھا۔ اس عمر میں ویران قلعہ دیکھنے کا انہیں کیا شوق ہے؟ میری تو

دبازی بن گئی مگر ان سب کی عقل کیوں ماری گئی؟ وہ تھوڑی دیر رکا اور پھر آگے چل دیا وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سائنسدان ایک پتھر پر چاروں شانے چت پڑا ہے بازو اور ٹانگیں پھیلائے منہ آسمان کی طرف اٹھائے لمبی لمبی سانسیں کھینچ رہا ہے وہ سیاحوں میں سب سے کم عمر ہے اس کی حالت سے دراز عمر مسافروں کی حالت کا اندازہ کریں۔ سانسیں اتنی اکھڑی پچھڑی ہیں کہ منہ سے لفظ نہیں نکل رہا۔ کسی کا حال پوچھنا چاہتے ہیں آواز کا پتہ نہیں ملتا سرد موسم میں پسینے میں شرابور سب ہی یا جماعت ڈھیر ہو گئے قلعہ ابھی کہیں دور ہے۔ کشتی سے کہیں بہت دور آ گئے ہیں قلعہ سے بہت پیچھے چٹانوں پر لم لیٹ پڑے ہیں۔

مورخ ذرا لیٹ کر پھر چل دیا۔ پرنسپل نے اس کی تائید میں قدم اٹھایا انجینئر نے سگریٹ نکال لیا صحافی نے سائنسدان کو آواز دی 'کہیں کوئی خبر ہی نہ بن جائے' اس نے اسی زاویہ پر لیٹے اپنی خیریت کی خبر نشر کر دی۔ صحافی بھی اٹھ کر چلنے لگا انجینئر کا سگریٹ ختم ہو گیا تو اس نے بھی پتھروں کی سختی کا اندازہ کرنا شروع کر دیا مگر اس سارے عمل سے سائنسدان میں پھر بھی کوئی ردعمل پیدا نہ ہوا صحافی پھر فکرمند ہو گیا "آپ واقعی ٹھیک ہیں نا؟" اس نے اوپر سے آواز لگائی "ہاں ہاں واقعی ٹھیک ہوں" سائنسدان نے لیٹے لیٹے جواب دیا پھر شاید احساسِ جوانی بیدار ہو گیا وہ بھی قدم قدم چلنے لگا ایک بار پھر سب پتھروں اور جھاڑیوں سے دست بدست جنگ میں مصروف ہو گئے قلعہ کا کلو تا دروازہ اور بھی خوفناک مقام پر تھا۔ جہیل کے عین اوپر تنی فصیل کے ساتھ چٹ کر دروازے تک پہنچنا بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ چیونٹیوں کی طرح فصیل سے چپٹے سب اپنا اپنا ایمان جو کھ رہے تھے قاضی صفدر دروازے میں کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ مورخ نے اس کے پاس پہنچتے ہی پیچھے آنے والوں پر کیمرہ تان لیا اور فتح کی یاد میں وہاں گاڑنے کے لئے جھنڈا تو وہ ساتھ لایا نہیں تھا۔ گھر سے تو تاریخ کے سفر پر نکلے تھے گماں تک نہ تھا کہ تاریخ کی ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے جا رہے ہیں ورنہ شاید جھنڈے بھی لے کر چلتے۔

قلعہ میں جھاڑیاں شجر بن گئی تھیں اشجار کی کمریں دوہری ہو چکی تھیں ایک سرے سے دوسرے سرے تک کمر خمیدہ درختوں اور ناتراشیدہ جھاڑیوں کا قبضہ تھا ڈوگرہ سپاہیوں کے اخراج کے بعد سے وہ بلا شرکتِ غیر اس قلعہ کے مالک و مختار ہیں۔ ہماری مداخلتِ بے جا انہیں پسند نہیں آئی۔ اس کا گریبان پکڑ رہے ہیں اس کا دامن کھینچ رہے ہیں۔ پرنسپل کا منہ چوم رہے ہیں۔ سائنسدان کی ناک میں نوکیلے دانت گاڑ دیتے ہیں ہم ابھی ان میزبانوں کی استقبالیہ تقریب سے بھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ مورخ نے اینٹ تان لی۔

"یہ تو بہت قدیم"

"کون؟"

"یہ اینٹ"

"مگر دیواروں کے چہرے پر تو جدید سیمنٹ کا غازہ ہے"

"ہاں وہ اینٹ بھی سکھ دور کی ہے"

"اس کا مطلب ہے سکھ اینٹ ڈوگرہ سیمنٹ کے سہارے کھڑی ہے"

"اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ سکھوں کے بعد ڈوگرہ فوجیں بھی اس کی نگرانی کرتی رہی ہیں"

"دیواروں اور برجوں پر سے فائرنگ کے سوراخ بھی جدید ہیں بندوق کی گولی والے"

"مگر ان محرابوں کا انداز اپنا الگ ہے یہ نہ مسلم دور کی ہیں نہ سکھ عمارتوں میں ملتی ہیں"

"ممکن ہے یہ ڈوگرہ انداز محراب ہو"

"ڈوگرہ؟"

"ہاں ہو سکتا ہے"

مورخ کسی سوچ میں گم ہو گیا

"اس جھگڑے کا فیصلہ کل منگلا قلعہ کی محرابیں دیکھ کر کریں گے اب آپ آگے چلیں" صحافی نے مشورہ دیا۔

مگر جھگڑا صرف محرابوں کے انداز کا تو نہیں تھا۔ جھگڑا تو قلعہ کی تاریخ پیدائش کا تھا اس کی ولدیت کے تعین کا تھا۔ یہ مسلمان تھے سکھ تھے یا ڈوگرہ تھے اور مسلمان تھے تو مغل تھے یا اس سے پہلے والے 'قابلِ فیصلہ بات یہ بھی تھی کہ لوگ اسے قلعہ تغلق کیوں کہتے ہیں کیا اس کا تعلق خاندان سے کوئی تعلق رہا ہے؟ اس کے نقوش سے اس کے حسب نسب اور عمر کا اندازہ کرنے کا جھگڑا تھا مورخ اور ماہرینِ آثار جب ایسے جھگڑوں میں پڑ جائیں تو نہیں سمجھانا بہت مشکل ہو جاتا ہے عام طور پر ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہر تاریخی چیز کو قبل از مسیح کے دور کی ثابت کر دیں کیونکہ ایسا کر دینے سے وہ خود قبل از مسیح کے زمانے کے مورخ بن جاتے ہیں اس دورِ تاریخ کے ماہر جب کی لکھی تاریخ ملتی ہی کم تر ہے اور یہ بہت بڑی مہارت ہے۔ ہم نے مورخ کو قبل از مسیح کے دور میں داخل ہونے سے تو روک دیا کہ قلعہ کے اندر کسی کو کوئی خیری نہیں ملی تھی

جس کے بارے میں جتنی چاہیں پرانی رائے قائم کر لیں وہاں تو تالاب تھے ایک چھوٹا ایک بڑا ایک دو قبروں کے بارے میں بھی بتایا گیا تھا مگر ہم ان پر فاتح خوانی کی سعادت سے محروم رہے ایک سرنگ بھی تھی سینکڑے فٹ گہری دریائے جہلم کے پانیوں کو چھوتی ہوئی اس سرنگ کے راستہ سے محصورین دریا سے پانی لایا کرتے تھے اس وقت چونکہ منگلا ڈیم اور منگلا جھیل نہیں ہوا کرتے تھے اس لئے پانی بہت نیچے ہوتا تھا قلعہ کے اندر کے تالابوں میں بارش کا پانی بھرتے تھے یا دریا سے بالٹیاں بھر بھر لاتے اور ان تالابوں کو لبالب بھر لیتے تھے؟ دونوں کام بہت مشکل تھے چھوٹے سے قلعہ میں کتنی بارش ہو جاتی ہوگی؟ اگر یہ بارش کے پانی سے بھرتے ہوتے تو اب بھی بھرے ہونا چاہئے تھے۔ بارشیں تو اب بھی ہوتی رہتی ہیں اب تو اس پانی کو استعمال کرنے والا بھی کوئی نہیں مگر دونوں تالاب بالکل خشک تھے کسی میں پانی کی ایک بوند تک نہ تھی اس

لئے تالاب بھرنے کا مسئلہ تاریخ کو قبل از مسیح ثابت کرنے سے بھی مشکل تر تھا اور اتنی بڑی مشکل حل کرنے کے لئے ہمارے پاس وسائل نہیں تھے صرف دلائل تھے۔

قلعہ کے اندر کی مختصری عمارتیں مختلف سطحوں پر کھڑی ہیں ان تک پہنچنے کی سیڑھیاں مغل انداز کی ہیں اونچے اونچے سٹیپ بعض جگہ بڑی بڑی اینٹیں بھی لگی تھیں بہت بڑی بڑی مغلیہ دور کے پہلے کے مسلمان دور کی عمارتوں میں چنی اینٹوں کے سائز کی انہیں دیکھ کر مورخ پھر سے رسی تڑوا کر تاریخ کے غیر محفوظ دور میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ ہم نے بقیہ وقت بچانے کے لئے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ یہ قلعہ بہت پرانا تو ہے مگر قبل از مسیح کا نہیں اس کی تعمیر میں مختلف ادوار کے اینٹ پتھر لگے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں اس کی بار بار تعمیر و تخریب ہوتی رہی ہے۔ جس کسی نے نئے سرے سے بنایا پرانا اینٹ پتھر بھی نئے تعمیری کام میں استعمال کر لیا یہ ایک قسم کی نگران چوکی تھی دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر کی بلندی سے اس کے مغربی کنارے پر نظر رکھنے کے لئے اس کی مغربی سمت کی فصیل اور عمارتیں دریا کے اوپر آگے تک نکلی ہیں پہاڑی آگے کھڑی تھی۔ منگلا ڈیم بنا تو پہاڑی کی جنوبی اور جنوب مشرقی اطراف میں جھیل آ گئی۔ شمال مغرب میں جہلم نے آگے بڑھ کر پہاڑیوں کو آغوش آب میں لے لیا۔ پانی اوپر اٹھا تو اس کے قدموں کو چھونے لگا پہلے چرواہے آ جاتے ہوں گے اب وہ بھی نہیں آ سکتے علاقہ میں مشہور ہے کہ اس پر اب سانپوں کا قبضہ ہے بڑے بڑے پھن پھیلانے والے ناگ پائے جاتے ہیں ایک تاریخ گزیدہ نے ہمیں بتایا کہ وہ ان پھن والے سانپوں کے قبضہ میں تاریخ پڑھنے گیا تو بندوقیں ساتھ لے کر گیا تھا۔ ہمارے پاس کوئی بندوق نہیں تھی۔ صرف پرنسپل صاحب تھے ان کی گفتگو سے انسان وقت اور سانپ ڈنگ بھول جاتے ہیں اس لئے ہم خالی ہاتھ ہی آ گئے تھے۔

اتنی اونچی اونچی پہاڑی پر آ گئے ہیں تو کوئی برج کیوں رہ جائے۔ سیاح ایک دوسرے کا سہارا لے کر ان عمارتوں تک بھی پہنچ گئے جن تک جانے کی سیڑھیاں وقت اپنے شیش محل میں لگانے کے لئے اٹھا لے گیا ہے وہ کسی برجی سے جھانک کر دیکھتے تو صفدر پیچھے سے فکر مند ہو جاتا "نہیں جی ایسا نہ کرو تا یہ بہت کمزور ہے "قلعہ تک آنے میں وہ سب سے آگے تھا۔ قلعہ میں آ جانے کے بعد وہ سب سے پیچھے رہ گیا آوازیں دینے اور آگے بڑھنے کے شدید خطرات سے بار بار خبردار کرنے کے لیے اُوپر نیلا آسمان نیچے نیلا نیلا پانی اور قدموں کے ارد گرد تاریخ اور اس کا جھاڑ پھونس بڑا مسحور کن منظر تھا۔ سائنسدان ایک ایک کو بار بار بتا رہا تھا کہ وہ آج اتنا خوش ہے کہ پہلے کبھی نہیں ہو سکا تھا تاریخ کی دریافت پر سائنسدان کی خوشی۔ منگلا جھیل کی نیلی شفاف سطح کے نیچے اس کے جسم کی سیاہ شریانوں کا پورا جال صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اتنی بلندی سے اتنی زیادہ گہرائی کے داغ دھبے کیمرے کی آنکھ بھی صاف دیکھ سکتی تھی۔ جہلم کے دوسرے کنارے پر قدیم تالابوں کے نشانات بھی بتائے جاتے ہیں ہم نے قاضی صفدر کے واویلا کے باوجود اس سمت کی بلند ترین فصیل سے نظر دوڑائی مگر کوئی نشان نظر نہیں آیا قلعہ میں ہمیں کسی بت پر تاریخ کے پھول

چڑھانے کی سعادت بھی حاصل نہیں ہو سکی کوئی بت تھی نہیں سارے بت اٹھائے گیا تھا ہمیں تاریخ کے بت کی پرستش پر ہی اکتفا کرنا پڑی۔

بلندی پر چڑھنا مشکل بلندی سے اترنا مشکل تر دونوں مشکلیں ختم ہو چکیں تو قلعہ پھر سے دامن دل کھینچنے لگا۔

"میری زندگی کی یہ یادگار مہم تھی" سائنسدان نے اطلاع دی۔

"اس مہم میں موت آ جاتی تو وہ بھی یادگار ہوتی" پرنسپل نے زندگی کی آغوش میں تیرتے ہوئے موت کو آنکھ ماری۔

"بلندی دیکھ کر میں تو گھبرا گیا تھا لیکن اب دل چاہتا ہے پھر آؤں" سائنسدان نے جذبات سفر کی تشریحات شروع کر دی۔

"سوچا تو میں نے بھی یہی تھا کہ کشتی میں ہی بیٹھا رہوں پھر کہا چلو دیکھتے ہیں" انجینئر نے حال دل بیان کرتے ہوئے کہا۔

زندگی میں پہلی دفعہ میں آج گھبرایا تھا" مورخ نے اپنے سفروں کا تاریخ جغرافیہ الٹ پلٹ کر بتایا نیلے گیلے پانی پر داستانی الٹے پاؤں دوڑتی جا رہی تھی پہاڑی کے سر پر قلعہ کی ٹوپی چھوٹی ہونے لگی "اس پہاڑی کو ذرا غور سے دیکھیں نا" مورخ نے گول پینڈے والی پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہدایت کی۔

"ہاں کافی گول ہے" صحافی نے غور سے دیکھنے کے بعد تائید کی۔

"اسی لئے مجھے کچھ شک سا پڑ رہا ہے" مورخ نے اپنے شکوک کی گٹھڑی پھر سے کھول لی۔

"کیسا شک؟"

"ہو سکتا ہے اس پر بھی کوئی سٹوپا ہو"

"سٹوپا تنے گھیرے والا"

"وہ تو اوپر ہوگا نا"

"گول تو پہاڑی کا پینڈا ہے اس سے سٹوپا کیسے لازم ہو گیا"

"مجھے شک سا ہے کبھی اوپر جا کر دیکھنا چاہئے"۔

"جب دل چاہے آئیں میں سارا انتظام کر دوں گا" پرنسپل نے اپنی انتظامی صلاحیتوں کا پوسٹر پوری پہاڑی پر چسپاں کر دیا۔

"ایک بار تو پھر آپ کو آنا ہی پڑے گا" انجینئر خواب سفر میں بڑبڑایا۔

دور جہاں پہاڑیوں کے پاؤں جھیل میں ڈوبے تھے چھوٹی چھوٹی کشتیاں تیرتی پھر رہی تھیں ایک پہاڑی

کے باسی دوسری کے ہاں مہمان آ جا رہے تھے سورج مغربی پہاڑیوں پر اترنے کی کوشش میں بادلوں کی چادر میں پھنس گیا تھا جھیل کے جسم کے اندر سے چند سوکھے درختوں نے آواز دی۔

"وہاں بھی ایک گاؤں تھا جب پانی کم ہو جاتا ہے تو اس کے مندروں کے کلس اور درختوں کے سر برہنہ ہو کر اس گاؤں کی کہانیاں سنانا شروع کر دیتے ہیں" پرنسپل نے درختوں کی آواز کا آسان زبان میں ترجمہ کر دیا۔

تاریخ کی کہانیاں ' گاؤں کی کہانیاں ' مندروں کی کہانیاں ' مسجدوں کی کہانیاں اس نیلی آبی چادر کے نیچے بے شمار کہانیاں پوشیدہ ہیں۔ جرات اور مردانگی کی کہانیاں 'ظلم اور زیادتی سے نجات کی جدوجہد کے سنہرے باب 'ڈوگرہ ظلم اور جبر کی شکست فاش 'مستقبل کا مورخ جب ان کی تلاش میں نکلے گا تو اسی جگہ تیرتا پھرے گا شاید اس وقت تک ایسے آلات اور حالات پیدا ہو جائیں کہ سینکڑے فٹ نیچے مٹی گارے میں دفن ان کہانیوں کو سنا اور پڑھا جا سکے۔ آج کا مورخ ٹھیکریاں دیکھ کر سینکڑوں ہزار سال پرانے شہروں اور انسانوں کی کہانیاں مرتب کر لیتا ہے تو مستقبل والے لہریں گن کر ان کے نیچے دفن آثار کا پتہ کیوں نہیں لگا سکیں گے ان کی زبان سے معدوم کہانیاں کیوں نہیں سن سکیں گے؟

اسی نیلی چادر کے نیچے نومبر 1947ء کے بارہ گھنٹوں کی وہ داستان شجاعت پوشیدہ ہے جس کی بدولت آج ہم یہاں آزادی سے گھوم پھر رہے ہیں۔ "حملہ کرنے والوں میں سب سے آگے دیر کے رضا کار تھے وہ اپنے ساتھ دیسی ساخت کی دو توپیں بھی لائے تھے صبح کی با جماعت نماز کے بعد انہوں نے حملہ کا آغاز کیا۔ اگرچہ دو چار گولے پھینک کر ہی وہ توپیں ناکارہ ہو گئیں پھر بھی ان کی وجہ سے مجاہدین کے حوصلے بہت بلند ہو گئے کیونکہ انہوں نے پہلی دفعہ توپ خانہ کا استعمال کیا تھا اس کا قلعہ بند ڈوگرہ فوج کے مورال پر بھی بڑا اثر پڑا انہوں نے زبردست مزاحمت کی لیکن دیر کے مجاہدین نے شہر کے بیرونی حصہ پر قبضہ کر کے اسے مستحکم کر لیا اور مکانات کو آگ لگا دی۔ آگ سے پیدا ہونے والی دھوئیں کی چادر میں چھپ کر مجاہدین آگے بڑھتے رہے اور دوپہر تک سارے میرپور شہر پر قبضہ مکمل کر لیا ڈوگرہ فوج شہر سے نکل کر چھاؤنی میں جمع ہو گئی اس کے لئے اب دو ہی راستے تھے کہ وہ یا تو ہتھیار ڈال دے یا پھر نوشہرہ کی طرف بھاگ جائے۔ تقریباً چار بجے سہ پہر خاردار تاروں کے پیچھے سے انسانوں کا ایک ہجوم برآمد ہوا درمیان میں سویلین اور آگے پیچھے دائیں بائیں ڈوگرہ فوج جیسے ہی یہ ہجوم چھاؤنی سے نکل کر سڑک پر آیا مجاہدین ان کے پیچھے لگ گئے ڈوگرہ فوجیوں نے چند فائر کئے اور پھر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے اور اپنے ساتھ چلنے والے سویلین ہجوم کو پیچھے چھوڑ گئے۔ ان سب کو ایک کیمپ میں اکٹھا کیا گیا ان کی حالت قابل رحم تھی چہروں سے محاصرے اور لڑائی کے اثرات نمایاں تھے وہ تھکے ماندے اور خوف زدہ تھے اور بری طرح کانپ رہے تھے اور بار بار ایک ہی نعرہ لگاتے تھے "ہندوستان مردہ باد" پاکستان زندہ باد"۔ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے والے ہندوؤں کا ہجوم اور ڈوگرہ ظلم سے میرپور کو آزاد کرانے والے دیر کے ایک ہزار رضا کار۔ یہ

قسم کے اسلحہ سے مسلح پورا ڈوگرہ بریگیڈ پر دو دیسی توپوں سے مسلح ایک ہزار رضا کاروں کی فتح مبین کی کہانی اسی نیلی چادر کے نیچے چھپی ہے۔ میرپور کی وہ گلیاں اور بازار جن میں ڈوگرہ فوج نے قتل عام کیا اور بند یاں تو گر کر رکھی تھیں اس کے بہت نیچے کہیں معدوم ہو چکے ہیں۔ صرف اس آپریشن کے انچارج جنرل کیانی کے لکھے چند اوراق محفوظ ہیں۔

بادلوں میں جکڑا سہری تھال جھیل میں گرا اور بے نشان ہو گیا۔ مشرقی پہاڑیوں کی اوٹ سے برآمد ہونے والا روشن چاند اور بھی بلند ہو گیا تھا۔ جھیل کے طول و عرض پر سیاہی پھیلنے لگی۔ اس سے دور مٹی کے پہاڑ نما مٹ بند کے اوپر بجلی کے قمقمے جاگ اٹھے۔ جھیل کے پانی سے "کشید" شدہ بجلی سے اس بند سے آگے اس بند سے پیچھے اس کی بجلی سے کتنے گھر اور سڑکیں روشن ہیں یہ وہ چراغ ہیں جن میں دیر کے مجاہدین جسلم کے رضا کاروں اور ارد گرد کے آزادی پسند کشمیریوں کا خون جاوداں روشنی پیدا کر رہا ہے۔

ہم نے آزاد کشمیر کی صورت حال کا اعداد و شمار سے اندازہ کرنا چاہا تو ہمیں بتایا گیا تھا کہ آزاد کشمیر میں ٹیلی فون کا نظام ایشیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔ جاپان میں سب سے زیادہ لوگوں کے گھروں میں ٹیلی فون ہیں دوسرے نمبر پر آزاد کشمیر آتا ہے۔ تعلیم کا تناسب پنتالیس فیصد ہے اور لازمی تعلیم کا قانون پاس ہونے کو ہے۔ آزاد کشمیر میں نوے فیصد گھروں تک بجلی پہنچ چکی ہے اور آئندہ دو سالوں میں ہر پہاڑی کی چوٹی تک ہر وادی میں موجود کٹیا تک بجلی پہنچا دی جائے گی "ہم یہ حیران کن اعداد و شمار سن رہے تھے اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو رہے تھے کہ بتانے والوں نے ان کی صداقت کی سرکاری اور غیر سرکاری دونوں سطحوں پر ضمانت فراہم کر دی۔ 1947ء میں جو خطہ سب سے تاریک تھا 1990ء میں سب سے زیادہ روشن ہے۔ آزادی کی روشنی "پاکستان زندہ باد"۔

سکندر اعظم کا تعاقب

سب نے اپنے اپنے علم اور کم علمی کی گٹھڑیاں کھول کر طویل و عریض میز پر پھیلا دیں۔ اہل میرپور اپنے بیروں سمیت اس مذاکرہ پر تشویش ناک ہو رہے تھے۔

"ایک گلاس آبِ سادہ و سلیس" پرنسپل نے بیرے کو مزید تشویش میں ڈال دیا۔

وہ کان کھولے گردن جھکائے سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے اور پرنسپل صاحب انہیں "آب سادہ و سلیس" کے معنی سمجھا رہے تھے۔ علمی جدوجہد میں تیزی پر دونوں نے سمجھنے سمجھانے کی کوششیں ترک کر دیں۔

"مجھے اب بھی یقین ہے کہ اس پہاڑی پر ضرور کبھی سٹوپا ہو گا" مورخ کے اندر کا ماہرِ آثار بول پڑا۔

"اس یقین کی بنیاد؟" صحافی نے حسبِ عادت علم کی بنیادیں کھودنا شروع کر دیا۔

"پہاڑی بالکل گول ہے"

"اس کا مطلب ہے پہلے اتنی بڑی پہاڑی کو گول کیا تاکہ اس کی چوٹی پر سٹوپا بنایا جا سکے"

"چلو پھر کبھی وہاں جا کر دیکھ لیں گے" انجینئر نے مقابلہ چھڑانے کی کوشش کی۔

"چلو ٹھیک ہے کبھی موقع پر جا کر دیکھ لیں گے" مورخ مان گیا۔

"میں تو وہاں خاموش رہا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے آثار کافی پرانے ہیں" انجینئر نے رائے دی۔

"راجہ ممتاز حسن آپ جانتے ہیں بہت دیانت دار آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ بولنے والا نہیں پھر وہ جھوٹ بولے گا کیوں؟ وہ ایک دفعہ ایک بت ہمارے پاس لایا تھا اور کہتا تھا کہ وہ مہلاں سے ملا ہے مہلاں قلعہ کے بالکل نیچے تھا اور اب پانی میں ڈوب چکا ہے" مورخ نے تائید کر دی۔

"ڈاکٹر صاحب یہاں تو پتھر بہت تھا تو اینٹیں کیوں لانا پڑیں" سائنسدان ابھی تک قلعہ کی فصیل سے چمٹا ہوا تھا۔

"دیکھیں جی محراب بنانے کے لئے آپ کو اینٹوں کی ضرورت ہوتی ہے جب والٹ والی چھت بنانا ہو تو بھی پتھر سے نہیں بن سکتی اینٹ کی ضرورت ہوتی ہے"

"ٹیکسلا میں کیا ہے؟"

"ٹیکسلا میں محراب ہے ہی نہیں پھر وہ مستطیل تالاب تھا۔ سکھوں سے خالص مستطیل تالاب بنانے کی توقع ہی نہیں کرنا چاہئے۔ وہ اتنی احتیاط اور محنت کے عادی نہیں تھے۔ اس کے علاوہ بڑی اینٹ بھی ہے۔ مغلوں کے دور میں چھوٹی ٹائل تھی۔ انگریزوں کے دور میں وہ اینٹ آئی جو آج کل استعمال ہوتی ہے۔ سکھوں کی اینٹ مغلوں سے بڑی اور انگریزوں سے چھوٹی تھی مگر وہ جو گیارہ انچ مربع اینٹ ہے وہ تو مغل دور سے پہلے کی ہے اور قلعہ میں وہ بھی لگی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قلعہ مغلوں سے پہلے بھی تھا"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہاں قریب کوئی اور کھنڈرات ہوں اور یہ اینٹیں وہاں سے نکال کر لائی گئی ہوں"

"قلعہ سے تھوڑے فاصلہ پر کھنڈرات کے نشان تو ہیں"

قلعہ کے اجزائے ترکیبی کے حسب نسب کی لڑائی میں پرنسپل خاموش بیٹھے تھے اور آب سادہ و سلیس پی پی کر دخل در بحث کا موقع تلاش کر رہے تھے جیسے ہی بحث قلعہ ملوٹ سے نکل کر منگلا قلعہ میں داخل ہوئی وہ بول پڑے "کل کل صبح قلعہ منگلا!"

چائے کی گرمائی سے تاریخ کی جانچ پڑتال اور بھی گرم ہو گئی اور مورخ نے دریائے جہلم کے ارد گرد کے مقامات سے مدد لینا شروع کر دیا۔ پرنسپل کا حالیہ قیام چونکہ جہلم کے پہلو میں ہے اس لئے وہ بھی مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔

"دریائے جہلم کے کنارے سکندر اعظم نے دو شہر آباد کئے تھے ایک دائیں کنارے پر جہاں اس کا گھوڑا بیوکی فالیہ مرا تھا اس شہر کا نام ہی بیوکی فالیہ تھا۔ دوسرا شہر اس نے بائیں کنارے پر آباد کیا تھا جہاں اس کی اور پورس کی لڑائی ہوئی تھی اور سکندر نے فتح حاصل کی تھی اس شہر کو وہ نکیا گری یعنی فاتح شہر کہتا ہے۔ نکیا گری جسے ہم فتح پور کہہ سکتے ہیں۔ تیسری صدی قبل از مسیح کے بعد اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا لیکن پہلا شہر بیوکی فالیہ یا بیوکی فالیہ انگیز بوزیہ کا ذکر پہلی صدی عیسوی تک ملتا ہے۔ پرانے مورخ جب کسی شہر کے

ساتھ انگیز بوزیہ کا نام بھی استعمال کرتے ہیں تو اس شہر میں یونانی شہر کی ساری خصوصیات اور لوازمات ہونا لازم ہیں مثلاً اس میں یونانی طرز کا تھیٹر ہونا لازم ہے۔ جمنیزیم اور یونانی مندر ہونا لازم ہیں یونانی شہروں کی طرز پر وہاں مارکیٹ بھی ہونی چاہئے جس شہر میں یہ سب خصوصیات اور عمارات موجود تھیں وہ کہاں واقع تھا کسی کو معلوم نہیں" مورخ پھر سے قبل از مسیح دور میں جا گھسا۔

"وہ تو پھر یہیں کہیں قریب ہی ہونا چاہئے کیونکہ یہ بھی تو کہا جاتا ہے کہ سکندر اور پورس کی لڑائی کھڑی شریف کے میدان میں ہوئی تھی" صحافی کو سکندر کے ذکر سے سیف الملوک یاد آ گیا۔

"کھڑی شریف کا میدان اتنا وسیع ہے کہ وہاں سکندر اور پورس کھل کر لڑ سکیں؟" انجینئر نے فنی سوال اٹھایا۔

"کوئی نا کوئی نا" پرنسپل پہاڑے پڑھنے لگا۔

"منگلا اور اپر جہلم نہر کے درمیان میدان تو کافی بڑا ہے اگرچہ وہ لمبا کافی ہے مگر اتنا چوڑا میدان نہیں" انجینئر نے اطلاع دی۔

"چوڑائی کم ہے" پرنسپل نے تائید کی مگر جب اس میں زور پیدا نہ ہوا تو انہوں نے کہا "اس بات کا تو خاص طور پر ذکر ہے کہ اس میدان کی جس میں لڑائی ہوئی تھی چوڑائی کم تھی"

"دو باتیں قابلِ ذکر ہیں ایک تو یہی کہ اس میدان کی چوڑائی کم تھی دوسرے یہ کہ دریا عبور کرنے سے پہلے وہ اوپر کی طرف گئے تھے اور جہاں سے دریا عبور کیا وہاں دریا کے درمیان میں ایک ٹاپو تھا جس پر تھوڑا سا ہو کے کر انہوں نے باقی دریا عبور کیا تھا لیکن اس میں انہوں نے یہ کہیں ذکر نہیں کیا کہ وہ علاقہ پہاڑی تھا" مورخ نے اصلاح کی۔

"یہ بھی تو کہا جاتا ہے کہ لڑائی رسول کے پاس ہوئی تھی" صحافی نے مسئلہ الجھا دیا۔

"وہاں تو کوئی پہاڑی ہے ہی نہیں"؟ پرنسپل نے اعتراض کیا۔

"البیرونی زمین کا قطر کس چیز پر بیٹھ کر ناپ رہا تھا نندنا وہاں سے دور تو نہیں" صحافی پہاڑ پر چڑھ گیا۔

"ہاں وہاں تو پہاڑی پہاڑ ہیں"۔

"وہاں دریا میں ایک ٹاپو بھی تھا ایک مقامی مورخ کا کہنا ہے وہی ٹاپو ہے جس کا سکندر کی فوجوں نے فائدہ اٹھایا تھا"

"اس بارے میں کہ سکندر کی فوجوں نے کہاں سے دریا عبور کیا تھا۔ بہت سے نظریات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس نے جلالپور شریف کے پاس سے جہلم پار کیا تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سکندر اور پورس کی لڑائی اس جگہ ہوئی تھی جہاں اب مونگ رسول ہے وہاں ایک بلند ٹیلہ بھی ہے ایک نظریہ یہ ہے کہ جہاں آج کل جہلم شہر ہے وہاں لڑائی ہوئی تھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں منگلا قلعہ کے قریب سے سکندر نے دریائے جہلم عبور کیا تھا" مورخ نظریات کے جال میں پھنس گیا۔

"یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہاں پر فتح حاصل کرنے کے بعد سکندر آگے بیاس تک کس راستہ سے گیا تھا اس راستہ کے تعین سے میدانِ جنگ کا تعین آسان ہو جائے گا" صحافی نے نظریات کے جال میں قینچی چلا دی۔

"کتابوں میں یہ ذکر تو ملتا ہے کہ سکندر کی فوجوں نے رات کے وقت دریا اوپر کی طرف جا کر عبور کیا تھا اور جب پورس کو اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹے کو دو ہزار فوج کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ وہاں جا کر اس کو روکے اور وہاں لڑائی میں پورس کا بیٹا مارا گیا تھا مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ سکندر کا مقابلہ پورس نے وہاں جا کر کیا تھا جہاں اس کا بیٹا مارا گیا تھا یا سکندر وہاں سے فارغ ہو کر پورس تک پہنچا تھا۔ ہاں یہ لکھا ہے کہ بارش کی وجہ سے میدان جنگ میں کیچڑ ہو گیا تھا جس میں پورس کی رتھیں پھنس جاتی تھیں" مورخ باریکیوں کی کیچڑ میں کود پڑا۔

"نہیں جی نہیں یہی منگلا والی بات ہی درست ہو گی۔ مونگ رسول کے مقام پر دریا چوڑا بہت ہے" پرنسپل کو تاریخ کا ہاتھ سے پھسلنا پسند نہیں آیا۔

"ملک صاحب آپ تو پہاڑوں کے پڑوسی ہیں یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ پہاڑی علاقہ میں اگرچہ دریا کی چوڑائی کم ہو جاتی ہے مگر پانی کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے اور اسے عبور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے دوسرے دریا وہاں سے عبور کیا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر فوجوں کے ساتھ جہاں دونوں کناروں پر ہموار زمین ہو دونوں طرف پہاڑیاں تنی کھڑی ہوں تو وہاں سے ایک دو بندے تو پہاڑیاں اور دریا شاید عبور کر لیں سکندر کی پوری فوج کو پیائی اور تیراکی میں ایک ہی رات میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی" صحافی نے پرنسپل کی روانی اور شدت کے سامنے تکنیکی بند باندھنے کی کوشش کی۔

"نہیں جی یہی ہے پیچھے سے دریا تنگ تھا۔ یہاں اس میں فراخی آ گئی تھی" پرنسپل نے ضد کی

"دیکھیں جی برسات کا موسم تھا بارش شدید ہو رہی تھی دریا میں طوفان آیا ہوا تھا اس صورت میں یہاں پانی بہت تیز ہو گا اس وقت" مورخ نے صحافی کی تائید کر دی۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ پانی بہت تیز بہہ رہا ہو گا مگر میری دی تے منوں تاں پھر ان لوگوں کی قوت کا بھی تو اندازہ کرو نا' بابر نے دریائے سندھ تیر کر عبور کیا تھا' دریائے سندھ اباسین! اور وہاں سے گیا تھا جہاں آج کا کوئی بندہ کوشش کرے تو اس کا ملک شیک بن جائے"۔ پرنسپل نے بابر کی مدد سے سکندر کا حملہ پسپا کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

"ملک ممتاز حسین پرنسپل صاحب بابر کی فوجیں کشتیوں پر دریا عبور کر رہی تھیں اور وہ خود ساتھ ساتھ اپنا شوق پورا کرنے کے لئے تیرتا آ رہا تھا جبکہ سکندر اعظم کے پاس ایسا شوق پورا کرنے کے لئے وقت بھی نہیں تھا اس کے سامنے پورس کی فوجیں تھیں اور وہ ان پر شب خون مارنے کے لئے اپنی ساری فوج کے ساتھ جلد از جلد دریا عبور کرنا چاہتا تھا پھر یہ بھی سنا ہے وہ کوئی اتنا اچھا تیراک بھی نہیں تھا" صحافی لنگوٹ

باندھ کر بحث کے میدان میں کود گیا۔

"میری گزارش ہے کہ بابر کے ساتھ بھی تو بندے تھے اگر وہ کر سکتا تھا تو سکندر کیوں نہیں کر سکتا تھا" پرنسپل نہیں چاہتا تھا تاریخ اس کے گھر سے کہیں دور چلی جائے"

"یہ بات تو ریکارڈ پر ہے کہ سکندر نے دریائے سندھ کے کنارے ایک مہینہ انتظار کیا تھا اور کشتیاں بنوا کر ان کے ذریعے دریا عبور کیا تھا اگر وہ اتنے اچھے تیراک ہوتے تو ایک ماہ انتظار کیوں کرتے؟" مورخ نے ریکارڈ پیش کر دیا۔

"منگلا سے نیچے دریا کی چوڑائی کافی ہو جاتی ہے دونوں طرف علاقہ بھی کچھ ہموار ہے مگر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سکندر نے دریا منگلا سے عبور کیا ہو اور لڑائی مونگ رسول یا جہلم کے قریب کہیں لڑی ہو"۔ انجینئر نے اپنے حلقہ میں دریا کی صورت حال کی رپورٹ پیش کر دی۔

"پھر تو میدان جنگ بھی یہیں کہیں بنتا ہے" صحافی نے کہا پرنسپل زیر لب مسکرا دیا۔

"وہ میدان منگلا سے نیچے ہو تو سکتا ہے مگر جو نتیجہ سیف بر آمد کرنا چاہتا ہے کہ وہ شہر جو اس گھوڑے کے مرنے کی جگہ پر آباد کیا تھا یا فتح کی جگہ پر وہ یہاں ہو سکتے تھے؟" انجینئر نے مورخ کے نتائج کی جانچ پڑتال شروع کر دی۔

"ضروری نہیں کہ شہر بالکل اسی جگہ آباد کیا جائے شہر آباد کرنے کی اپنی ضروریات ہوتی ہیں وہ دیکھی گئی ہوں گی گھوڑا وہاں اٹھا لے گئے ہوں گے" مورخ نے جواب دیا۔

"مگر وہ جو آگے جانے کے لئے راستہ والی بات تھی وہ رہ ہی گئی" انجینئر نے بحث پیچھے کی طرف موڑ دی۔

"وہ تو یہ ہے کہ موسم برسات کا تھا' جس تھا اس لئے سکندر اور اس کی فوجیں پہاڑوں کے دامن کے ساتھ ساتھ دریائے بیاس کی طرف آگے بڑھی تھیں' یہ تو ریکارڈ پر ہے" مورخ نئے راستے پر چل دیا

"جہلم اور منگلا کے درمیان ایک جگہ ہے اس کا نام ہی شاہ کوڑی ہے ہو سکتا ہے وہ بادشاہ یا شاہ کے گھوڑے سے شہ کوڑی (گھوڑی) رہ گیا ہو پھر یہاں شیخوپورہ بھی ہے وہ بھی سکندر سے متعلق کہا جاتا ہے"

"آپ نکالیں دو چار روز کا وقت میں جمع کرتا ہوں اس علاقہ کے نقشے' ہیلی کاپٹر کا انتظام بھی ہو جائے گا آپ پھر آئیں ہم فضائی سروے اور فوٹو گرافی کا پورا انتظام کر رکھیں گے۔ وہ شاہ کوڑی ڈھونڈھ لیں گے' ہیلی کاپٹر کو نیچا لے جا کر اس کی تصاویر بنانے سے سارا مسئلہ حل ہو جائے گا" پرنسپل نے سارے مسئلے کا آسان ترین حل پیش کر دیا۔

ارد گرد کی میزوں پر چائے چسکتے اہل میرپور بڑے غور سے سکندر اعظم کو دریائے جہلم عبور کرتا سن رہے تھے۔ ہوٹل کا منیجر بھی شور سن کر صورت حال کا جائزہ لینے آیا مگر جب دیکھا کہ سکندر اور پورس کی فوجیں ہی لڑ رہی ہیں' دلائل کی جھنکار اور نعروں بھری یلغار سے تو پرنسپل کا پلہ ہی بھاری معلوم ہوتا تھا'

خطرے کی کوئی بات نہیں تو واپس اپنی میز مخصوصہ پر جا بیٹھا پھر بہانہ ڈھونڈ کر میدان جنگ میں یہ دیکھنے آ نکلتے کہ کس کی فوجیں آگے بڑھ رہی ہیں کیونکہ اس میدان میں اسے پسپائی وار نہیں کھاتی تھی منیجر سے دربان تک سب اس کے علم اور عہدہ سے تعارف رکھتے تھے۔

"تاریخ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ دریائے بیاس سے سکندر واپس اس شہر میں آیا۔ جو اس نے آباد کرایا تھا اور پھر وہاں پر کچھ وقت گزار کر واپسی کا پروگرام بنایا" مورخ لڑائی سے پسپائی تک جا پہنچا۔

"سکندر پنجاب میں رہا کتنا عرصہ تھا؟" صحافی نے سوال اٹھایا۔

"ایک سال! ایک سال" پرنسپل نے بولی دی۔

"کیا یہ ممکن تھا کہ ایک سال میں اس کا وہ شہر مکمل ہو گیا ہو جسے وہ الیگزنڈریہ بھی کہہ سکتے" صحافی نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! پرنسپل نے دوسری بولی دی۔

"آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں کوئی اس کا کیمپ وغیرہ ہو گا جہلم کے کنارے بیاس سے وہ واپس وہاں آیا ہو گا" صحافی نے کہا۔

"ہاں ہاں شہر تو بعد میں ہی بنا ہو گا اس وقت تو بنیادیں وغیرہ ہی رکھی ہوں گی تا ابھی"

اب سب مل کر سکندر اعظم اور اس کی فوجوں کے تعاقب میں چل پڑے وہ اپنی فوجوں کو دو حصوں میں بانٹ کر اپنے نوخیز الیگزنڈریہ سے روانگی کا حکم دیتا ہے ایک حصہ کشتیوں میں سوار دریا کے بہاؤ کے ساتھ بہتا جا رہا ہے دوسرا گھوڑوں پر سوار دریا کے کنارے کنارے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور یہ سب اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ تین دن کے سفر کے بعد وہ کوہستان نمک کے بادشاہ سوفی ٹس کے دارالحکومت میں پناہ لیتا ہے مگر پرنسپل اور مورخ پھر بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

بھیرہ کہاں اور سالٹ رینج کدھر؟" پرنسپل راستہ بھول گیا۔

"سوفی ٹس سالٹ رینج کا پہلا بادشاہ ہے جس کا تاریخ میں ذکر آتا ہے بھیرہ اس کا دارالحکومت تھا اس وقت والا پرانا بھیرہ دریا کے دائیں کنارے پر تھا"

"او خدا کا خوف کرو کچھ بھیرہ کہاں اور پنڈ دادن خان کہاں" پرنسپل نے تاریخ کے راستہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے کی ناکام کوشش کی مگر مورخ ساری رکاوٹوں سے بے نیاز سکندر اعظم کا تعاقب کرتا رہا" وہاں سے چلا تو ترمو کے مقام پر اسے کچھ مشکلات پیش آئیں پھر آگے جا کر اس نے ملوئی شہر پر حملہ کیا' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ملوئی آج کا ملتان ہے"

ملتان کے بعد سکندر اپنی فوجوں سمیت ایران جا پہنچا پرسی پولس پر قبضہ بھی کر لیا اور وہ دونوں اس کے پیچھے ہی لگے رہے اگر پرنسپل کو اچانک یاد نہ آ جاتا کہ اس کی بیگم صاحب ایک دوست کے گھر ان کا انتظار کر رہی ہیں تو سکندر سے پورس کی شکست کا بدلہ چکا کر ہی لوٹتے۔

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

بنکار کے انگ انگ سے سرمایہ اور سرمایہ کاری ٹپک رہے تھے میرپور پاکستان کے چند امیر ترین شہروں میں سے ایک ہے اس کی امارت کے مزید فروغ کی خاطر قومی بنک ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر میرپور میں اپنے اپنے بنکاری سرکل کھول رہے ہیں لندن سے جتنے پونڈ اس شہر میں آتے ہیں اور کسی شہر میں نہیں آتے پنڈی اور جہلم سے براستہ دینہ میرپور کے لئے چلنے والی ویگنوں کی پیشانیوں پر گریٹ برٹن کے سٹکر لگا کر وہ سواریوں کو خبردار کر دیتے ہیں کہ ہم نرے میرپوریئے نہیں 'میاں جاوید نے گریٹ برٹن کی مزید برکات گنوائیں جب ابھی بجلی گھر گھر نہیں پہنچ سکی تھی اس وقت بھی میرپور اور اردگرد کی آبادیوں میں اکثر گھروں میں فریج موجود تھے اور کپڑے جوتے رکھنے کے کام آتے تھے۔ جدید طرز کے خوبصورت مکانوں میں بکریوں کا بسیرا ہوا کرتا تھا اب میرپور صنعت میں بھی بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی (رقبہ کے لحاظ سے) آزاد کشمیر یونیورسٹی کا اس شہر میں بھی ایک کیمپ ہے آزاد کشمیر کے اپنے الگ زرعی اور انجینئرنگ کالج ہیں۔ ایک عدد کیڈٹ کالج بھی بن چکا ہے پوری آزاد ریاست میں ہر یونین کونسل میں ایک ایک لڑکیوں اور لڑکوں کا ہائی سکول ہے۔ صحت کا بنیادی یونٹ ہے خوشحالی ہے 'امن ہے اور قدرتی حسن ہے۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمیں بھی آپ یہیں کوئی نوکری ووکری دلوا دیں" صحافی نے میرپور پر فدا ہوتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ہو سکتا نہیں ہو سکتا" پرنسپل نے قانونی پوزیشن واضح کی "کوئی پاکستانی آزاد کشمیر میں نہ نوکری کر سکتا ہے نہ جائیداد بنا سکتا ہے نہ کاروبار کر سکتا ہے یہ قانون ہے اور جیدا اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا"

"یہ کیا ہوا! کشمیری سارے پاکستان میں کاروبار کریں' جائیدادیں بنائیں نوکریاں کریں' ہم پر حکومت کریں' ہم یہاں کیوں نہیں کر سکتے" سائنسدان قانون کو سائنسی اصولوں پر ناپنے لگا۔

"ڈار صاحب تو کر سکتے ہیں انہیں یہاں چھوڑ جاتے ہیں" صحافی نے قانونی راستہ نکال لیا۔

"نہیں میں بھی یہاں نہیں رہ سکتا" مورخ خوفزدہ ہو گیا۔

"کیوں نہیں رہ سکتا تو کشمیری نہیں؟"

"وہ تو ہوں مگر ہمارے بزرگ ذرا پہلے سری نگر سے آ گئے تھے"

"چلو جب سری نگر آزاد ہو جائے گا تو اس راستہ سے ہو کر آ جانا"

"ہمیں تو اب سری نگر کا راستہ بھی معلوم نہیں"

"سکندر اعظم اور اس کی فوجوں کے سارے راستے معلوم ہیں اور اپنے سری نگر کے سارے راستے بھول گئے ہیں' یہ بہانہ نہیں چلے گا"۔

"چلو سری نگر کو آزاد تو ہو لینے دو پھر دیکھا جائے گا" انجینئر نے حسب عادت جھگڑا ہی ختم کر دیا۔

مہاراجہ جس افسر سے ناراض ہوتا اسے مظفر آباد بھیج دیتا جس کسی کا گناہ ناقابل برداشت ہوتا اسے

منگلاقلعہ میں بند کرنے میرپور ارسال کر دیا جاتا۔ کشمیر کا کالا پانی ایسا ہے تو اصل کشمیر کیسا ہو گا؟ کشمیر جو ہر کشمیری کے دل میں بستا ہے بری نگر جو ہر کشمیری کی دعاؤں کا حصہ ہے لاکھوں کشمیریوں کی دعائیں کب قبول ہوں گی؟ دعاؤں کی قبولیت کا وقت بھی معین ہوتا ہے؟ کیا سری نگر پر ظلم کی ابھی انتہا نہیں ہوئی؟ شیخ عبداللہ کے گناہ اس قدر زیادہ تھے کہ بیالیس لاکھ کشمیریوں کی بیالیس سال کی غلامی بھی ان کا کفارہ ادا نہیں کر سکی؟ ایک فرد کی ہوسِ اقتدار ایک پوری قوم کی غلامی کا چارٹر؟ جھیل کا روشن چہرہ سیاہی نے اپنی آغوش میں چھپا لیا تھا ڈیم کی بلندی پر قطار اندر قطار قمقے چمک رہے تھے اور میں رہنماؤں کے اعمال کی سیاہی کے قوموں کے روشن مستقبل پر تباہ کن اثرات کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ سکندر اعظم کا دنیا پر حکومت کرنے کا خواب شیخ عبداللہ کا کشمیر پر حکمرانی کرنے کا خواب سکندر اعظم نے اپنی قوم کو ساتھ لیا اور دنیا فتح کرنے چل پڑا اس کی قوم اس کی وفات کے بعد بھی دنیا کے مختلف حصوں پر حکومت کرتی رہی۔ اس نے اپنی قوم کو بلند کیا تاریخ نے اسے لازوال کر دیا۔ شیخ عبداللہ نے اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر اس کے ازلی دشمن کا ساتھ دیا اس کی مرگ کے بعد بھی اس کی غلامی کی زنجیریں نہ ٹوٹ سکیں اس نے اپنی قوم کو دھوکا دیا تاریخ نے اسے میر ازبنگال اور جعفر از دکن کے باب میں جگہ دی۔ یہ قوم بھی کیا چیز ہے تاریخ اس کا احترام کرتی ہے جو اپنی قوم کے جذبات و خواہشات کا احترام کرتا ہے اقبال نے اسی لئے تو نہیں کہا تھا "ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ" سیاست دان کشمیری نے مفکر کشمیری کا مشورہ کیوں نہ مانا؟ ملت کی بجائے دشمنِ ملت سے رابطہ استوار رکھنے میں زندگی کیوں گنوادی؟

بائیں ہاتھ روشنیوں کے سیلاب سے آگے دریائے جہلم اور نہر اپر جہلم کے گھو گھٹ میں منگلا ریسٹ ہاؤس کے سر پر روشن تاج چمک رہا تھا۔ اس دھرتی کی آزادی کی جنگ کے دوران ایریا کمانڈر کرنل ارشاد نے اپنا پہلا ہیڈ کوارٹر اسی ریسٹ ہاؤس میں قائم کیا تھا۔ میرپور اور ملحقہ زمینوں کی آزادی کی جنگ کا ہیڈ کوارٹر دریائے جہلم کے کنارے اپنے فتح پور کی جگہ سکندر اعظم نے نکیا گری بسایا۔ آزاد کشمیر کے خطہ کا فتح پور منگلا ریسٹ ہاؤس اور اس سے اوپر پہاڑی کے سر پر قلعہ منگلا جس کے سامنے ڈوگرہ فوج نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے ایک صدی تک ڈوگرہ راج کا نگران ڈوگرہ مہاراجہ کا عقوبت خانہ اور اس کا فاتح کیپٹن رحمن گل ہمارا مورخ سکندر اعظم کے مردہ گھوڑے سے اتر کر کب ان زندہ و جاوید لوگوں کے نقش پا کی تلاش میں نکلے گا؟ جو دنیا فتح کرنا چاہتے تھے نہ فاتح کہلانے کے لئے رات کے اندھیرے میں اسی طغیانی کے دنوں میں واقعی تیر کر دریائے جہلم کے اس طرف اترے تھے نہ مال غنیمت کا لالچ نہ کشور کشائی کی خواہش۔ یہ لوگ تو سکندر اعظم سے بھی بڑے فاتح تھے خالی ہاتھ قلعہ بند فوجوں پر فتح پانے والے انہیں کونسا جذبہ یہاں کھینچ لایا تھا؟ ان میں سے کتنے اس منزل میں شہادت سے ہمکلام ہو گئے کون کون کہاں کہاں شہید ہوا کسی کو کچھ معلوم نہیں کسی کا کچھ ریکارڈ نہیں سکندر گھر سے چلا تو تاریخ لکھنے والے ساتھ لئے وہ نام بنانے کی مہم پر تھا۔ یہ نام و انعام سے بے پرواہ آج کا مورخ بھی نام والے کے کام میں ہی دلچسپی رکھتا ہے۔ مورخ ہمیشہ سے ایک جیسے ہی رہے ہیں سب ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں گرد آلود

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

راہوں کے علم آلود راہی۔

آرمی آفیسرز میس میں آرمی تھی اور نہ کوئی آفیسر' وسیع و عریض ہال میں پرنسپل تھے ان کے احکامات اور باوردی "بچے"۔ پرنسپل صاحب کبھی ایک "بچے" کو احکام جاری کرتے کبھی دوسرے کو "او بچے" کہہ کر طلب فرماتے وہ سب بے وقت مہمانوں کی حسب توفیق خدمت میں بھاگے پھر رہے تھے۔ ضروری احکامات سے فارغ ہوئے تو مہمانوں کو آداب میس پر لیکچر دینے لگے" اس سامنے کے دروازے سے چیف آف میس برآمد ہو گا وہ سیدھا چلتا ہوا مہمانوں کے سامنے آکر سلیوٹ مارے گا اگر سلیوٹ کے جواب میں مہمان اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلنا شروع نہ کر دیں تو وہ سمجھ جائے گا کہ کسی گاؤں سے آئے ہیں تب وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا اگر تب بھی مہمان ٹس سے مس نہ ہوں تو مطلب صاف ظاہر ہے کہ ان کا تعلق جیجو کی ٹلیاں سے ہے تب وہ کہے گا سر کھانا تیار ہے اور ساتھ لے جا کر کھانے کی میز پر بٹھا دے گا "حاضر ڈیوٹی" "بچے" شاید ہماری شکلوں سے ہی سمجھ گئے تھے کہ ہم سیدھے جیجو کی ٹلیاں سے آرہے ہیں انہوں نے سلیوٹ مارے یا بسم اللہ پڑھے بغیر اطلاع دی کہ انہوں نے برتن ابھی صاف نہیں کئے تھے گزارہ ہو جائے گا کھانے کی لمبی چوڑی میز پر پرنسپل صاحب اپنے کالج کے نئے پرانے بچوں اور کینٹ کے جرنیل بچوں سے اپنی بے تکلفی اور مراسم پر روشنی ڈالتے رہے اور سائنسدان آرمی میسوں کے گرتے ہوئے معیار اور صحت و صفائی کے اصولوں سے بے نیازی پر اظہار غم میں لگ گئے۔ انجینئر کسی گہری سوچ میں غوطہ زن تھا' مورخ سکندر اعظم کے گھوڑے کی قبر پر حاضری کی اہمیت بیان کر رہا تھا۔

"یہ چھاونی ہم نے نہیں بنائی تھی" پرنسپل نے دوسرا سبق شروع کیا۔

"ہم تو آپ کا گھر دیکھ کر ہی سمجھ گئے تھے کہ وہ بھی آپ نے نہیں بنایا' چھاونی تو بہت بڑی ہے" صحافی نے اسے تنگ کرنے کو کہا۔

"وہ گھر بھی ظاہر ہے انہوں نے ہی بنایا تھا اپنے لئے وہ چلے گئے تو ہمیں مل گیا"

"خدا گوشت خور کو گوشت ہی دیتا ہے"

"انہوں نے کونسا یہاں رہنا تھا وہ تو ڈیم بنانے آئے تھے ظاہر ہے اپنے بندوں کے لئے رہائش تو انہیں چاہئے ہی تھی"۔

"اور آپ نے اس رہائش کو اپنے بندوں کی عادات کے مطابق بنانے کی بھی کوشش نہیں کی"

"کوشش اور ہم؟ ہم نے تو صرف اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے"

"بجلی کے بٹن تک تبدیل نہیں کئے 'غسل خانے نہانے کے قابل بنانا بھی ضروری نہیں سمجھا"

"گر کر لیتے تو لوگوں کو کیسے پتہ چلتا کہ ہم یورپ والوں کے اپنے گھروں میں رہ رہے ہیں"

"دھوتی کے اوپر منی سکرٹ پہنے پھرتے ہیں"

"مگر ذرا غور تو فرمائیں جگہ ہے کتنی صاف ستھری سڑکیں ہیں کتنی کھلی کھلی"

"ہم جب سے آئے ہیں انہی چیزوں پر غور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر وقت ہی نہیں مل رہا کیا کریں"

وقت کے ذکر سے مورخ کو یاد آ گیا کہ صبح اگلی منزل پر روانہ ہونا ہے اس نے گھڑی پرنسپل صاحب کے سامنے لہراتے ہوئے اجازت چاہی۔ میس کے "اونچے" بھی ابابیلیں لے رہے تھے۔ پرنسپل کو بادلِ نخواستہ لیکچر ادھورا چھوڑنا پڑا باہر آئے تو چھاؤنی گہری نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ ٹھنڈی تر و تازہ ہوا میں کھلی ڈلی سڑکیں قدموں میں بچھی جاتی تھیں۔ پرنسپل صاحب الوداعی دعوتیں دیتے دیتے اچانک رک گئے۔

"وہ سامنے جانتے ہو کیا ہے؟"

"کوئی پارک ہی ہوگی"

"نہیں نہیں پارک نہیں مسجد ہے دیکھی ہے آپ نے کبھی ایسی مسجد"

"ایشیا اور افریقہ کے کسی ملک میں تو نہیں دیکھی"

"کسی اور ملک میں بھی نہیں ملے گی یہ دنیا میں سب سے منفرد مسجد ہے"

"اس وجہ سے کہ اس کی چھت ٹین کی ہے"

"نہیں اس لئے کہ یہ پہلے ڈانسنگ ہال تھا۔ ڈانسنگ ہال تو آپ جانتے ہی ہیں ناچ گھر ہوتا ہے"

"گویا جو زمین پہلے مچلتی جوانیوں کے پاؤں چومتی تھی اب جبین ہائے نیاز میں مچلتے سجدوں کو تسکین دیتی ہے"

"نہیں فرش وغیرہ سب نیا ڈالا ہے کافی تبدیلیاں کی گئی ہیں"

"باہر بھی کوئی چھوٹی موٹی تبدیلی کر لیتے تو بہتر نہ ہوتا"

"باہر کی کیا ضرورت ہے ساری بات تو اندر کی ہے"

بات پھر طویل ہو چلی تو مورخ نے آگے بڑھ کر پرنسپل کو گلے لگا لیا اس کے بعد مزید باتوں کی گنجائش ہی نہیں تھی۔

قافلہ ایک بار پھر منگلا ڈیم کی طرف رواں تھا۔ منگلا چھاؤنی کے پیچ دار لینڈ سکیپ پر صبح کا نور برس برس کر پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ فوجی سڑکوں پر اکا دکا سول گاڑیاں دیکھ کر سائنس دان خاموش نہ رہ سکا۔

"ہم راستہ تو نہیں بھول گئے؟"

"کیوں کیا ہوا؟"

"وہ سول گاڑیاں نہیں دیکھ رہے آپ"

"ممکن ہے وہ راستہ بھول گئی ہوں"

"پرنسپل صاحب ساتھ ہوتے تو سفر کتنا اچھا رہتا"

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

"اگر وہ ساتھ ہوتے تو شاید سفر ممکن ہی نہ رہتا"

"ہاں وہ ہر موڑ پر کسی سے ملاقات کے لئے روک لیتے"

سامنے سڑک پر سے فوجی کیڈٹوں کا ایک غول گزر گیا، مستقبل کے جرنیل اور کرنیل

"یہ کیڈٹ کتنے اچھے لگتے ہیں" سائنس دان کو بچپن یاد آ گیا

"اس کے باوجود ان میں سے کچھ جرنیل بن جاتے ہیں"

"وہ تو کوئی کوئی بنتا ہے ہو میں سے کوئی ایک آدھ"

"مگر ہوتا تو ان میں سے ہی ہے"

"ہم میں سے بھی تو ہوتا ہے"

"ہم میں سے کیسے ہم تو سول والے ہیں"

"مگر بندے تو ہیں نا"

"اچھا جرنیل بھی بندے ہی ہوتے ہیں"

"بس وہ ذرا وردی پہن لیتے ہیں"

"کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وردی انہیں پہنے رکھتی ہے"

"مگر فوجی ہوتے بہت اچھے لوگ ہیں' سادہ اور صاف دل' وہ دیکھا تھا آپ نے بریگیڈیئر کو ایسے لوگ مجھے تو بہت اچھے لگتے ہیں میرا بھائی بھی بالکل اسی طرح کا ہے" سائنس دان تھوڑا سا جذباتی ہو گیا۔

فوج مقابلہ ختم ہوا تو گاڑی فوج کی حدود سے باہر نکل چکی تھی۔ ایک بار پھر قافلہ ڈیم کے قدموں کو چھو رہا تھا۔ آج اس کی پہلی منزل منگلا کا قلعہ تھی اس کی محرابوں سے قلعہ تغلق کی محرابوں کا موازنہ کر کے ان کی عمر کا تعین کرنا ابھی باقی تھا لیکن قلعہ کے دروازے پر متعین گارڈ نے راستہ روک کر بتایا کہ آج تو چھٹی ہے ڈوگرہ راج کے اس پرانے محافظ قلعہ میں اب چھوٹا عجائب گھر بنا دیا گیا ہے عجائب گھروں میں چھٹی کے روز چونکہ دیکھنے والوں کا ہجوم رہتا ہے اس لئے وہاں پر ہفتہ وار چھٹی کے اگلے روز چھٹی کی جاتی ہے۔

"چلو چھٹی ہوئی" سائنس دان نے فصیل کی بلندیوں کی طرف دیکھتے ہوئے اعلامیہ جاری کر دیا۔

"چھٹی اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتی" مورخ نے فصیل پر نگاہوں کی کمند ڈال دی۔

محرابیں ویسی ہی تھیں جیسی قلعہ تغلق کی فصیل میں پیوست تھیں ایک، مسئلہ حل ہو گیا یہ انداز محراب ڈوگرہ ہے قلعہ تغلق کی فصیل میں آنکھیں ڈھونڈ رہی ہیں وہ میدان بھی یہیں کہیں ہوگا جہاں ڈوگرہ فوج نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے مگر وہ زیرِ قلعہ تالاب کہاں ہے جس میں ڈوگرہ فوجیوں نے پانی بھر رکھا تھا۔ قلعہ کو سیاحتی ضروریات کے مطابق ڈھالتے وقت تاریخی نشانات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ ویسے بھی واپڈا پانی کو چھان چھان کر اس میں سے بجلی الگ کر کے اسے چاند نگری بڑھیا کی کٹیا تک لے جانے کا کام کرتا ہے۔ دریاؤں کے سامنے بند باندھ کر شہروں اور قصبوں کو پانی میں غرق کیا کرتا ہے۔ ڈوبنے والے کا حسب نسب پوچھنے اس کے ناک نقشہ کے نقوش محفوظ کرنے کی اہمیت سے بالکل کورا ہے اسے کیا

خبر کہ اس مقام سے کیا کیا اور کون کون سے کارواں گزرے ہیں تاریخ اور تاریخ دان کے لئے ان نقوش کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔ موٴرخ کہتا ہے تاریخ بچاؤ، واپڈا کہتا ہے بجلی بچاؤ، موٴرخ کہتا ہے تاریخ تمہاری نسلوں کے کام آئے گی، واپڈا کہتا ہے بجلی تمہاری فصلوں کے کام آئے گی۔

گارڈ نے اپنے بڑے گارڈ کے کان میں کچھ کہا، بڑا گارڈ ایک گائیڈ کو پکڑ لایا اس کے پاس قلعہ کی چابی بھی تھی، اس کا اصل کام تو چوکیدارہ تھا مگر وہ گائیڈ زیادہ کامیاب تھا۔ عجائب گھر میں رکھی ایک ایک چیز کی پوری تفصیل جانتا تھا، اس چھوٹے سے عجائب گھر میں منگلا ڈیم جیسے بڑے منصوبہ کی ابتدا سے انتہا تک سب معلومات فراہم کر دی گئی ہیں۔ مٹی کی تہوں کی تفصیل کام آنے والے پتھروں کی تعداد، آلات، واقعات جو تعمیر میں پیش آئے ایک اور کمرہ میں ان مچھلیوں کو محفوظ کر دیا گیا ہے جو ڈیم بننے سے پہلے اس پانی میں تیرتی پھرتی تھیں۔ ایک بہت بڑی مہاشیر مچھلی کو دیکھ کر سائنس دان نے اس کے انڈے بچوں کا قصہ چھیڑ دیا۔ شیر کی مرضی ہے کہ وہ انڈے دے یا بچے، وہ جنگل کا بادشاہ ہے۔ بادشاہوں کے معاملات میں کون دخل دے سکتا ہے اور یہ مچھلی تو "مہاشیر" تھی۔ ایک زمانہ میں اس عجائب گھر میں اس علاقہ کی دستکاریوں اور پسماندوں کا بھی ایک شعبہ ہوتا تھا، اب وہ شعبہ نابود کر دیا گیا ہے۔ عجائب گھر میں شاعر مزدور احسان دانش کی ایک نظم در تعریف منگلا بھی آویزاں تھی بس روایتی سی نظم جس میں منگلا کے چھوٹے موٹے مزدوروں اور ان کے کام کی شاعری کی گئی ہے۔ منگلا اور اس کی قدیم وجدید تاریخ کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔ نظم ان سے ڈیم بنانے اور بنوانے والوں نے لکھوائی تھی۔ مراحل تخلیق میں انہیں تاریخ کی تخلیقی قوتوں کا علم ہوتا تو شاید وہ ان کو بھی شعر بند کر دیتے، اس سے ان کی نظم کا تاثر اور وزن بڑھ جاتا مگر واپڈا والوں نے انہیں تاریخ جغرافیہ کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں تھا، وہ کیا کرتے، جز رو در تو وہی کچھ بنائے گا جو ٹھیکیدار بنوانا چاہے گا، وہی چیز بنا سکے گا جس کا مٹی گارا میسر آئے گا۔

فصیل کی مختلف بلندیوں پر گھومتے ہم اس کی انتہائی بلندی تک جا پہنچے ایک طرف حد نظر تک پانی ہی پانی تھا چھوٹی بڑی پہاڑیوں کی فصیل میں مقید جس کے بہاؤ کے رخ انسانی ہاتھوں کا بنایا پہاڑ سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس پانی سے پرے کہیں قلعہ تغلو تھا جو اب بھی اپنی قدیم حالت میں موجود ہے تاریخ کا دلچسپ باب انسانی ہاتھوں سے ثبت پہاڑ کے آگے پانی انسانوں سے اجازت لے کر بڑھتا ہے اس کے دریائے وصال سے پہلے واپڈا والے اس میں سے بجلی چھان لیتے ہیں، دور گہرائی میں بجلی چھاننے کے چھاننے کا کام کر رہے تھے اس سے بھی آگے منگلا کا ریسٹ ہاؤس اور سر جھکا کر بہتا دریائے جہلم سکندر اعظم کو گمان بھی نہ گزرا ہو گا کہ لیکن وہ دور بھی آئے گا جب انسان اتنا عظیم ہو جائے گا کہ جہلم جیسے منہ زور دریا کو لگام دے کر اسے اپنی مرضی کے تابع کر لے گا۔

اس خطہ زمین نے سکندر اعظم کی فوجوں کو برسرپیکار بھی دیکھا اس سے اعظم ترجذبوں کو ان فصیلوں پر کمندیں ڈالتے بھی دیکھا، تاریخ اور جہلم کے طوفانوں کا رخ موڑنے والوں کا بھی نظارہ کیا، فصیل کی بلندیوں سے ہم نے اس خطہ کا جائزہ لیا اور اگلی منزل کے سفر پر چل دیئے۔

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com